نوائے افغان جہاد

شعبان/رمضان ۱۴۳۱ھ — اگست 2010ء

لا الہ الا اللہ



فتح انطاکیہ کے بعد حضرت ابوعبیدہؓ کا دربارِ خلافت میں مکتوب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ابوعبیدہ عامر بن جراح کی طرف سے امیر المومنین کے نام

السلام علیک فان احمد اللہ الذی لا الہ الا ھو واصلی علی نبیہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

''میں باری تعالیٰ کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اُس نے ہمیں فتح بخشی، غنیمت ونصرت دے کر ہماری اعانت کی۔ امیر المومنین! جناب کو واضح ہو کہ اللہ پاک عزوجل نے نصرانیت کا پائے تخت اور اُن کی سب سے بڑی دار السلطنت انطاکیہ کو مسلمانوں کے ہاتھوں فتح کرا دیا۔ اُسکے لشکر کو ہزیمت دی اور اُس کے حاکم کو قتل کرا دیا۔ ہرقل کشتی میں بیٹھ کر دریا کے راستے سے کہیں بھاگ گیا۔ چونکہ انطاکیہ کی آب وہوا نہایت عمدہ ہے مجھے خوف ہوا کہ کہیں مسلمانوں کے قلوب میں حبِ دنیا نہ گھر کر جائے اور اپنے رب کی اطاعت سے منہ نہ موڑ لیں۔ اس لیے میں حلب کی طرف چل پڑا ہوں۔ وہاں پہنچ کر جناب کے حکم کا منتظر رہوں گا۔ اگر جناب شام کی انتہائی حدود کی طرف جانے کا حکم دیں تو امتثال امر کے لے حاضر ہوں اور اگر یہیں اقامت کا حکم فرمائیں تو ایسا ہی کروں۔ امیر المومنین! بعض ناخلف عربوں نے رومیوں کی لڑکیوں کو دیکھ کر ان سے نکاح کرنا چاہا۔ مگر میں نے اس غرض سے کہ کوئی فتنہ کھڑا نہ ہو جائے اُنہیں اس کام سے روک دیا، ہاں اللہ عزوجل جسے فتنہ سے بچالیں اور شرح صدر دے دیں تو دوسری بات۔ ایسے لوگوں کے متعلّق جلدی احکام نافذ فرمایئے۔ تمام مسلمانوں کو سلام عرض کر دیجیے۔'' والسلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضرت عمر فاروقؓ کا جوابی مکتوب حضرت ابوعبیدہؓ کے نام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عبداللہ عمر کی طرف سے امیر شام ابوعبیدہ عامر بن جراح کے نام

السلام علیک وانی احمد اللہ الذی لا الہ الا ھو واصلی علی نبیہ۔

''میں باری تعالیٰ کے اُن احسانات کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو اُنہوں نے مسلمانوں کو مدد ونصرت اور متقین کو عاقبت عطا کرکے فرمائے۔ نیز وہ ہمیشہ اُن کی اعانت اور اُن کی مہربانی ولطافت فرماتے ہیں۔ آپ کا یہ لکھنا کہ ہم نے انطاکیہ کی آب وہوا کے عمدہ ہونے کے سبب وہاں قیام نہیں کیا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔ اللہ پاک تبارک وتعالیٰ قرآن پاک میں فرماتے ہیں یاایھا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحا (اے رسولو! عمدہ عمدہ چیزوں میں سے کھاؤ اور عمل صالح کرو)۔ دوسری جگہ ارشاد ہے یاایھا الذین آمنو کلوا من الطیبات ما رزقناکم واشکروا اللہ (اے ایمان والو! عمدہ عمدہ چیزوں میں سے جو ہم نے تمہیں دی ہیں کھاؤ اور اللہ کا شکر ادا کرو)۔ آپ کو یہ چاہیے تھا کہ مسلمانوں کو آرام کرنے دیتے، جنگ میں جو انہیں تھکن اور تعب عارض ہو گئے تھے اُس کو اتار لینے دیتے۔ آپ کا یہ لکھنا کہ میں حکم کا منتظر ہوں اگر آپ تحریر فرمائیں تو انتہائے درجہ تک چلا جاؤں۔ سو تم وہاں موجود ہو، حالات تمہارے سامنے ہیں۔ میں وہاں سے بہت دور ہوں، غائب اور دور کے آدمی کو اُن حالات سے پوری واقفیت نہیں ہوا کرتی جو وہاں کے رہنے والے اور حاضر شخص کو ہوا کرتی ہے۔ دشمن تمہارے قریب ہے، تمہارے جاسوس تمہیں ہروقت خبریں دیتے رہتے ہیں۔ اگر وہاں پر فوج کشی کرنا مناسب واولیٰ ہو تو مناسب سمجھ کر وہاں فوجیں بھیج دو اور دشمن کے شہروں پر خود مسلمانوں کی فوج لے کر حملہ کر دو۔ اُن کے ہر طرف سے راستے مسدود اور منقطع کر دو۔ لشکروں کے ساتھ نصرانی عربوں کے ایسے آدمی جن پر تم اعتبار کرتے ہو، بھیج دو تاکہ وہ اُنہیں راستہ بتلا سکیں۔ جو شخص تم سے صلح چاہے اُس سے صلح کر لو اور جو اُن سے اقرار کرو اُسے پورا کرو۔ تمہارا یہ لکھنا کہ عربوں نے رومی لڑکیوں کو دیکھ کر اُن سے نکاح کر لینا چاہا تھا سو اگر حجاز میں اُس شخص کے اہل وعیال نہیں ہیں تو اُسے نکاح کر لینے دو۔ نیز جو آدمی کوئی باندی خریدنا چاہے تو اُسے خرید لینے دو کیونکہ اس طرح وہ زنا سے محفوظ رہے گا۔ مسلمانوں سے سلام کہہ دینا۔ والسلام علیک

(فتوح الشام صفحہ ۵٦۷، ۵٦۸، ۵۷۰، ۵۷۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نوائے افغان جہاد

جلد نمبر۳، شمارہ نمبر۷

شعبان/رمضان ۱۴۳۱ھ اگست 2010ء

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے اللہ کے راستے میں تلوار کھینچی تو اس نے اللہ تعالیٰ سے بیعت کر لی''۔

(ابن مردویہ بحوالہ کنز العمال ج ۴! ص ۲۸۰)

عنوانات



تجاویز، تبصروں اور تحریروں کے لیے اس برقی پتے (E-mail) پر رابطہ کیجیے۔

Nawaiafghan@gmail.com

انٹرنیٹ پر استفادہ کے لیے:

Nawaiafghan.blogspot.com

قیمت فی شمارہ: ۱۵ روپے

قارئین کرام!

عصرِ حاضر کی سب سے بڑی صلیبی جنگ جاری ہے۔ اس میں ابلاغ کی تمام سہولیات اور اپنی بات دوسروں تک پہنچانے کے تمام ذرائع' نظام کفر اور اس کے پیروؤں کے زیرِ تسلط ہیں۔ ان کے تجزیوں اور تبصروں سے اکثر اوقات مخلص مسلمانوں میں مایوسی اور ابہام پھیلتا ہے، اس کا سدِ باب کرنے کی ایک کوشش کا نام 'نوائے افغان جہاد' ہے۔

نوائے افغان جہاد

- اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے کفر سے معرکہ آرا مجاہدین فی سبیل اللہ کا مؤقف مخلصین اور محبینِ مجاہدین تک پہنچاتا ہے۔
- افغان جہاد کی تفصیلات، خبریں اور محاذوں کی صورت حال آپ تک پہنچانے کی کوشش ہے۔
- امریکہ اور اس کے حواریوں کے منصوبوں کو طشت از بام کرنے، اُن کی شکست کے احوال بیان کرنے اور اُن کی سازشوں کو بے نقاب کرنے کی ایک سعی ہے۔

اس لیے ....

اِسے بہتر سے بہترین بنانے اور دوسروں تک پہنچانے میں ہمارا ساتھ دیجیے

تیرے وجہِ کریم کی خاطر کفر پہ کاری وار کیا

رمضان المبارک ماہِ جہاد و قتال ہے۔ یہ بابرکت مہینہ اپنی جلو میں تاریخِ اسلامی کے زریں باب لیے ہوئے ہے۔ ۱۷رمضان المبارک کو ہی وہ میدان سجا جسے اللہ تبارک و تعالیٰ نے قرآن مجید میں 'یوم الفرقان' کے نام سے تعبیر کیا۔ ۲۰رمضان ۸ھ کو فتح مکہ کی صورت میں اسلام کو سربلندی و غلبہ حاصل ہوا۔ اسی سعادتوں والے مہینے میں کتاب ہدایت قرآنِ عظیم نازل ہوا۔ اس ماہ میں اللہ تعالیٰ خاص طور پر اپنے بندوں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ بارگاہِ رب العزت سے لطف و کرم کی بارشیں اس انداز میں برستی ہیں کہ اس مبارک مہینہ میں ادا کیے گئے نفل کا ثواب فرض کے برابر جبکہ فرض کا اجر ۷۰ فرائض کے برابر عطا کیا جاتا ہے۔ گویا اللہ تعالیٰ کا منادی صدا لگا رہا ہے کہ اس مہینہ میں ربِ رحمٰن کے دریائے رحمت کی تلاطم خیزیاں اپنے جوبن پر ہوتی ہیں لہٰذا ان ایام میں رب کے راستوں پر چلنے اور اپنے قدموں کی جہاد فی سبیل اللہ میں گھروں سے نکالنے کا مصمم ارادہ کیجیے کہ جن قدموں کو اس راہ کی خاک بھی میسر آ گئی وہ جہنّم سے محفوظ رہیں گے۔ اس ماہ مبارک کی بابرکت ساعتیں اور جہاد و قتال کے میدان......سبحان اللہ!!! ہر فرد اس راہ پر لپکے اور یہ باسعادت ایام محاذوں پر گزارنے کی تیاری کرے اور مجاہدین کے شانہ بشانہ میدان میں نکلنے کا عزم کرے تاکہ رب کائنات کی طرف سے رحمتوں کے نزول سے اپنی جھولیوں کو بھر لیں۔ یہ مہینہ قرآن کا مہینہ ہے اور قرآن اور جہاد لازم و ملزوم ہیں، ایک کے بغیر دوسرا اور دوسرے کے بغیر پہلا اپنی حقیقت کھو بیٹھتا ہے۔ اس کامل کتاب کی اتباع و پیروی کرتے ہوئے آج دنیا بھر میں اللہ کے کچھ بندے اللہ ہی کی خاطر طواغیتِ عصر سے بھڑے ہوئے ہیں اور اللہ کے کلمہ کی توقیر و سربلندی کے لیے قربانیوں کی تاریخ رقم کر رہے ہیں۔

افغانستان سے صلیبی اتحادیوں کے سرغنہ میک کرسٹل کی پسپائی عبرت کے بے شمار درس اپنے اندر لیے ہوئے ہے۔ وہ جو سرتاپا غرور و نخوت کی تصویر تھا، وہ جو ''فتح عراق'' کا تمغہ سینے پر سجائے پھولا نہیں سماتا تھا، وہ جو افغانستان میں برسرِپیکار مجاہدین کو زیر کرنے آیا تھا، اب بے بسی میں اپنی مثال آپ ہے۔ وہ نہ صرف افغانستان سے بھگا دیا گیا بلکہ امریکی فوج سے بھی بے آبرو ہو کر رخصت ہوا۔ یہ ہے اللہ کی تدبیروں کا مقابلہ کرنے والوں کا انجام......اور اسی انجام سے پورا صلیبی لشکر اپنے نئے سالار پیٹریاس سمیت 'دوچار ہونے کو ہے۔ یہود و نصاریٰ نے اپنی ان نامرادیوں کو کابل میں منعقدہ عالمی ڈونر کانفرنس کے غبار میں چھپانے کی ناکام کوشش کی ہے۔ کرزئی اور اُس کے سیم و زر کے غلام حکمران قبیلے کو ڈالروں کی برکھا رُت سے نواز کر وہ گمان کر رہے تھے کہ پچھلے ۹ سال میں اپنی شکست و ریخت سے دوچار فوجوں کو ذرا دیر کے لیے 'پیغام راحت' پہنچایا جا سکے گا۔ لیکن یہ کانفرنس دراصل ''احمقوں کے اکٹھ'' کے سوا کچھ حیثیت نہیں رکھتی۔ جس کا واضح ثبوت گذشتہ ماہ میں افغانستان میں ۱۴۷ صلیبی فوجیوں کی ہلاکتیں، ۶ فدائی کارروائیاں، ریموٹ کنٹرول اور بارودی سرنگوں کے ۱۶۹ دھماکے ہیں۔ جبکہ کمین لگا کر کی گئیں ۷۴ کارروائیاں اور ۱۱۰ ٹینک و بکتر بند گاڑیوں کی تباہیاں اس کے علاوہ ہیں۔ اس طرح صلیبیوں کی سپلائی لائن پر ۳۶ حملے کیے گئے، ۴ ہیلی کاپٹر و طیارے اور جاسوسی طیارے کو نشانہ بنا کر مار گرایا گیا۔

اورکزئی سے قندھار تک مجاہدین ایک نئے عزم سے سرشار ہیں۔ مہمند میں مجاہدین کی مشترکہ کارروائیوں سے ''صلیبی فرنٹ لائن اتحادی'' لرزاں و ترساں ہیں۔ افغانی اور پاکستانی مجاہدین کے درمیان تفریق پیدا کرنے والے بھی ان حالات میں حیران و پریشان ہیں کہ اس شیطانی تفریق کا اب کس طرح دفاع کیا جائے......انہیں حالات میں پاکستانی فوج کے سربراہ کیانی کو مزید تین سال کے لیے توسیع دے دی گئی۔ اس توسیع کے پیچھے کارفرما ہاتھ بھی بخوبی جانتا ہے کہ اللہ کے جن بندوں کے مقابل میک کرسٹل اتراتا تھا' اُنہوں نے اُسے ذلت کا شاہکار بنا کر رکھ دیا تو یہ کیانی و گیلانی اُن مجاہدین کے آگے بھلا کیا بیچتے ہیں۔

بلاد الرافدین 'عراق' میں بھی مجاہدین ہر گزرتے دن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد و تائید سے مضبوط سے مضبوط تر ہو رہے ہیں اور آئے روز صلیبیوں، اُن کے مرتد اتحادیوں اور روافض کے شیطانی ٹولوں پر قہر بن کر ٹوٹ رہے ہیں۔ یمن، الجزائر اور صومالیہ میں بھی امت کے بیٹے' امت کے زخموں پر مرہم رکھنے اور یہود و نصاریٰ کے معاشی و عسکری اہداف پر پیہم ضربیں لگانے میں مصروف ہیں۔

ان تمام محاذوں پر برسرِپیکار مجاہدین ہی امت کے حقیقی محسنین ہیں جو کہ امت کی جانب بڑھتے تیروں کی بوچھاڑ کو اپنے سینوں پر روک رہے ہیں اور کفار کی قوت و شوکت کو توڑنے کی سعی و جہد میں مصروف ہیں۔ یہ مخلصین جہاں امت کی جانب سے دعاؤں کے متمنی ہیں وہیں رمضان المبارک کی مبارک ساعتوں میں اپنے بھائیوں سے یہ توقع بھی رکھتے ہیں کہ وہ انفاق فی سبیل اللہ کے ذریعے اُن کے پشتیبانی کریں۔ صدقات و زکوۃ کے ذریعے اپنے ان مجاہد بھائیوں کی اعانت کی جائے کہ اس مہینہ میں ایک نیکی کا اجر ۷۰ گنا بڑھا کر دیا جاتا ہے۔ اب یہ صدا تو ہر مسلمان کے کان میں پڑ رہی ہے کہ مَن ذَا الَّذِي يُقْرِضُ اللَّهَ قَرْضاً حَسَناً فَيُضَاعِفَهُ لَهُ وَلَهُ أَجْرٌ كَرِيمٌ (سورہ الحدید: ۱۱)۔ پس اے اہل ایمان! ہاتفِ غیبی کی جانب سے رحمت و مغفرت کی پکار پر کان دھرو اور اپنے جان و مال بیچ کر اپنے رب کی جنت کا سودا کر لو جس کی وسعت زمین و آسمان سے زیادہ ہے۔

اللہ کی رحمت کے امیدوار

شیخ مصطفیٰ ابوالیزید شہید رحمہ اللہ

ہم اپنے رحیم وکریم رب کی ہدایت کی روشنی میں اپنا سفر آگے بڑھاتے ہیں۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنھوں نے اللہ کی راہ میں اپنا گھر بار چھوڑا اور جہاد کیا وہ رحمت الٰہی کے جائز امیدوار ہیں۔ بے شک اللہ معاف فرمانے والا، رحم کرنے والا ہے۔'' (البقرۃ۔۲۱۸)

اللہ سے دعا ہے کہ ہمیں بھی انہیں میں سے بنائے۔ (آمین)

ہم نے اس تحریر کا عنوان ''اللہ کی رحمت کے امیدوار'' منتخب کیا ہے۔ چونکہ اس سے پہلی تحریر کا موضوع ''اللہ رب العزت کا خوف'' تھا اور علما کرام کا طریقہ یہ ہے کہ اپنی کتابوں میں عموماً خوف اور امید کا اکٹھا تذکرہ کرتے ہیں۔ جس کی وجہ، بندے کے اپنے رب کی طرف، منزل بہ منزل سفر میں ان دونوں کی نہایت درجہ اہمیّت ہے۔ خود باری تعالیٰ نے بھی قرآن پاک میں کئی جگہ ان کو اکٹھا کر کے بیان فرمایا ہے۔ ابن قیمؒ مدارج السالکین میں فرماتے ہیں کہ دل کی مثال رب کریم کی طرف بڑھنے میں پرندے کی سی ہے جس کا سر اللہ کی محبت ہے اور خوف وامید اس کے دو پر ہیں۔ اب اگر سر اور دونوں پر سلامت رہیں تو پرواز نہایت عمدہ ہوگی اور اگر سر کٹ گیا تو پرندے کی موت ہے اور اگر دونوں پر ضائع ہو جائیں تو ہر طرح سے کسی شکاری یا حملہ آور پرندے کی بھینٹ چڑھے گا۔ تاہم سلف نے (اس دنیا میں) خوف کے امید پر غالب رہنے کو پسند کیا ہے اور دنیا سے جاتے ہوئے امید کا خوف پر غالب رہنے کو پسند کیا ہے۔ حضرت ابوسلیمانؒ وغیرہ کا بھی یہی طریقہ ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ ''دل کے لیے مناسب یہی ہے کہ اس پر امید کی نسبت خوف غالب رہے اور اگر امید زیادہ غالب آجائے تو پھر وہ خراب ہو گیا''۔ ان کے علاوہ کچھ علما کا کہنا یہ ہے کہ ''کامل ترین حالت یہ ہے کہ امید اور خوف میں توازن ہو اور (بندے) پر محبت غالب رہے کیونکہ محبت سواری ہے اور امید راستہ ہے اور خوف کوچوان ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے کرم اور احسان سے پہنچانے والا ہے''۔

شیخ سعدیؒ اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

ترجمہ: ''بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنا گھر بار چھوڑا اور جہاد کیا وہ رحمت الٰہی کے جائز امیدوار ہیں۔ بے شک اللہ معاف فرمانے والا، رحم کرنے والا ہے۔'' (البقرۃ۔۲۱۸)

کہ یہ تینوں اعمال خوش بختی کا سرنامہ اور بندگی کے محور ہیں اور انہی پر انسان کے نفع اور نقصان کا انحصار ہے۔ ایمان کی عظمت کے بارے میں مت پوچھو کیونکہ اس چیز کے بارے میں کیسے پوچھا جائے جو خوش بختوں اور بدبختوں اور اہل جنت اور اہل دوزخ میں حد فاصل ہو؟ اور یہ اگر بندے کے پاس ہو تو اس کے نیک اعمال قبول ہوتے ہیں اور اگر اس کے پاس یہ عظیم شے نہ ہو تو نہ اس کا اصل عمل مقبول اور نہ بدلہ وعوض نہ کوئی فرض اور نہ کوئی نفل۔

جبکہ ہجرت تو اپنی پسند اور محبوب چیز کو اللہ تعالیٰ کے لیے چھوڑنے کا نام ہے۔ مہاجرین اپنا وطن، مال، خاندان اور یار دوست سب اللہ کی قربت اور اس کے دین کی نصرت کی خاطر چھوڑ دیتے ہیں۔

اور جہاد اللہ کے دشمنوں سے ٹکرانے کے لیے جدوجہد کرنے، اللہ کے دین کی نصرت اور شیطان کے دین کی ذلت کے لیے پوری طرح کوشاں رہنے کا نام ہے۔ یہ نیک اعمال کی چوٹی ہے جس کی جزا بہترین جزا ہے اور یہ اسلام کے پھیلنے، بت پرستوں کے بے یار و مددگار رہ جانے اور مسلمانوں کے اپنی جانوں، مال اور اولاد پر اطمینان کی سب سے بڑا سبب ہے۔ چنانچہ جو شخص ان تینوں کاموں کو ان کی شدت اور مشقت کی باوجود کرے گا وہ ان کے علاوہ باقی کام بھی کمال کے ساتھ انجام دے سکے گا۔ لہٰذا ان کے لائق یہی تھا کہ یہی وہ لوگ ہوں جو اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں کیونکہ یہ لوگ وہ کام کر چکے ہیں جن سے اللہ کی محبت میسر آتی ہے۔ اس میں اس بات کی دلیل بھی ہے کہ رحمت کی امید نیک اعمال کیے بغیر نہیں کی جاتی۔ جبکہ ان کاموں کو کیے بغیر رکھی جانی والی امید تو بےبسی، تمنا اور دھوکے کا نام ہے جو اس شخص کی کم ہمتی اور کم عقلی کی دلیل ہے۔ مثلاً کوئی شخص بغیر نکاح کے اولاد کی امید کر بیٹھے یا بغیر دوائی اور آب پاشی کے غلے کی آس لگا بیٹھے۔

امید اور تمنا میں فرق یہ ہے کہ تمنا سستی کے ساتھ کی جاتی ہے جس میں آدمی کوشش اور جدوجہد نہیں کرتا جبکہ امید اپنی طاقت خرچ کرنے کے بعد توکل کے سہارے پر لگائی جاتی ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ کے مبارک قول ''وہ اللہ سے رحمت کی امید رکھتے ہیں'' میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اگر بندہ ان اعمال کو کر بھی لے تو اس کے لیے مناسب نہیں کہ ان اعمال پر تکیہ کر لے اور ان کو اپنا سہارا جانے بلکہ اسے چاہیے کہ اپنے پروردگار کی رحمت کی امید رکھے اور اپنے اعمال کی قبولیت اور گناہوں کی مغفرت اور اپنے عیوب کی پردہ پوشی کی امید رکھے۔ اسی لیے فرمایا (ترجمہ) ''اور اللہ غفور ہے'' یعنی اس کی لیے جو سچّی توبہ کر لے اور ''رحیم'' جس کی رحمت ہر شے کو گھیرے ہوئے ہے اور جس کا کرم اور احسان ہر ذی حیات کے لیے عام ہے۔

علامہ عثیمینؒ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ امین کا مطلب ہے اس چیز کو حاصل کرنے کی خواہش کرنا جو قریب ہی ہو اور یہ بات واضح ہے کہ یہ چیز جس کی خواہش ہے،

تب تک نہ آئے گی جب تک اس کی قربت اختیار کرنے والے اعمال نہ کیے جائیں۔ اور ان لوگوں نے (جن کا ذکر آیت میں ہے) وہ کام کیے ہیں (ایمان، ہجرت، جہاد) جن سے رحمت ان کے قریب آجائے۔ اب اگر یہ لوگ اللہ کی رحمت کی امید نہیں رکھیں گے تو پھر کون رکھے گا؟ چنانچہ یہ لوگ اہل امید ہیں۔

امید کو چاہنے کے لیے چند اسباب ضروری ہوتے ہیں۔ اس آیت کے فوائد میں سے یہ بھی ہے کہ انسان کو اپنے عمل کی قبولیت پر یقین نہیں ہونا چاہیے بلکہ اسے پر امید ہونا چاہیے، ایسی امید جو اسے اللہ تعالیٰ سے اچھا گمان رکھنے پر منتج ہو کیونکہ اللہ رب العزت نے فرمایا ہے ترجمہ: ''وہ اللہ سے رحمت کی امید رکھتے ہیں''۔ چنانچہ یہ لوگ اپنے اعمال سے دھوکے میں نہیں پڑتے اور نہ اپنے نیک کاموں کو اللہ کے ہاں اپنی حجت بناتے ہیں بلکہ اللہ کی رحمت کی امید رکھتے ہیں۔

امید کا مفہوم:

مختصر منہاج القاصدین کے مولف امید کے مفہوم کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ ''امید اپنی محبوب چیز کا خوشی سے انتظار کرنے کا نام ہے مگر اس کے لیے چند اسباب ضروری ہیں، لہٰذا امید کا اطلاق اس انتظار پر جائز ہوگا جس کے اسباب بندے کے اختیار میں ہوں۔ چنانچہ (اگر وہ یہ اسباب پورے کرلے تو) سوائے اس کے اختیار سے خارج چیزوں کے، رکاوٹوں اور نقصان دہ چیزوں کو ہٹانے کے لیے اللہ کے فضل کے علاوہ کچھ باقی نہیں رہتا۔

ابن قیمؒ فرماتے ہیں کہ پر امیدی حدی خواں ہے جو دلوں کو محبوب کے ملک (اللہ تعالیٰ اور آخرت) کی طرف اکساتی رہتی ہے اور ان کے سفر کو خوشگوار بناتی ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ پر امیدی رب تعالیٰ کی سخاوت اور فضل کی بشارت اور اس کے کرم کو دیکھنے میں مسرت محسوس کرنا اور رب کی سخاوت پر یقین کا نام ہے۔

امید اور تمنا میں فرق یہ ہے کہ تمنا سستی کے ساتھ کی جاتی ہے جس میں آدمی کوشش اور جدوجہد نہیں کرتا جبکہ امید اپنی طاقت خرچ کرنے کے بعد توکل کے سہارے پر لگائی جاتی ہے۔ چنانچہ پہلے کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص تمنا کرے کہ اس کے پاس زمین ہو جس میں وہ کاشتکاری کرے اور اس کی فصل کمائے اور دوسرے کی مثال ایسی ہے کہ آدمی اپنی زمین میں ہل چلائے، پھر بوائی کرے اور فصل کی امید رکھے۔ لہٰذا اہل معرفت کا اس بات پر اجماع ہے کہ عمل کے بغیر امید صحیح نہیں۔

احمد بن عاصم سے پوچھا گیا کہ بندے کی پر امیدی کی کیا علامت ہے۔ آپ نے کہا کہ وہ ایسا ہو کہ اگر اس پر (اللہ کی طرف سے) بہت احسان ہو تو شکر بجالائے اس امید سے کہ دنیا اور آخرت میں اللہ کی نعمتیں اور بڑھیں اور آخرت میں مغفرت ملے مختصر یہ کہ سالک اور عارف کے لیے پر امیدی ضروری ہے یہاں تک کہ اگر لحظہ بھر بھی اس سے جدا ہوا تو ہلاک ہوجائے گا یا ہلاکت کے قریب پہنچ جائے گا۔

کیونکہ وہ ہر وقت اپنے کسی گناہ کی مغفرت کی امید میں ہوگا یا کسی کمزوری کی اصلاح کی آس میں یا استقامت کے حصول و دوام کا خواہشمند یا اللہ تعالیٰ کے قرب اور اس کے ہاں اچھے درجے کا خواستگار اور سالک ان امور سے کسی بھی وقت الگ نہیں ہوتا۔

اللہ رب العزت کی رحمت کی وسعت:

وہ سبب جو مؤمن کے دل میں امید پیدا کرنے کا باعث ہے اور جس سے امید بڑھتی اور قوی ہوتی ہے یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کی رحمت کی وسعت کو پہچانے کیونکہ وہی تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا، سب کرم کرنے والوں سے بڑھ کر کرم کرنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں'': اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! (میری طرف سے کہہ دو) کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا، اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے''۔ (الزمر: ۵۳)

''اور فرشتے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور جو لوگ زمین میں ہیں ان کے لیے معافی مانگتے رہتے ہیں۔ آگاہ رہو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے'' (الشوریٰ: ۵)۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اگر تم (بالکل بھی) گناہ نہ کرو تو اللہ تمہیں ختم کردے اور تمہاری جگہ ایسی قوم پیدا کرے جو گناہ کرے اور اللہ سے مغفرت طلب کرے اور وہ ان کو معاف فرمادے۔'' (مسلم) اور حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جو شخص ایک نیکی کرے تو اس کے لیے دس کے برابر ثواب ہے یا اس سے بھی زیادہ اور جو شخص ایک بدی کرے اس کے لیے اسی ایک بدی کا گناہ ہے یا میں اسے معاف کردوں۔ اور جو میری طرف ایک ہاتھ بڑھا، میں اس کی طرف ایک بالشت بڑھوں گا۔ جو میری طرف ایک بالشت بڑھا، میں اس کی طرف ایک گز بڑھوں گا۔ جو میری طرف چلتا ہوا آئے گا، میں اس کی طرف دوڑتا ہوا آؤں گا۔ جو مجھ سے زمین کے برابر گناہ لیے ملے اس حالت میں کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرایا ہو تو میں اس سے (اس کے گناہ کے برابر) مغفرت لیے ملوں گا (مسلم)۔

اور حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم (جب) قیدیوں کو لیے (واپس مدینہ) آئے تو ان میں ایک عورت تھی جو دوڑتی پھرتی تھی۔ جب قیدیوں میں بچے کو دیکھتی تو اسے اٹھا لیتی اور اپنے ساتھ چپکا لیتی اور اسے اپنا دودھ پلاتی۔ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے خیال میں یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں ڈال سکتی ہے؟ ہم نے کہا اللہ کی قسم بالکل نہیں۔ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ اپنے بندوں پر اس عورت کی نسبت زیادہ رحم کرنے والا ہے (متفق علیہ)۔

اور حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو تخلیق کیا تو ایک کتاب میں لکھا جو اللہ کے پاس عرش پر ہے کہ میری رحمت میرے غضب پر غالب ہے۔ صحیحین میں ام المومنین حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معتدل رہو یا اس کے قریب تر رہو اور مسرور رہو، بے شک کسی آدمی

کو اس کا عمل جنت میں نہ لے کر جائے گا۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ کیا آپ کو بھی نہیں؟ فرمایا کہ مجھے بھی نہیں البتہ یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت سے ڈھانپ لے۔

صحیحین میں ہی حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ '' قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائیں گے یا آدم! وہ کہیں گے لبیک و سعدیک (کچھ میں والخیر فی یدیک کے الفاظ بھی ملتے ہیں) تو آواز آئے گی کہ اللہ کا تمہیں حکم ہے کہ اپنی اولاد میں سے آگ کے لیے ایک جماعت نکالو۔ وہ کہیں گے کہ یہ آگ کے لیے جماعت کیا ہے؟ اللہ کا جواب ہوگا کہ ہر ایک ہزار (۱۰۰۰) میں سے نو سو ننانوے (۹۹۹)۔ اس دن حاملہ اپنا حمل چھوڑ دے گی اور بچے بوڑھے ہو جائیں گے۔

اللہ سبحانہ تعالیٰ فرماتے ہیں: '' اور تو لوگوں کو مدہوش دیکھے گا حالانکہ وہ مدہوش نہ ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب ہی بڑا شدید ہوگا''۔ (الحج: ۲)

لوگوں پر یہ بات انتہائی بھاری ہوئی یہاں تک کہ ان کے چہرے متغیر ہو گئے۔ بعض روایات کے مطابق صحابہؓ نے پوچھا کہ وہ ایک ہم میں سے کون ہو سکتا ہے؟ تو ارشاد فرمایا کہ نو سو ننانوے (۹۹۹) یاجوج ماجوج میں سے اور ایک تم میں سے اور پھر تم لوگوں (کی تعداد) باقی لوگوں میں ایسی ہے جیسی سفید بیل میں کچھ کالے بال یا کالے بیل میں چند سفید بال۔ پھر فرمایا کہ اور مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت کا ایک چوتھائی ہو گے، تو ہم نے اللہ اکبر کہا۔ پھر فرمایا کہ یا اہل جنت کا ایک تہائی تو ہم نے اللہ اکبر کہا۔ پھر فرمایا کہ اہل جنت کے نصف تو ہم نے اللہ اکبر کہا (بخاری و مسلم) (یہ الفاظ بخاری کے ہیں)

جہاد کرتے ہوئے غلطی کرنا اور اللہ سے مغفرت کی امید رکھنا:

سابقہ کلام کو بھی ہم آج کے حالات اور جہاد کے رستے کے تناظر میں دیکھتے ہیں۔

اول یہ کہ بے شک وہ لوگ جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہیں اور اس بات میں لگے رہتے ہیں کہ ان کا جہاد اللہ کی شریعت کے مطابق ہو، جس کے لیے وہ جہاد کے احکام اور آداب سیکھتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں اور ہر نیا مسئلہ قابل اعتماد علما کے سامنے پیش کرتے ہیں، تو ان کے عمل کے بارے میں امید ہے کہ اللہ پاک ان کے عمل کو قبول فرمائیں گے اور ان کی غیر ارادی غلطیوں کے باوجود ان کا اجر ثابت رکھیں گے۔

چنانچہ زیر نظر آیت کے سبب نزول میں ہے کہ سریہ عبداللہ بن جحشؓ جس میں مسلمانوں نے ابن الحضرمی کو قتل کیا تھا اور مشرکوں نے مسلمانوں کو برا بھلا کہا تھا کہ یہ حرام مہینوں میں بھی جنگ لڑتے ہیں، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ '' آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے حرمت کے مہینہ میں لڑائی کرنے سے متعلق پوچھتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے کہیے کہ حرمت والے مہینے میں جنگ کرنا بہت بڑا گناہ ہے مگر اللہ کی راہ سے روکنا، اور اس سے کفر کرنا اور مسجد حرام سے روکنا اور وہاں کے باشندوں کو وہاں سے نکالنا اس سے بھی بڑے گناہ ہیں۔'' (البقرۃ: ۲۱۷)

اور صحابہؓ یہ سمجھتے تھے کہ اس مرتبہ کے لیے ان کو کوئی اجر نہیں ملے گا کیونکہ ان کو غلطی کا احتمال تھا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

امام طبریؒ اس آیت کی تفسیر میں عروہ بن زبیرؓ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں مختلف امور بیان فرمائے ہیں اور عبداللہ بن جحشؓ اور ان کے ساتھیوں کے ابن الحضرمی کے قتل کے معاملے میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر معاملہ آسان کر دیا۔ چنانچہ جب قرآن پاک کی یہ آیت نازل ہوئی تو عبداللہ بن جحشؓ اور ان کے ساتھیوں سے اضطراب کی کیفیت جاتی رہی اور وہ اجر و ثواب کی تمنا کرنے لگے۔

انہوں نے (رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کی کہ) یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم خواہش کریں کہ یہ لڑائی ہمارے لیے مجاہدین جیسے اجر والی بن جائے؟ تو اللہ عزوجل نے یہ (آیات) نازل فرمائیں۔

وہ سبب جو مؤمن کے دل میں امید پیدا کرنے کا باعث ہے اور جس سے امید بڑھتی اور قوی ہوتی ہے یہ ہے کہ بندہ اپنے رب کی رحمت کی وسعت کو پہچانے کیونکہ وہی تو سب رحم کرنے والوں سے زیادہ رحم کرنے والا، سب کرم کرنے والوں سے بڑھ کر کرم کرنے والا ہے۔

ترجمہ:" بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جہاد کیا وہی اللہ کی رحمت کے جائز امیدوار ہیں اور اللہ بے شک غفور اور رحیم ہے"۔

ابن قیم زاد المعاد میں لکھتے ہیں کہ مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیا اور دشمنوں میں انصاف سے فیصلہ کیا ہے اور اپنے اولیا کے حرام مہینوں میں جنگ لڑنے کے جرم سے ان کو بری الذمہ نہیں کیا بلکہ فرمایا کہ وہ بے شک بھاری چیز ہے اور تم اس کے سبب ان کو عیب لگاتے ہو تو وہ بے شک بھاری ہے مگر تم جو کفر کرتے ہو اور اللہ کے راستے اور بیت اللہ سے روکتے ہو اور مسلمانوں کو (مسجد حرام سے) نکالتے ہو جو اس کے اہل ہیں اور شرک بھی کرتے ہو اور اس کے سبب سے تمہارا فتنہ بھی ہے تو یہ سب اللہ کے ہاں ان کے حرام مہینوں میں قتال سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اکثر سلف یہاں فتنہ سے مراد شرک لیتے ہیں جیسا کہ آیت میں ہے۔

'' ان سے جنگ کرو حتیٰ کہ فتنہ باقی نہ رہے'' (البقرہ: ۱۹۳)

لہٰذا یہ کفار مذمت، برائی اور سزا کے زیادہ لائق ہیں، خصوصاً جبکہ اللہ کے اولیا اپنے قتال میں تاویل کیے ہوئے تھے یا ان سے ایسی خطا ہوئی جو ان کے توحید پرستی، اطاعت، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہجرت اور آخرت طلبی کے مقابلے میں قابل مغفرت ہے۔ (جاری ہے)

☆☆☆☆☆

(قسط اول)

اللہ کا ذکر

مولانا گوہر رحمٰن رحمۃ اللہ علیہ

ذکر کا لفظ عام معنوں میں تو قرآن مجید کے ۲۶۷ مقامات پر آیا ہے لیکن ''ذکر الٰہی'' کے معنوں میں اس لفظ کا ذکر ۵۸ مقامات پر ہوا ہے۔ اس تکرار و تذکار سے معلوم ہوتا ہے کہ دین اسلام میں ذکرِ الٰہی کوئی معمولی اور غیر اہم چیز نہیں ہے بلکہ بہت بڑی چیز ہے اور عبادات و حسنات کا سرچشمہ ہے۔ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ''یقیناً اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے'' (عنکبوت: آیت ۴۵)۔

یہی وجہ ہے کہ محدثین نے حدیث کی کتابوں میں ''ادعیہ اذکار'' کے بیان کے لیے مستقل ابواب قائم کیے ہیں اور اس موضوع پر مستقل کتابیں تصنیف کی ہیں۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحابؓ لوگوں کی تربیت و تزکیہ کے لیے دین کی تعلیم دیتے تھے اور ادعیہ و اذکار کی تلقین بھی کرتے تھے۔ اسی طرح امت کے علما و مشائخ ہر دور میں اپنے تلامذہ اور متعلقین کی تعلیم و تربیت اور اصلاح و تزکیہ کے لیے شریعت کی پابندی کی تاکید کرتے رہے ہیں اور ''ذکر و دعا'' کے اوروظائف بھی کرواتے رہے ہیں۔ دعوت و تبلیغ اور جہاد و قتال کے راہ نماؤں اور کارکنوں کے لیے ذکرالٰہی کی ضرورت و افادیت کم نہیں ہے بلکہ زیادہ ہے۔ اس لیے کہ دعوت و جہاد کے لیے صبر و ثبات ضروری ہے اور اس کے لیے ذکرِ الٰہی کا حکم دیا گیا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُواْ إِذَا لَقِيتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُواْ وَاذْكُرُواْ اللّهَ كَثِيراً لَّعَلَّكُمْ تُفْلَحُونَ (سورہ الانفال: ۴۵)

''اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو جب سامان کرو تم کسی مخالف فوج کا تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ''۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے:

ولا تتمنوا لقاء العدو واسئلوا الله العافية فاذا لقيتموهم فاثبتوا واذكروا الله فان اجلبوا وضبحوا فعليكم بالصمت (دارمی، کتاب السیر باب لاتتمنوا لقاء العدو)

''دشمن سے بھڑنے کی آرزو نہ کرو اور اللہ سے خیر و عافیت کا سوال کرو لیکن جب تمہارا سامنا اور مقابلہ دشمن سے ہو جائے تو پھر ثابت قدم رہو اور اللہ کو یاد کرو۔ اگر وہ تم پر حملہ آور ہو جائیں اور شور مچائیں تو تم خاموش رہو اور مقابلہ کرو''۔

ایک دوسری مرفوع حدیث میں آیا ہے کہ ان عبدی كل عبدی الذی يذكرنی وهو مناجز قرنه ای عندالقتال (سنن ترمذی **ابواب الدعوات بمعہ** تحفۃ الاحوذی ص ۴۰، ج ۱۰)

''میرا کامل بندہ ہو ہے جو مجھے اپنے مدمقابل دشمن سے لڑتے وقت بھی یاد کرتا ہو''۔

حضرت قتادہؓ مذکورہ آیت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

افترض الله ذكره عنداشغل ماتكونون عندالضراب بالسيوف (تفسیر ابن کثیر، سورہ الانفال: ۴۵)

''اللہ نے اپنا ذکر تمہاری مشغول ترین حالت یعنی تلواریں چلانے کے وقت بھی فرض کیا ہے''۔

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:

''اسی صبر و ثبات اور ذکر و طاعت کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کو شجاعت اور دلیری و بہادری میں وہ مقام ملا تھا جو ان سے پہلے کسی کو نصیب نہیں ہوا تھا اور نہ ان کے بعد کسی کو مل سکے گا۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت اور ان کی اطاعت کی وجہ سے تھوڑی سی مدت میں لوگوں کے دل بھی فتح کر لیے تھے اور شرق و غرب کے بہت سے اقالیم و ملک بھی فتح کر لیے تھے حالاں کہ ان کی تعداد دشمنوں کی فوجوں سے انتہائی کم تھی۔ روم، فارس، ترک، بربر، حبش، سوڈان، قبطی اور دوسری بہت سی قوموں کو صحابہ کرامؓ نے شکست دے کر اللہ کے دین کو باقی ادیان پر غالب کر دیا تھا اور اسلامی ریاست مشارق و مغارب میں پھیل چکی تھی اور یہ سارا کام ۳۰ سال سے کم مدت میں ہوا تھا۔ پس دعا ہے کہ اللہ ان سے راضی ہو جائے اور ان کو بھی خوش و خرم رکھے اور ہم ان کی جماعت میں قیامت کے روز شامل کرے۔ وہ بڑا کریم اور وہاب ہے''۔ (ابن کثیر، سورہ الانفال: ۴۵)

اس سے معلوم ہوا کہ مجاہدین فی سبیل اللہ کو ذکر الٰہی سے غفلت نہیں برتنی چاہیے بلکہ اس کا اہتمام کرنا چاہیے۔

ذکر الٰہی کی حقیقت:

ذکر کے معنی ہیں یاد کرنا اور ذکر الٰہی کے معنی ہیں اللہ کو یاد کرنا۔ عام طور پر لوگ ذکر اس کو کہتے ہیں کہ زبان پر حمد و تسبیح اور تکبیر و تہلیل کے کلمات جاری رہیں۔ اگر چہ زبان کو کلماتِ خبیثہ سے بچانے کے لیے اس پر کلمات جاری رہنا افادیت سے خالی نہیں لیکن ذکر الٰہی کے فوائد و ثمرات اسی وقت حاصل ہو سکتے ہیں جب یہ قلب کے حضور و شعور کے ساتھ کیا جائے۔ اگر دل میں دنیا ہو اور زبان پر حمد و ثنا ہو تو دل پر اس کا کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا

بر زبان تسبیح و در دل گاؤ خر
ایں چنیں تسبیح کے وارد اثر

ذکر الٰہی کی تین قسمیں ہیں: ذکر بالقلب، ذکر باللسان اور ذکر بالعمل۔ ان تینوں کے درمیان جب یک رنگی اور ہم آہنگی ہوگی تو اس صورت میں ذکر الٰہی تزکیہ نفوس اور اصلاح قلوب کے لیے شفا اور کیمیا ثابت ہوگا ورنہ دل کی بیماریوں میں مزید اضافہ ہوتا رہے گا۔

ان اقسام ثلاثہ کی مختصر تشریح درج ذیل ہے۔

ذکر بالقلب:

ذکر قلبی یہ ہے کہ دل میں اللہ کی معرفت و خشیت، خوف و رجا اور عظمت و محبت

حضوروشعور کے ساتھ موجود ہو۔قلب سلیم کی یہی صفات ذکر الٰہی کا منبع اور سرچشمہ ہیں۔ان صفات وکیفیات سے عاری اور غفلت کے پردوں میں لپٹا ہوا دل نہ اللہ کے قہر وغضب سے ڈرتا ہے اور نہ اس کی رحمت کے حصول کی طرف مائل ہوتا ہے۔نہ اس میں سوز وگداز پیدا ہوتا ہے اور نہ اس کے اندر عبادت کا شوق وذوق پیدا ہوتا ہے۔غفلت وقسوت دل کی بیماری ہے، جو نیکی اور بھلائی کے راستوں کو بند کر دیتی ہے اور شیطانی راستوں کو کھول دیتی ہے۔ذکرِ الٰہی سے غافل دل کے اندر شیطان آسانی اور آزادی کے ساتھ آکر بیٹھ جاتا ہے اور انسان کو عبادت وطاعت سے روکنے اور بغاوت ومعصیت کے راستوں پر چلانے کی کوشش کرتا ہے۔شیطانی الہام کو وہی دل قبول کرتے ہیں جو اللہ کی یاد سے خالی ہوں اور غفلت کے پردوں میں لپٹے ہوئے ہوں اور رحمانی الہام انہی دلوں کے اندر راستہ پاتا ہے جو ذکرِ الٰہی کے نور سے منور ہوں۔دل اور زبان کی یک رنگی اور ہم آہنگی کے ساتھ شعوری ذکر ہی وہ حقیقی ذکر ہے جو دلوں کو نورانی بناتا ہے، ایمان کو بڑھاتا ہے، نفسانیت کے پردوں کو ہٹاتا ہے، اللہ کے حصول کے لیے ہر مشکل آسان بنا دیتا ہے اور شہادت فی سبیل اللہ کو مومن کی آرزو بنا دیتا ہے۔یہی وہ ''ذکرِ قلبی'' ہے جس کو جہاد سے بھی افضل قرار دیا گیا ہے اور جس کو قرآن کریم میں بہت بڑی چیز کہا گیا ہے: ولذکر اللہ اکبر۔باقی رہا صرف زبانی ذکر، تو وہ انسان کو برائیوں سے روکنے اور بھلائیوں کو اختیار کرنے میں موثر اور مفید ثابت نہیں ہو سکتا۔ابن عطیہ غرناطیؒ (متوفی ۵۴۱ھ) فرماتے ہیں:

والذکر النافع ہو مع العلم واقبال القلب وتفرعه الا من الله وتعالیٰ و اماما لا يتجاوز اللسان ففي رتبه اخرىٰ (المحرر الوجيز لابن عطيه، ص ۴۰۰، ج ۱۱۔ سورۂ عنکبوت: ۴۵)

''نفع پہنچانے والا ذکر وہی ہے جو علم، توجہ اور اللہ کے سوا دوسرے خیالات سے دل کی فراغت کے ساتھ کیا جائے اور جو زبان سے نیچے نہ اترتا ہو، اس کا مرتبہ الگ ہے''۔

یعنی جب الفاظ کے معنی ومفاہیم دل میں مستحضر ہوں اور اللہ ہی کی جانب دھیان اور توجہ ہو تو ایسا ذکر دلوں کو روحانی زندگی دیتا ہے مگر جو ذکر زبان کو تو حرکت میں رکھتا ہو مگر دلوں کو متوجہ اور متحرک نہ کرتا ہو، اس کا مرتبہ بہت پیچھے اور نیچے ہے۔اس قسم کا رسمی ذکر ''اکبر'' نہیں بلکہ ''اصغر'' ہے۔امام نوویؒ (متوفی ۶۷۶ھ) ذکر کی حقیقت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''ذکر سے مراد حضورِ قلبی ہے۔پس چاہیے کہ ذاکر کا یہی حضورِ قلبی مقصود ہو اور اسی حضورِ قلب کے حصول کے لیے حریص ہو۔زبان سے جو ذکر کرتا ہو اس کے معنوں میں غور وفکر کرے اور اسے سمجھنے کی کوشش کرے اس لیے کہ ذکر کے الفاظ میں تدبر کرنا اسی طرح مطلوب ہے جس طرح قرآن کے الفاظ میں تدبر کرنا مطلوب ہے کیوں کہ دونوں میں اصل مقصود معنی ہے'' (الاذکار للنووی، طبع ریاض، ص ۳۴)۔

اللہ تعالیٰ دل کی آواز کو بھی سنتا ہے اور زبان کی آواز کو بھی سنتا ہے مگر اس کے نزدیک قدر وقیمت اور قبولیت دل کی آواز کو حاصل ہے اس لیے کہ زبان کی آواز کو تو قبولیت کا مقام اس وقت حاصل ہوتا ہے جب وہ دل کی آواز سے ہم آہنگ ہو اور اس کی ترجمان ہو۔یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غفلت ونسیان سے روکا ہے اور اسے دل کی بہت بڑی بیماری قرار دیا ہے۔

وَاذْكُر رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ تَضَرُّعاً وَخِيفَةً وَدُونَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالآصَالِ وَلاَ تَكُن مِّنَ الْغَافِلِينَ (سورہ الاعراف: ۲۰۵)

''اپنے رب کو دل میں یاد کرتے رہو، عاجزی اور خوف کے ساتھ اور جہر سے کم آواز کے ساتھ، صبح اور شام کو اور نہ ہونا غفلت کرنے والوں میں سے''۔

فی نفسک اور دون الجھر من القول کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ مطلوب و ماموروہ ذکر ہے جو قلب ولسان دونوں سے کیا جائے اور زبان سے جو کہا جائے اس کا استحضار دل میں موجود ہو۔غفلت، بے خبری اور عدم توجہ کو کہا جاتا ہے کہ زبان سے جو بات نکلے، دل کو اس کی خبر ہی نہ ہو کہ کیا کہا گیا ہے۔ایک حدیث میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ غافل دلوں کی زبانی دعا قبول نہیں کرتا۔قرآن میں کہا گیا ہے:

وَلَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَن ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَكَانَ أَمْرُهُ فُرُطاً (سورہ الکہف: ۲۸)

''اور اس شخص کی بات نہ مانو جس کے دل کو ہم نے اپنے ذکر سے غافل کر دیا ہے، وہ اپنی خواہش کا تابع ہے اور اس کے کام حد سے زیادہ نکلے ہوئے ہیں''۔

اس آیت سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ہوائے نفس کی پیروی کرنے اور حد سے تجاوز کرنے سے وہ لوگ محفوظ نہیں رہ سکتے جن کے دل اللہ کی یاد سے غافل ہوں۔ذکر قلبی کے بغیر صرف زبانی ذکر انسان کو حدود اللہ کو توڑ کر آگے نکلنے سے نہیں بچا سکتا۔

غفلت اور نسیان کے خطرناک نتائج سے خبردار کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللَّهَ فَأَنسَاهُمْ أَنفُسَهُمْ أُوْلَئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ (سورہ الحشر: ۱۹)

''اور نہ بنو ان لوگوں کی طرح جو اللہ کو بھول چکے ہیں تو اللہ نے بھی انہیں بھلا دیا ہے ان سے اپنے ہی نفسوں کو۔یہی لوگ فاسق ہیں''۔

اللہ کو بھولنے سے مراد یہ ہے کہ ان کے دل کو اللہ کی یاد سے غافل کر دیا گیا ہے اور وہ اپنی تباہی کا گڑھا خود ہی کھود رہے ہیں مگر جانتے نہیں ہیں کہ یہ ہماری تباہی وبربادی کا راستہ ہے۔

ذکر باللسان:

ذکرِ الٰہی کا لفظ زبانی ذکر کے معنوں میں کثیر الاستعمال ہے۔زبان جب اللہ کے اسماءِ حسنیٰ، اس کی حمد وتسبیح اور تکبیر وتہلیل کے کلماتِ طیبہ سے تر وتازہ رہے تو اس کے اثرات دل پر مرتب ہوتے ہیں۔کلماتِ طیبہ کے دلوں پر اچھے اور پاکیزہ اثرات پڑنا اور کلماتِ خبیثہ کے برے اثرات پڑنا ایک نفسیاتی حقیقت ہے جس سے انکار کرنا حقیقت کو جھٹلانا ہے۔جس کا نام زبان پر بار بار جاری رہتا ہو وہ دل ودماغ میں ہر وقت مستحضر رہتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ قرآن میں ہدایت کی گئی ہے:

وَلِلَّهِ الأَسْمَاء الْحُسْنَى فَادْعُوهُ بِهَا (سورہ الاعراف: ۱۸۰)

''اور اللہ ہی کے لیے ہیں اچھے نام پس پکارو اللہ کو ان کے ناموں سے''۔

اللہ تعالیٰ کے اسماوصفات کا ذکر قبولیت دعا کا وسیلہ بھی ہے اور نزول رحمت و

سکینت کا ذریعہ بھی۔ اسماءِ حسنیٰ میں سے بعض ناموں کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب ان کے وسیلے سے دعا کی جائے تو قبولیت کی زیادہ امید کی جاسکتی ہے۔ ان اسما کو حدیث میں اسم اعظم کہا گیا ہے۔ سنن ترمذی اور سنن ابوداؤد کی احادیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے درج ذیل اذکار کو وہ اسم اعظم کہا ہے جس سے جب دعا کی جائے تو قبول ہوتی ہے اور جب اس کے وسیلہ سے کچھ مانگا جائے تو اللہ تعالیٰ عطا فرما دیتا ہے۔

اَنْتَ اللّٰهُ لَااِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِی لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ" تو ہی اللہ ہے، نہیں ہے کوئی معبود تیرے سوا، تو یکتا و تنہا ہے، تو ہی بے نیاز خدا ہے جس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے اور نہیں ہے اس جیسا کوئی بھی"۔

لَكَ الْحَمْدُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْحَنَّانُ الْمَنَّانُ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ يَاحَيُّ يَاقَيُّوْمُ اَسْئَلُكَ " تیرے ہی لیے ہیں ساری تعریفیں، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو بڑا مہربان اور بہت زیادہ احسان کرنے والا ہے، تو ہی آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے، اے جلال و احسان والے! اے ہمیشہ زندہ رہنے والے اور اے سارے جہاں کا انتظام کرنے والے رب! میں تجھ ہی سے مانگتا ہوں"۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ " اور تمہارا ایک ہی معبود ہے، اس کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں ہے۔ وہ بڑا مہربان اور ہمیشہ مہربان ہے۔ اللہ کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں ہے، وہ ہمیشہ زندہ ہے ور سارے عالم کا سنبھالنے والا ہے"۔

اسم اعظم کے بارے میں عوام اور اسرائیلی روایات میں بہت سی بے سروپا باتیں مشہور ہوگئی ہیں کہ یہ جسے یاد ہو وہ مافوق الفطرت قوت کا مالک بن جاتا ہے اور اس کے ذریعے وہ آسمان تک پہنچ سکتا ہے۔ مذکورہ احادیث اور اس مضمون کی دوسری احادیث میں اس خبط و وہم کی تردید ہوجاتی ہے۔ اس لیے کہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اسم اعظم سے مراد اللہ کے وہ نام ہیں جن میں اس کی توحید و الوہیت بیان ہوئی ہے۔ اس کے ذریعے کوئی شخص غیبی اور تکوینی قوت کا حامل نہیں بن سکتا۔ البتہ اس کے وسیلہ سے کی گئی دعا کی قبولیت کا زیادہ امکان ہے۔ ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اسم اعظم کوئی راز نہیں ہے جو خاص قسم کے لوگوں ہی کو معلوم ہو بلکہ یہ ایک ذکر ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو بتا دیا ہے اور اس کی خاصیّت یہ بیان فرمائی ہے کہ اس کے وسیلے سے جو دعا کی جائے وہ قبول ہوتی ہے۔ امام طحاویؒ (متوفی ۳۲۱ھ) نے سند کے ساتھ امام ابوحنیفہؒ کا قول نقل کیا ہے کہ اسم اللہ عزوجل الاکبر ھو اللہ "اللہ عزوجل کا بڑا نام (اسم اعظم) "اللہ" ہے"۔ طحاویؒ نے آثار واحادیث کی بنیاد پر اسی قول کو ترجیح دی ہے کہ اسم اعظم "اللہ" ہے۔ علامہ طرطوسی اندلسیؒ (متوفی ۵۲۰ھ) نے لکھا ہے کہ اکثر علما کا قول یہی ہے کہ اسم اعظم باری تعالیٰ کا اسم ذاتی ہے یعنی "اللہ"۔ انہوں نے امام ابوحنیفہؒ (متوفی ۱۵۰ھ)، عبداللہ بن مبارکؒ (متوفی ۱۸۱ھ)، اور سہل بن عبداللہ تستریؒ (متوفی ۲۸۳ھ) کے اقوال بھی اسی طرح نقل کیے ہیں کہ اسم اعظم سے مراد "اللہ" ہے۔ (الدعاء الماثور وآدابہ للطرطوشیؒ طبع بیروت، ۱۹۸۸ء ص ۹۶-۹۷)

خالق کائنات کے اس اسم اعظم یعنی "اللہ" کا ذکر قرآن کریم کے ۲۶۹۸ مقامات پر ہوا ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ لا یزن مع اسم اللہ شئی اور ترمذی کی "حدیث البطاقہ" میں لا یثقل مع اللہ شئی کے الفاظ آئے ہیں، یعنی "اللہ" کے نام کے مقابلے میں کوئی چیز بھاری اور وزنی نہیں ہوسکتی"۔ خلاصہ یہ کہ جن کلمات میں اللہ کی توحید و الوہیت بیان ہوئی ہو اور جو اس کی کبریائی اور شرک اور عیب سے پاکی پر دلالت کرتے ہوں، وہی اسم اعظم ہیں اور وہی سب سے بہتر ذکر الٰہی ہیں۔

صحیح مسلم میں سمرہ بن جندبؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "بہترین اور اللہ کو سب سے محبوب کلمات ہیں۔ سبحان اللہ (اللہ ہر عیب اور شرک سے پاک ہے)، الحمد للہ (الوہیت کی کل صفات اللہ ہی کے لیے ہیں)، لاالہ الااللہ (اللہ کے سوا دوسرا کوئی معبود نہیں)، اللہ اکبر (اللہ سب سے بڑا ہے)۔ (مسلم)

ان چاروں کلمات میں باری تعالیٰ کی توحید و تکبیر اور تسبیح و حمد بیان ہوئی ہے۔ یہ اللہ کے دربار میں بہترین اور پسندیدہ ترین کلمات ہیں اور ان کا ذکر، اسم اعظم ہے۔ مسلم ہی میں ابوہریرہؓ سے مروی ایک دوسرا قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم آیا ہے:" سبحان اللہ، الحمد للہ، لا الہ الا اللہ اور اللہ اکبر کا ایک مرتبہ کہنا مجھے ہر اس چیز سے زیادہ محبوب ہے جس پر سورج طلوع ہوتا ہے"۔

ترمذی کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ ان چار کلمات کا ذکر گناہوں کو اس طرح جھاڑ دیتا ہے جس طرح درخت کے سوکھے پتوں کو لاٹھی کی ایک ضرب جھاڑ دیتی ہے۔ یہی وہ کلمات ہیں جن کو ہر نماز کے بعد پڑھنے والے کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ ناکام و نامراد نہیں رہے گا اور اس کے گناہ بخش دیے جائیں گے، اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کی طرح بہت زیادہ ہوں (یعنی صغیرہ گناہ)۔ انہی کلمات کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقرا کو کہا تھا کہ اگر تم ان کو ہر نماز کے بعد پڑھتے رہو تو تم صدقہ دینے والے اور غلام آزاد کرنے والے اغنیا کے ساتھ درجے میں برابر ہوجاؤ گے۔ اور یہ وہ کلمات ہیں جن کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی حضرت فاطمہؓ اور ان کے شوہر حضرت علیؓ کو ہدایت کی تھی کہ جب تم سونے لگو تو ان کو پڑھ کر سوجاؤ۔ طریقہ یہ بتایا گیا کہ ۳۳ مرتبہ سبحان اللہ، ۳۳ مرتبہ الحمدللہ اور ۳۴ مرتبہ اللہ اکبر۔ ایک حدیث میں ۱۱، ۱۱ مرتبہ آیا ہے۔ دوسری حدیث میں ۱۰، ۱۰ مرتبہ پڑھنے کا ذکر آیا ہے اور ایک اور حدیث میں ۲۵ بار لا الہ الا اللہ پڑھنے کا ذکر ہوا ہے۔ یہ سب طریقے مسنون ہیں۔ ہر شخص اپنی فراغت اور سہولت کے مطابق جو عدد بھی اختیار کرنا چاہے اختیار کرسکتا ہے۔ مذکورہ کلماتِ اربعہ میں سے لا الہ الا اللہ کی فضیلت سب سے زیادہ اس لیے ہے کہ باقی تینوں کلمات کا مفہوم بھی اس میں آجاتا ہے۔ جب غیرُ اللہ سے الوہیت و معبودیت کی نفی کی جاتی ہے تو اس کے ضمن میں یہ بات خود بخود آجاتی ہے کہ اللہ ہر عیب سے پاک ہے، تمام صفات کمال سے متصف ہے اور اپنی ذات و صفات میں سب سے بڑا ہے۔ اسی خاصیّت اور جامعیت کی وجہ سے اس کو افضل الذکر کہا گیا ہے:

حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بہترین ذکر لا الہ الا اللہ ہے" (ترمذی)۔

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

آخری قسط

ایک ہاتھ میں تلوار، ایک ہاتھ میں قرآن......!

استاد احمد فاروق

٦۔ جہاد......شریعت کے گمشدہ ابواب کے احیاء کا ذریعہ

جہاد شریعت کے بہت سے گمشدہ احکامات اور بہت سی مردہ سنتیں زندہ کرنے کا وسیلہ ہے۔اس پہلو سے جائزہ لیں تو بلاشبہ حیرت ہوتی ہے کہ گزشتہ تین دہائیوں میں جہاد کے ذریعے احیائے دین کا کیسا عظیم کام انجام پایا ہے:

☆ روس کے خلاف جہاد کے ذریعے ۵۰ سے زائد ریاستوں میں تقسیم امت میں ......ایک امت ہونے کا عقیدہ وشعور زندہ ہوا؛ طاغوت کے انکار کا درس تازہ ہوا؛ اشتراکیت کا کفر عیاں ہوا، ملکی سرحدات، ویزہ و پاسپورٹ اور بین الاقوامی قانون کی شرعی حیثیت پر بحث کھلی اور ان کا شریعت سے تضاد واضح ہوا؛ جہاد اور اس سے متعلقہ ہزارہا شرعی مسائل دوبارہ سے علمی وعملی میدان میں زندہ ہوئے؛ امت کے لاکھوں نوجوان اپنی زندگی کے اصل مقصد اور دین کے اصل مزاج سے روشناس ہوئے اور ایمان اور تلوار کے زور سے غلامی کی زنجیریں توڑنے اور نظامِ خلافت قائم کرنے کا جذبہ ان میں پیدا ہوا۔

☆ پھر اللہ کے احسانِ خاص سے جہاد ہی کے ذریعے امارتِ اسلامیہ افغانستان قائم ہوئی۔ یوں امتِ مسلمہ نے خلافتِ عثمانیہ کے سقوط کے بعد پہلی مرتبہ شرعی نظام کی بہاریں دیکھیں۔اس نظام کے قیام سے شریعت کے کتنے ہی معطل پڑے ہوئے احکام تقریباً پون صدی کے وقفے کے بعد دوبارہ نافذ ہوئے۔حدود وتعزیرات، باغیوں کے خلاف جہاد، امر بالمعروف و نہی عن المنکر، اہلِ حل وعقد وشوریٰ، انتخابِ امیر، سمع وطاعت، شرعی قضا، صلح ومعاہدات، اسلامی معیشت، بیت المال اور سیاستِ شرعیہ سمیت کتنے ہی ابوابِ شریعت کا احیاء ہوا۔

☆ پھر گیارہ ستمبر کی مبارک کارروائیوں اور ان کے بعد سے امریکہ و یورپ کے خلاف جاری جہاد کے ذریعے فدائی حملوں کی مبارک سنت زندہ ہوئی، اہلِ ایمان سے محبت وموالات اور کفار سے بغض وبرأت جیسے اساسی عقیدے کا احیاء ہوا، مسلمانوں پر مسلط حکمرانوں کی غداریوں کے سبب ارتداد کا مکمل باب دوبارہ سے کھلا، جمہوریت کا بت ٹوٹا، سرمایہ دارانہ نظام کی حقیقت واضح ہوئی، امریکہ اور مغربی تہذیب کے حقیقی دجالی چہرے پر سے پردہ اٹھا، شریعت سے ہٹ کر فیصلہ کرنے اور غیر شرعی قانون سازی کرنے کی حیثیت زیرِ بحث آئی، قومی، وطنی، لسانی، تنظیمی اور مسلکی تعصّبات اور فروعی اختلافات سے بالاتر ہو کر عقائدِ اہل سنت والجماعت پر مجتمع ومتحد ہونے اور اپنی ساری توانائیاں کفر کی شوکت توڑنے اور شرک وکفر مٹانے پر مرکوز کرنے کے مواقع میسر آئے۔

الغرض، جہاد کی یہ ساری برکات نگاہوں میں ہوں تو کوئی مخلص داعی کبھی لحہ بھر بھی جہاد وقتال سے پیچھے رہنا قبول نہ کرے گا بلکہ اتباعِ سنت، ادائے فرض اور توسیعِ دعوت کی خاطر بلا تاخیر میدانِ قتال کا رخ کرے گا۔اللہ ہمارے ہر داعی ومبلغ کو، ہر عالم وخطیب کو راہِ خدا میں لڑنے والا مجاہد بننے کی توفیق دیں، آمین!

ہر مجاہد......داعی بن جائے

اس پوری بحث کا ایک اور پہلو بھی ہے، جو اپنی اہمیّت کے اعتبار سے کسی طرح کم نہیں۔جس طرح ہر داعی کو چاہیے کہ وہ مجاہد فی سبیل اللہ بنے، اسی طرح ہر مجاہد کو بھی چاہیے کہ وہ داعی الی اللہ بن جائے۔میدانِ جہاد میں موجود ہر ساتھی کو یہ امر ذہن میں تازہ کر لینا چاہیے کہ اس کا جہاد وقتال نہ کسی غم وغصّے کے اظہار کے لیے ہے، نہ محض کسی سے انتقام لینے کی خاطر۔دھماکے اور تباہی، قتل وخونریزی بذاتِ خود مقصود نہیں، مقصود تک پہنچنے کے وسائل ہیں۔مقصود کیا ہے، یہ مندرجہ ذیل حدیثِ مبارکہ سے واضح ہوتا ہے۔خیبر کے دن جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو لشکر کا علم تھمایا تو آپؓ نے پوچھا:

ہماری جنگ دعوت الی اللہ کے لیے ہے......جب کوئی شخص یہ دعوت قبول کرلے تو ہماری اس سے لڑائی ختم ہو جاتی ہے، اس کے پچھلے سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔

”أقاتلهم حتى يكونوا مثلنا“؟

”کیا میں ان کے خلاف اس لیے قتال کروں کہ وہ ہمارے جیسے ہی ہو جائیں (یعنی مسلمان ہو جائیں)“؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”انفُذ على رسلِك حتى تنزل بساحتهم ثم ادعهم إلى الإسلام وأخبرهم بما يجب عليهم، فوالله لأن يهدي الله بك رجلا خير لك من أن يكون لك حُمرُ النَّعَم“۔

”عجلت پسندی کے بغیر تیزی سے جاؤ یہاں تک کہ تم ان کی زمین کو جا پہنچو، پھر انہیں اسلام کی دعوت دو اور انہیں بتاؤ کہ ان پر (اللہ کے) کیا حقوق بنتے ہیں......اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ کا تمہارے ذریعے کسی ایک فرد کو ہدایت دے دینا تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ تمہیں سرخ اونٹ ملیں۔“

(صحيح البخاري، باب فضل من أسلم على يديه رجل)

ملا علی قاری رحمہ اللہ اس حدیث کی تشریح میں لکھتے ہیں:

”قال الطيبي: كأنه صلى الله عليه وسلم استحسن قوله: ((أقاتلهم

حتی یکونوا مثلنا؟)) واستحمده علی ما قصده من مقاتلته إیاهم حتی یکونوا أمثالنا مهتدین إعلاء لدین اللہ، و من ثم حثه النبي صلی اللہ علیه وسلم علی ما نواه بقوله: ((فواللہ لأن یهدي اللہ بک رجلاً واحدًا خیر لک من أن یکون لک حمر النعم))۔......إلی أن قال:......إن إیجاد مؤمن واحد خیر من إعدام ألف کافر علی ما صرح به ابن الهمام في أول کتاب النکاح "۔

"امام طیبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سوال: ((کیا میں ان کے خلاف اس لیے قتال کروں کہ وہ ہمارے جیسے ہی ہو جائیں؟)) کی تحسین فرمائی اور آپؓ کی اس نیت کی تعریف فرمائی کہ کفار کے خلاف اس لیے قتال کیا جائے کہ وہ ہماری طرح ہدایت یافتہ ہو جائیں، تاکہ اللہ کا کلمہ سربلند ہو سکے۔ اسی لیے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اس نیت پر مزید ابھارتے ہوئے فرمایا: ((اللہ کی قسم، اللہ تعالیٰ کا تمہارے ذریعے کسی ایک فرد کو ہدایت دے دینا تمہارے لیے اس سے بہتر ہے کہ تمہیں سرخ اونٹ ملیں))۔

......پھر آگے چل کر آپ لکھتے ہیں:......بلاشبہ ایک مسلمان کا وجود میں آنا، ہزار کافروں کے مارے جانے سے بہتر ہے، جیسا کہ علامہ ابنِ ہمام رحمہ اللہ نے کتاب النکاح کے ابتداء میں تصریح کی ہے"۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، باب مناقب علی بن أبي طالب رضي اللہ عنه)

پس ہر مجاہد اپنے ذہن میں یہ نیت تازہ کرلے۔ ہم قتال اسی لیے کرتے ہیں کہ اللہ راضی ہو، اللہ کا کلمہ سربلند ہو، اللہ کے دین کی دعوت پھیلے، کفار و فجار اسلام قبول کرلیں، امت میں شامل ہو جائیں، جہنّم سے بچ جائیں، جنت میں جگہ پائیں۔ پس ان میں سے جو شخص بھی اسلام لے آئے، ہم اس کے بھائی ہیں اور وہ ہمارا۔ بش یا اوباما بھی توبہ کر کے اسلام قبول کرلیں تو ہم اپنی ساری رنجشیں ایک طرف رکھ کر انہیں سینے سے لگائیں گے۔ مومن تو اتنا وسیع الصدر ہوتا ہے، اتنا بے غرض و بے لوث اور اپنے مالک کا اتنا مطیع ہوتا ہے کہ جب کوئی اس کے مالک کا حق ادا کرنے پر تیار ہو جائے تو وہ " فَخَلُّوا سَبِيلَهُم" پر عمل کرتے ہوئے بلاچون وچراں رستہ چھوڑ دیتا ہے۔ اور کیسے نہ چھوڑے جبکہ اس کے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے محبوب چچا کے قاتل وحشی رضی اللہ عنہ کو معاف کیا، چچا کا کلیجہ چبانے والی ہندہ رضی اللہ عنہا کو معاف کیا، احد کے دن پہاڑی درّے پر حملہ کر کے دسیوں مسلمانوں کو شہید کرنے والے خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کو معاف کیا، بدر و احد سمیت ہر اہم جنگ میں لشکرِ کفر کی قیادت کرنے والے حضرتِ ابو سفیان رضی اللہ عنہ کو معاف کیا، اور صرف معاف انہیں ہی نہیں ان کے گھر میں پناہ لینے والے ہر فرد کو معاف کر دیا، پورے مکی دور میں گالیاں دینے، مذاق اڑانے، اذیتیں پہنچانے والے مشرکین کو مکمل غلبہ وقدرت پالینے کے بعد حرمِ مکہ میں کھڑے ہو کر کہا کہ:

"((لا تثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم و هو أرحم الراحمین))، إذهبوا فأنتم الطلقاء"۔

"آج تم پر کوئی پکڑ نہیں، اللہ تمہیں معاف کرے اور وہ سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے، جاؤ، تم سب آزاد ہو"۔

(سنن البیهقي الکبریٰ، باب فتح مکة حرسها اللہ تعالیٰ)

پس ہماری جنگ دعوت الی اللہ کے لیے ہے......جب کوئی شخص یہ دعوت قبول کرلے تو ہماری اس سے لڑائی ختم ہو جاتی ہے، اس کے پچھلے سارے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ اپنے اسلام لانے کا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اپنا دایاں ہاتھ آگے بڑھائیے، میں آپ کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"ما لَکَ یا عَمْرو"؟

"اے عمرو! تجھے کیا ہوا"؟

تو میں نے کہا:

"أردت أن أشترط"۔

"میں کچھ شرط رکھنا چاہتا ہوں"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تشترط بماذا"؟

"کیا شرط رکھنا چاہتے ہو"؟

میں نے کہا:

"أن یُغفر لي"۔

"کہ میری (مکمل) مغفرت کردی جائے"۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"أما علمت أن الإسلام یهدم ما کان قبله وأن الهجرة تهدم ما کان قبله......"

"کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے......"۔ (صحیح المسلم، باب کون الإسلام یهدم ما کان قبله وکذا الهجرة)

پس ان دونوں امور میں کوئی تضاد نہیں کہ ہم کفار کے خلاف قتال کے لیے میدان میں نکلیں، جب تک وہ اپنے کفر و سرکشی پر قائم ہیں ہم ان سے بغض وعداوت پر قائم رہیں......اور ساتھ ہی ساتھ ہمارے دلوں

ہر داعی کو چاہیے کہ وہ مجاہد فی سبیل اللہ بنے، اسی طرح ہر مجاہد کو بھی چاہیے کہ وہ داعی الی اللہ بن جائے۔ میدانِ جہاد میں موجود ہر ساتھی کو یہ امر ذہن میں تازہ کر لینا چاہیے کہ اس کا جہاد وقتال نہ کسی غم و غصّے کے اظہار کے لیے ہے، نہ محض کسی سے انتقام لینے کی خاطر۔

میں ان کی ہدایت کا جذبہ ہو، انہیں جہنّم سے بچانے کی تڑپ ہو۔ ہماری تلوار بھی ان کے لیے رحمت ہے۔ جو کفار سرکشی و طغیان سے باز نہ آئیں یہ تلوار انہیں مزید سرکشی کا موقع نہیں دیتی تا کہ وہ جہنّم کے کسی مزید نچلے درجے کے مستحق نہ بنیں۔ جو کفار سلیم الفطرت ہوں، یہ تلوار ان کے اور ہمارے درمیان حائل رکاوٹیں دور کرتی ہے تا کہ اسلام کی اصل دعوت ان تک آزادانہ پہنچ پائے اور وہ اسلام میں داخل ہو جائیں۔ پس ہر مجاہد اپنے سینے میں کفار کی ہدایت کا یہ جذبہ زندہ کرے۔

دعوت کی خاطر قتال کرنے کے عملی تقاضے

جب یہ امر ذہنوں میں راسخ ہو کہ قتال فی سبیل اللہ سے دعوت الی اللہ ہی مقصود ہے تو اس کے اثرات مجاہدین کی تمام تر منصوبہ بندی، ترجیحات، عسکری کارروائیوں کی ترتیب اور اہداف کے چناؤ میں بھی واضح نظر آئیں گے۔ پھر کئی ایسے اہداف جو اصولی اعتبار سے شرعاً جائز ہیں، ان سے محض دعوتِ دین کی مصلحت کی خاطر اور عوام الناس کو دین اور جہاد سے قریب لانے کی غرض سے ہاتھ روک لیا جائے گا۔ اسی طرح بہت سی ایسی کارروائیاں جن کا کیا جانا عسکری اعتبار سے ناگزیر ہو، ان کے فلم بند مناظر نشر کرنے سے محض اس لیے اجتناب کیا جائے گا کہ ان کی تشہیر سے دعوتی میدان میں مفاسد سامنے آئیں گے اور معاشرے کے عام لوگ علمِ دین کی کمی اور حقائق سے دوری کے سبب ان سے منفی تاثر لیں گے۔

اسی طرح، جب قتال سے دعوت ہی مقصود ہو، تو ایسے اہداف کو بھی نشانہ بنایا جائے گا جو اگرچہ مجاہدین کی راہ میں براہِ راست رکاوٹ نہ ہو، لیکن معاشرے میں دعوتِ دین پھیلنے میں حائل ہوں اور کفر و شرک اور بے دینی پھیلانے کا باعث ہوں۔ چنانچہ علمائے کرام سے فتویٰ لینے کے بعد کفر و شرک کے علانیہ مظاہر کو منہدم کیا جائے گا، بدعات کو بزور روکا جائے گا، منکرات اور فحاشی و عریانی کو فروغ دینے والے اداروں، بالخصوص ذرائع ابلاغ کو نشانہ بنایا جائے گا، علمائے کرام، مدارسِ دینیہ اور دینی جماعتوں کے لیے خطرہ بننے والے منظّم گروہوں، جماعتوں، طبقات و شخصیات سے نمٹا جائے گا، گستاخانِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور گستاخانِ کتابِ الٰہی کے سر کاٹے جائیں گے، گستاخانِ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کی بد بخت زبانوں کو لگام ڈالی جائے گی......الغرض ہر وہ کام کیا جائے گا جس سے دین مضبوط ہو، اس کی دعوت عام ہو اور کفر و شرک کی جڑ کٹ جائے!

نیز جب قتال کا مقصد و محور دعوت کا فروغ اور دین کا قیام ہو تو مجاہدین اس امر پر خاص توجہ دیں گے کہ جن جن علاقوں میں انہیں تسلط اور قوت میسر ہے اور جہاں جہاں ان کی مناسب تعداد موجود ہے......وہاں ہر مجاہد اٹھتے بیٹھتے اپنے قول و عمل سے دین کی دعوت دے، اتباعِ شریعت کی طرف بلائے، امر بالمعروف کرے، نہی عن المنکر کرے اور تبلیغِ دین کا کوئی موقع ہاتھ سے نہ جانے دے۔ اسی طرح ایسے ہر خطے میں مجاہدین شرکیات و بدعات کا قلع قمع کرنے اور توحید کو عام کرنے پر خاص توجہ دیں گے، شرکِ قبور اور جاہلانہ پیر پرستی کو برداشت نہ کریں گے، شرکیہ اور مہمل کلمات پر مشتمل تعویذات سمیت تمام متفق علیہ بدعات کو مٹائیں گے اور عقائد کی اصلاح پر خاص زور دیں گے۔ اسی طرح وہ تمام منکرات جو ایسے معاشروں میں موجود ہوں...... مثلاً عورتوں کو میراث میں حصّے سے محروم کرنا، شرعی پردے کا اہتمام نہ کرنا، منشیات استعمال کرنا، موسیقی سننا، ٹی وی اور فلمیں دیکھنا، شریعت کی بجائے مقامی رواج کے مطابق فیصلے کرنا، حیلۂ اسقاط استعمال کرنا، داڑھی منڈوانا، شلوار ٹخنوں سے نیچے رکھنا، طاغوتی فوج یا طاغوتی حکومت کی نوکری اختیار کرنا......ان سب کو بالعموم پیار محبت سے اور بقدرِ ضرورت قوت استعمال کرتے ہوئے ختم کریں گے۔

> جہاد کی یہ ساری برکات نگاہوں میں ہوں تو کوئی مخلص داعی کبھی لمحہ بھر بھی جہاد و قتال سے پیچھے رہنا قبول نہ کرے گا بلکہ اتباعِ سنت، ادائے فرض اور توسیعِ دعوت کی خاطر بلا تاخیر میدانِ قتال کا رخ کرے گا۔ اللہ ہمارے ہر داعی و مبلغ کو، ہر عالم و خطیب کو راہِ خدا میں لڑنے والا مجاہد بننے کی توفیق دیں، آمین!

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اپنے دین کا درست فہم عطا فرمائیں اور اپنی زندگیوں کو اس کی اتباع میں کھپانے کی توفیق دیں، آمین یا رب العالمین!

☆☆☆☆☆

بقیہ: تصوف کی آفاقی قدریں

ایک طرف یہ عالم ہے سوئٹزر لینڈ میں جہاں پورے ملک میں گنتی کی مساجد ہیں اور ان میں سے بھی صرف تین مساجد کے مینار ہیں حکومت نے مساجد کے میناروں کی تعمیر پر پابندی لگا دی ہے، دوسری طرف مغرب کی رواداری کا یہ عالم ہے کہ وہ درباروں کی تزئین و آرائش اور تعمیر و مرمت کے لیے کروڑوں روپے براہ راست سجادہ نشینوں کے ہاتھ میں دے رہے ہیں۔ ملتان میں دربار شاہ شمس سبزواری اور سخی سرور میں دربار سخی سرور کے لیے لاکھوں ڈالر کا عطیہ دے رہے ہیں۔ امریکی اور برطانوی سفارت کاروں کے ذریعے دیے جانے والے یہ عطیات مغرب کی دوہری پالیسیاں واضح کرنے کے لیے کافی ہیں۔

میرا خیال ہے کہ تصوف کی آفاقی قدریں اگر وہ اس وقت واقعی موجود ہیں تو ان کے احیا کی اس مہم کا مرکز امریکہ اور دائرہ کار مغرب ہونا چاہیے کیونکہ فی الوقت انہیں ہماری نسبت پیار، محبت، برداشت، تحمّل اور رواداری کی ہم سے کہیں زیادہ ضرورت ہے ہم تو اس وقت خود مظلومیت، کسمپرسی، برداشت اور تحمّل کی آخری سطح سے بھی کہیں نیچے کی زندگی گزار رہے ہیں۔

(یہ مقالہ مورخہ ۸ مئی ۲۰۱۰ کو اکادمی ادبیات پاکستان کی پنجاب شاخ کے زیر اہتمام لاہور میں ہونے والی کانفرنس ''صوفی ازم کی عوامی بنیادیں'' میں پڑھا گیا۔)

☆☆☆☆☆

قسط اول

سرمایہ دارانہ جمہوری نظام کی شرعی حیثیت

مولانا محمد احمد حافظ

آج جب کوئی شخص شعور کی زندگی میں قدم رکھتا ہے اور چیزوں کو سوچنے اور ان کو پرکھنے لگتا ہے تو اس کے سامنے سوالات کا ایک ہجوم ہوتا ہے......انہی سوالات میں سے کچھ سوال حیاتِ اجتماعی کے نظم ونسق، اخلاقی اقدار اور مابعدالطبیعات سے متعلّق ہوتے ہیں۔

بحیثیت مسلمان اگر دیکھا جائے تو جس دین کے ہم پیروکار اور ماننے والے ہیں اس کے بارے میں ہمارا عقیدہ ہے کہ یہ دین کامل اور مکمل ہے اور یہی دین تا قیامت باقی رہے گا، مگر جب ہم فکر وعقیدہ کی دنیا سے باہر قدم رکھ کر عملی سطح پر دیکھتے ہیں تو عقیدہ اور عمل میں گہرا تضاد نظر آتا ہے۔مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ تاریخی طور پر تقریباً تیرہ سو سال تک مسلم دنیا میں خلافت قائم رہی، شریعت کا نفاذ رہا۔لوگوں کے معاملات قرآن وسنت کے مطابق حل ہوتے رہے مگر یکا یک ہم دیکھتے ہیں کہ منظر بدل گیا اور ہم نے دین کو صرف فرد کی سطح تک محدود کر کے اجتماعی سطح پر ایک ایسا نظام قبول کرلیا ہے جو فی الواقع ہمارا اپنا نہیں بلکہ مغرب سے درآمد شدہ ہے۔اس نظام کی اپنی کونیات، تعلیمات اور مابعدالطبیعات ہیں......

مجموعی طور پر ہم اس نظام کو سرمایہ دارانہ نظام زندگی سے تعبیر کرتے ہیں۔اس کا سیاسی نظام جمہوریت کہلاتا ہے (جو ڈیماکریسی کا اردو ترجمہ ہے)۔اس نظام کو ہم نے ۱۹۲۰ سے گلے لگایا اور تمام تر قباحتوں کے باوجود اسے اپنائے ہوئے ہیں......ہمارے خیال میں گزشتہ ایک صدی (تقریباً) کے تجربات ہمارے لیے بہت سے بنیادی فیصلوں کے متقاضی ہیں مگر ہم پھر بھی اس نظام کو اپنانے پر مُصر ہیں۔

سردست جو اہم سوال ہے وہ یہ ہے کہ کیا جمہوریت ہی وہ واحد نظام ہے جو نبی نوع انسان کی فوز وفلاح کا ضامن ہے؟ کیا یہ واحد اور آخری حق ہے جسے ہم اپنائے رکھنے پر مجبُور ہیں؟ کیا جمہوری نظام میں بار بار کی شمولیت، کئی مرتبہ کی شکستوں، تقسیم در تقسیم کا خمیازہ بھگتنے اور بھاری اکثریت کے ساتھ فتح کے باوجود منزل سے ہمکنار نہ ہوسکنے کے بعد بھی ہم اسے گلے لگائے رکھیں گے؟ اس نظام میں شمولیت کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ یا شریعت کو معطل کر کے ہم اس نظام کا حصّہ بن سکتے ہیں؟ کیا شریعت پر کافرانہ نظام کی بالا دستی قبول کی جاسکتی ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جو آج ہر اہل علم کے لیے چیلنج کی حیثیت رکھتے ہیں۔آج وقت آگیا ہے کہ ہم ۱۹۲۰ کے بعد اپنائی گئی سیاسی حکمت عملی پر ازسرنو غور کریں اور قرآن وسنت کی طرف مراجعت کے لیے اپنے آپ کو آمادہ وتیار کریں۔

گو کہ یہ مضمون بہت تفصیل طلب اور گہری تنقید کا متقاضی ہے مگر سردست ہم چند بنیادی امور پر توجہ مرکوز رکھیں گے۔ہماری نظر میں جمہوری سسٹم کوئی غیر اقداری نظام نہیں۔اس کی اپنی علمیات، کونیات اور مابعدالطبیعات ہیں۔جمہوری نظام کا سرمایہ داری، انسانی حقوق، لبرل قوانین، لبرل عدلیہ اور انتظامیہ سے گہرا اور مربوط تعلّق ہے۔آئندہ سطور میں ہم اسی ربط وتعلّق کو واضح کرنے اور اس پر اسلامی نقطہ نگاہ سے حکم لگانے کی طالب علمانہ کوشش کریں گے اگرچہ یہ حقیقت اپنی جگہ ہے کہ وفوق کل ذی علم علیم!!!

فرد، معاشرہ اور ریاست کا باہمی تعلّق:

معاشرہ ہو یا ریاست؛ اس کا وجود فرد کے گرد گھومتا ہے۔فرد کو نفی کردیں تو معاشرہ کوئی وجود نہیں رکھتا۔اسی طرح محض ریاست کوحسی چیز نہیں۔انسانی دنیا کے تمام معاملات فرد کے گرد گھومتے ہیں، مثلاً صہیب ایک فرد ہے، اس کا جو تعلّق طلحہ، عمر اور عبدالرزاق کے ساتھ ہے وہ معاشرت ہے اور صہیب کا وہ تعلّق جو حکمران کے ساتھ ہے ریاست کہلاتی ہے، یہ نہیں کہ فرد نہ ہو اور معاشرہ بھی قائم ہو اور ریاست بھی!......چناں چہ فرد اگر صالح ہے، شریعت کا پابند اور دینی اقدار کا احترام کرتا ہے تو معاشرہ مذہبی ہوگا اور ریاست بھی مذہبی ہوگی۔فرد اگر مذہب کا پابند نہیں ہے بلکہ فری (FREE) یعنی ''آزاد'' ہے تو معاشرہ لبرل اور سیکولر ہوگا ،اس طرح ریاست بھی سیکولر ہوگی۔یہی وجہ ہے کہ مذہبی انفرادیت اور سرمایہ دارانہ انفرادیت میں شرق وغرب کا فرق ہے۔

مذہبی انفرادیت کیا ہے؟:

مذہبی انفرادیت میں بنیادی چیز عبدیت ہوتی ہے، عبدیت کا مطلب ہے انسان ایک خارجی اور اَن دیکھے وجود کو اپنا الٰہ ومعبُود مان لے، اُس کی خواہش، منشا اور رضامندی کے لیے اپنی ساری خواہشوں کو فنا کردے، اس کے کہے پر چلے اور منع کرنے پر رک جائے۔

سرمایہ دارانہ انفرادیت:

سرمایہ دارانہ انفرادیت یہ ہے کہ انسان کسی کا عبد نہیں بلکہ وہ آزاد (Free) ہے۔آزاد ان معنوں میں کہ وہ جو چاہنا چاہے چاہ سکے اور جس چیز کی خواہش اس کا نفس کرے اسے حاصل کرسکے۔خواہشات بے پناہ ہیں اور انسان کو خواہشات کی تکمیل کے لیے بنیادی طور پر جس چیز کی ضرورت ہے وہ ''سرمایہ'' ہے۔سرمایہ ہی وہ بنیادی عنصر ہے جس کے ذریعے تمتع فی الارض اور تمتع فی الدنیا کے امکانات وقوع پذیر ہوسکتے ہیں۔ایک بات جو یاد رکھنے کی ہے کہ سرمایہ دارانہ عقلیت مابعد الموت سے بحث نہیں کرتی بلکہ اس کے نزدیک موت ہی اختتام زندگی ہے۔چنانچہ سرمایہ دارانہ عقلیت میں زیادہ سے زیادہ سرمائے کا حصول اسی دنیا کو جنگ بنانے کے سوا کچھ نہیں، اسی لیے ایک سرمایہ دار انسان کی ساری تگ ودو اور کدوکاوش کا محور محض سرمایہ کا حصول ہوتا ہے۔

سرمایہ دارانہ انفرادیت کیوں وجود آئی؟:

سرمایہ دارانہ انفرادیت کیوں کر وجود میں آئی؟ اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے لیے ہمیں پندرھویں، سولھویں اور سترھویں صدی عیسوی کے ادوار میں عیسائیت کی شکست و ریخت کا مطالعہ کرنا ہوگا۔یہ وہ تمام عرصہ ہے جب عیسائیت یورپ میں اپنے آپ سے نبردآزما تھی۔پادریوں کی من مانی تفسیر انجیل، غیر منطقی عقائد ونظریات اور متضاد افکار وخیالات نے عام عیسائی فرد کو اپنے عقیدے سے متزلزل کردیا تھا۔مثلاً:

پوپ خدا کا نمائندہ سمجھا جاتا، اور وہ جسے چاہتا جہنّم کی وعید سناتا اور جسے چاہتا جنت

کی بشارت سے سرفراز کر دیتا، دوسرے لفظوں میں پوپ کو الوہیت کا درجہ حاصل تھا۔ عیسائی پادریوں کے ہاں عام افراد اور خواص کے لیے یکساں احکام نہیں تھے بلکہ وہ مذہبی احکام میں امیر اور غریب کا فرق کرتے تھے، سود جو عیسائی معاشرے میں حرام خیال کیا جاتا تھا مختلف حیلوں کے ذریعے اسے حلال کر لیا جاتا (جس کی ایک شکل ہمارے ہاں اسلامی بینک کاری کے نام سے وجود میں آنے والی سودی بنک کاری ہے)۔ شادی نہ کرنا، عبادات میں غلو وغیرہ۔ اس غیر فطری درجہ بندی جس کا یقیناً اصل دینِ عیسوی سے کوئی متعلّق نہ تھا، عیسائی معاشرے میں طبقاتی کشمکش کا آغاز ہوا۔ اسی ماحول میں مارٹن لوتھر جو خود بھی عیسائی پادری تھا اس نے عیسائیت کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور تحریک اصلاح کی بنیاد رکھی۔ جسے بعد میں اس کے شاگرد کیلون نے مزید تقویت بخشی۔ آگے چل کر یہ تحریک پروٹسٹنٹ ازم کے نام سے متعارف ہوئی۔ پروٹسٹنٹ ازم کے بنیادی نکات درج ذیل تھے:

۱۔ ہر عیسائی کو بائبل کی تفسیر کرنے کا مکمل اور مساوی حق ہے۔

۲۔ خدا اور بندے کا باہمی تعلّق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی دوبارہ آمد تک موقوف ہو گیا ہے۔

۳۔ کسی شخص کو کسی دوسرے کے معاشرتی درجے کے تعیین کا کوئی مذہبی حق حاصل نہیں۔

۴۔ دنیوی کامیابی اخروی کامیابی کا پیش خیمہ ہے۔ جو شخص دنیا میں مادی طور پر کامیاب ہے وہی آخرت میں بھی کامیاب ہے۔

مارٹن لوتھر اور کیلون کی یہ تحریک عیسائی معاشروں میں نہایت تیزی سے مقبول ہوئی۔ اس لیے کہ لوگوں کو مجہول الفکر عیسائی پادریوں کے چنگل سے نکلنے کی راہ دکھائی دی تھی مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ اگلا راستہ بھی خوش کن نہ تھا۔ مارٹن لوتھر نے وہ بنیادیں فراہم کر دی تھیں جن کے ذریعے لوگوں کو مذہب سے راہِ فرار ڈھونڈنے میں آسانی ہو گئی۔ جب پروٹسٹنٹ ازم لوگوں میں مقبولیت حاصل کرنے لگا تو کیتھولک چرچ نے ایک خاص محکمہ تفتیش قائم کر دیا۔ جس نے چند سالوں کے عرصے میں اسپین، اٹلی اور جرمنی وغیرہ میں لاکھوں انسانوں کو تعذیب وعقوبت میں مبتلا کیا، ہزاروں افراد کو ہلاک کیا گیا۔

اسی زمانے میں یورپ کے مشہور فلسفی ڈیکارٹ (۱۶۹۶ء۔ ۱۶۵۰ء) نے جدید فلسفہ وفکر کی حدود کا نہ صرف تعیین کیا بلکہ عیسائیت کو بھی علمی بنیادوں پر رد کر دیا۔

''ڈیکارٹ نے انسانی ادراکات میں کسی بھی خارجی عامل کو رد کر دیا اور سیلف نالج (Self Knowledge) کی خالص عقلی دلیل دی۔ اس کی پیش کردہ فلسفے کے مطابق: ''علمی اور عقلی بنیادوں پر کوئی بھی انسان اپنے سوا کسی بھی چیز خواہ وہ خیالات ہوں یا اقدار، معیارات خیر وشر ہوں یا وحی اور چاہے خدا وجود، غرض کسی بھی چیز کا انکار کر سکتا ہے۔ اکیلی میری (عقل) ذات میرا وجود ہے۔ جس کا ہونا کسی بھی شک وشبہہ سے بالاتر ہے۔ ڈیکارٹ کے نزدیک واحد قائم بالذات سچ'' میں سوچتا ہوں اس لیے میں ہوں''{ I think there for i am} یعنی میں اپنے اسی دنیا میں ہونے کا جواز اپنے اندر رکھتا ہوں، میرا وجود کسی خارجی ذریعے حقیقت مطلق یا خالق کائنات کا مرہونِ منت نہیں ہے۔ ڈیکارٹ کے مطابق میری عقل کی استطاعت نہیں کہ میرے اپنے وجود کے سوا کسی بھی دوسری ذات کے وجود کا ماورائے شک جواز پیش کر سکوں، اس طرح ڈیکارٹ نے ایک ایسی علمیت کی بنیاد رکھی جو کہ اولاً مابعد الطبیعات [وحی] سے ماورا تھی اور دوم ریب{Doubt} پر قائم تھی''۔ (ساحل، مارچ ۲۰۰۷)

ڈیکارٹ کے پیش کردہ تصورِ انسان کو بعد کے مغربی مفکرین نے آگے بڑھایا اور انسان کے حوآزادی کو تسلیم کرتے ہوئے اسے ایک ایسے شخص کے طور پر پیش کیا جو خیر وشر کے تعیین اور تحدید میں بذاتِ خود ایک پیمانہ ہے۔ یہ شخص ہر طرح کے شک وشبہے سے عاری قرار پایا اور مغربی فلسفیوں (ڈیکارٹ، کانٹ، میکس ویبر، جیفرسن، نطشے، روسو وغیرہ) کے نزدیک کائنات کو صرف اور صرف انسانی پیمانوں پر پرکھنا ہی علمیت کی میراث قرار پایا۔ یوں انسان پرستی (ہیومنزم) کو اقداری ڈھانچے میں کلیدی اور قطعی حیثیت حاصل ہوئی۔

ہیومن ازم کیا ہے؟

انسان کو کائنات کا محور ومرکز قرار دینا ہی ہیومن ازم ہے۔ انسائیکلو پیڈیا آف فلاسفی کے مطابق:

Humanism is that philosophical and literary movement originated in Italy in the second half of the fourteenth century and diffused into other countries of Europe, coming to constitute one of the factors of modern culture

''ہیومن ازم وہ فلسفیانہ اور ادبی تحریک ہے جو چودہویں صدی عیسوی کے نصف ثانی تک اٹلی میں پیدا ہوئی اور وہاں سے یورپ کے دوسرے ملکوں میں پھیل گئی جو بالآخر جدید ثقافت کی تشکیل کے اسباب میں سے ایک سبب بنی۔

اس کی حقیقتوں سے بحث کرتے ہوئے درج کیا گیا:

Humanism is also any philosophy which recognizes the value or dignity of man and makes him the measure of all things of some how takes human nature, its limits, or its interest as its theme

''ہیومن ازم ہر اس فلسفی کو بھی کہتے ہیں جو انسانی قدر یا عزت کو تسلیم کرے اور اسے تمام چیزوں کا میزان قرار دیا جو صرف انسانی طبیعت کو پانی فکر کی حد یا دائرہ کار کی حیثیت سے لے۔

[Encyclopedia of philosophy The Macmillion Company and the Free Press N. York]

ہیومن ازم کی تحریک اپنی اصل کے اعتبار سے وحی الٰہی اور ہدایت ربانی کی ضد تھی۔ اس تحریک کا مقصد عیسائی معاشرے میں تصورِ الٰہ، تصورِ رسول اور تصورِ آخرت کو ختم کر دینا تھا، چناں چہ اس تحریک نے عیسائیوں کو ہر اس ہدایت کے انکار کی طرف ابھارا جو ربانی یا آسمانی ہو، اور ہر اس ضابطے سے بغاوت پر آمادہ کیا جس کی بنیاد ہدایت الٰہی تھی۔ اس کی طرف اشارہ

کرتے ہوئے انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجین اینڈ ایتھکس میں بیان کیا گیا:

[Humanism in philosophy is opposed to Naturalism and Absolutism; it designates the philosophical attitude which regard the interpretation of human experience as the primary concern of human knowledge for this purpose]

''فلسفہ میں ہیومن ازم ہر طرح کی فطرت (ربانیت) اور کلیت کی ضد ہے۔ یہ ایک ایسا فلسفیانہ رجحان دیتا ہے جو انسانی تجربوں کی تشریحات کو ہر طرح کے فلسفہ کا اولین مرکز توجہ قرار دے اور اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ اس کام کے لیے انسانی علم کافی ہے''۔

[Encyclopeadia of Religion and Ethics Edinbery, T&T Clarh, 1937]

جب انسان ہی کو کائنات کا میزان ٹھہرایا گیا تو لازم ہوا کہ انسان محض اپنی عقل پر بھروسہ کرے اور وہ کسی بھی خارجی قدر، وحی اور ہدایت کا انکار کردے۔ وہ کائنات میں کارفرما عقائد، نظریات اور افکار و خیالات کو اپنی عقل کی میزان پر پرکھ کر فیصلہ کرے کہ وہ ریزن ایبل (Reasonable) ہیں کہ نہیں؟

ریشنل ازم یا عقلیت پرستی:

ریشنلزم لاطینی لفظ Ratio سے مشتق ہے جس کا معنی ہے عقل یا Reason انسائیکلو پیڈیا آف فلاسفی کے مطابق ریشنلزم کی روح ان فلاسفروں سے مربوط ہے جو سترہویں اور اٹھارویں صدی میں یورپ میں پیدا ہوئے۔ جن میں ڈیکارٹ (۱۶۹۵ء۔ ۱۶۵۰ء) اسپونزا (۱۶۷۷ء۔ ۱۶۳۲ء) اور لیبنیزا (۱۷۱۶ء۔ ۱۶۴۶ء) شامل ہیں۔

ان مغربی فلاسفروں کے مطابق عقل کی بنیاد پر قطعی اور آفاقی سچ کا حصول ممکن ہے، چنانچہ جب انسان کو ہی تمام خیر وشر کے تعیین کا حق حاصل ہے تو ایسی صورت میں خدا پرستی کا کیا سوال؟ حقیقتاً اگر دیکھا جائے تو جدید فکر نے خدا کی جگہ ایک عقل پرست شخص کو بٹھا دیا، ڈیکارٹ کا کہنا تھا کہ ''وہ ایک ایسی چیز کو حق کیوں کہے جو محض تصوراتی معلوم ہوتی ہے''۔

ریشنلزم کی یہ فکر تمام یورپ میں سرایت کرگئی اور اس نے زندگی کے ہر شعبے کو متاثر کیا۔ اس فکر جدید کے پیغامبر ڈیکارٹ کے علاوہ والٹیئر، کانٹ، نطشے، شوپن ہار، ہیگل، فیور باخ، مارکس اور اینگلز وغیرہ تھے۔ ان تمام فلسفیوں کی مجموعی فکر کا خلاصہ یہ تھا:

۱۔ انسان کائنات کا محور و مرکز ہے [Anthropocentricity]
۲۔ آزادی بنیادی آئیڈیل ہے [Freedom is ideal]
۳۔ مساوات بنیادی قدر ہے [Equality is value]
۴۔ عقلیت معیار [Reason in the criterion]

جب انسان کائنات کا محور و مرکز ہے اور آزادی بنیادی آئیڈیل ہے نیز عقل ہی معیار خیر وشر ہے تو پھر لازم ہے کہ انسان اپنے آپ کی یا اپنی خواہش نفس کی پرستش کرے۔ خواہش نفس کی تکمیل اسی دنیا کو جنت بنائے بغیر ممکن نہیں جس کے لیے سرمایہ بنیادی ضرورت ہے۔ چونکہ مغربی مفکرین کے نزدیک کائنات کے دائمی ہونے کی نفی نہیں اس لیے انسان چاہتا ہے کہ وہ اس دنیا میں اپنے قیام کو طویل اور پرتکلف بنانے کی تگ و دو کرے۔ جدید علمیت (Modern Epistemology) لوگوں کو جس کلمے پر جمع کررہی ہے وہ لاالہ الا الانسان یعنی ''کوئی معبود نہیں سوائے انسان کے'' کے سوا کچھ نہیں۔ چنانچہ انسان کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی الوہیت کے اظہار کے لیے زیادہ سے زیادہ سرمایہ اکٹھا کرے۔

انسانی حقوق کا ماخذ:

انسانی حقوق کے تمام تر تصورات اسی سرمایہ دارانہ عقلیت سے نکلے ہیں اور مغربی فلاسفروں کی اسی جاہلانہ فکر کی روشنی میں انسانی حقوق کا ٹیکسٹ تیا کیا گیا ہے۔ تہذیب جدید کے نزدیک ''حقوق انسانی کا چارٹر'' جسے یو این او نے اپنے ممبر ممالک پر لاگو کیا ہے، یہ دورِ حاضر کا واحد اور آخری ''حق'' ہے اور ناقابل چیلنج ہے۔ اسی بنیاد پر یو این او کے تمام ممبر ممالک اس چارٹر پر دستخط کرنے کے پابند ہیں۔ یو این او کے کسی ممبر ملک میں ایسی کوئی سی بھی قانون سازی یا اجتماعی سرگرمی برائے کار نہیں آسکتی جو حقوقِ انسانی کے چارٹر کے خلاف ہو۔ یہی وجہ ہے کہ حقوق انسانی چارٹر کو سرمایہ دارانہ مذہب کا نصابی صحیفہ ہونے کا درجہ حاصل ہے۔

انسانی حقوق کے تین بنیادی ارکان:

انسانی حقوق کے چارٹر کا بغور مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے تین بنیادی ارکان ہیں: (۱) آزادی (۲) مساوات (۳) ترقی۔

انسانی حقوق کے چارٹر کے مطابق:

(۱) آزادی سے مراد یہ ہے کہ انسان آسمانی وحی کا محتاج نہیں اور نہ ہی انسان کو کسی مذہب کی ضرورت ہے، اس لیے کہ انسان اب ڈارک ایج (دورِ ظلمت) سے نکل آیا ہے۔ اب وہ اپنی عقل کی بنیاد پر اپنے لیے خیر وشر کے پیمانے خود وضع کرسکتا ہے، وہ جو چاہنا چاہے چاہ سکتا ہے اور جو کرنا چاہے کرسکتا ہے، کوئی مذہب، عقیدہ اور اخلاقی ضابطہ اس کی چاہت میں حائل نہیں ہوسکتا۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں کہ انسان خود خدا ہے اور وہ اپنی ہی پرستش کرتا ہے۔

(۲) مساوات سے مراد یہ ہے کہ ہر انسان دوسرے انسان کے برابر ہے۔ علم، بزرگی، مرد ہونا، استاذ یا باپ ہونا فضیلت کو کوئی درجہ نہیں رکھتا۔ اسی طرح کوئی شخص کسی دوسرے سے مال کو ناحق نہیں کھاتا اور ایک دوسرا آدمی ناحق مال کھانے کو اپنے لیے روا رکھتا ہے تو سرمایہ دارانہ عقلیت میں دونوں کی حیثیت برابر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب الیکشن ہوتے ہیں تو تمام ووٹروں کا ووٹ یکساں ہوتا ہے۔ عالم وزاہد اور زانی شرابی کا ووٹ برابر تصور کیا جاتا ہے۔

(۳) تیسری چیز ترقی ہے، جس کا مطلب ہے کہ انسان کو اس دنیا میں زیادہ سے زیادہ سرمایہ کمانے اور تمتع فی الدنیا کا حق حاصل ہے، چونکہ انسانی حقوق کے مطابق ہر انسان آزاد ہے کہ وہ جو بھی فکر وعقیدہ رکھے (ریاست اس پر قدغن نہیں لگاسکتی) اس لیے ترقی کی اس دوڑ میں سود، سٹہ، جوا، دھوکہ، فریب، جبر وظلم سب روا ہے، حتیٰ کہ اگر ایک عورت اپنا جسم بیچ کر زیادہ سے زیادہ سرمایہ جمع کرنا چاہے تو اسے اس بات کا حق حاصل ہے کہ وہ ایسا کرے۔ (جاری ہے)

☆☆☆☆☆

ہماری شرائط اور اوباما کی مجبُوریاں

برادر آدم یحییٰ غدن عزام (امریکی)

سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو آسمانوں اور زمین کا خالق ہے۔ اور صلوۃ والسلام ہوں اللہ کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے اصحاب، اہل بیت، اور پیروی کرنے والوں پر قیامت تک!!!

اوباما! ہم جانتے ہیں کہ تم اپنے نام نہاد ''تبدیلی سربراہ'' کے دور کے دوسرے سال میں داخل ہو رہے ہو اور ایک تباہ ہوتی اور مختلف اطراف سے نشانہ بنتی سلطنت کے معاملات میں گھرے ہوئے ہو اور اس دوران خود کو ایک دور خے، خون آشام اور تنگ نظر امریکن صدر سے زیادہ کچھ ثابت نہیں کر سکے، خود ہی سوچو کہ آخر تمہارے زیرِ نگرانی جلد بازی میں ہونے والے امریکن ہوم لینڈ سیکورٹی کے دفاعی محاصرے میں بہتری کے اقدامات کا کیا ہوا؟

کیا ہوا پاکستان، افغانستان، یمن اور صومالیہ میں تمہاری بڑھتی ہوئی جارحیت اور مداخلت کا اور دنیا بھر میں پھیلے تمہارے قید خانوں سے ہمارے قید مسلمان بھائیوں کی مسلمانوں کے لیے مخصوص قید خانوں میں منتقلی کا؟ اور یہ سب صرف امریکیوں کو امریکی جنگی جرائم کے ردِ عمل سے بچانے کے نام پہ یا وہ جس کو تم القاعدہ یا القاعدہ سے متاثرہ دہشت گرد ی قرار دیتے ہو!!!

مگر میں تمہاری توجہ ایک اور طرف لے جانا چاہوں گا، اوباما! صرف کچھ لمحوں کے لیے، تم سے ایک سیدھا اور مخلصانہ سوال پوچھنے کے لیے، کہ تم اور جو لوگ تمہارے پیچھے ہیں کب ان کے دماغ میں یہ بات سما سکے گی اور اس بات کا اعتراف اپنے عوام کے سامنے کرو گے کہ امریکہ کے دفاعی خدشات اور سیکورٹی مسائل کا حل سخت گیر قوانین تھوپنے یا خفیہ معلومات کے تبادلے کو بہتر بنانے میں نہیں، نہ ہی اس کا حل مسلمان سرزمینوں پر اپنی بدمعاش فوج کے ذریعے قبضہ کرنے میں ہے، نہ ہی مسلمان سرزمینوں پر بغیر پائلٹ طیاروں کی بارش کرنے اور بے وقعت جاسوسی کا سیلاب بھیجنے میں ہے اور نہ ہی اس کا حل اپنے پیسے اور وسائل سے ہمارے علاقوں میں بری اور قابلِ نفرت حکومتوں کی امداد کرنے میں ہے نہ ہی اس کا حل کسی جہادی قائد کو شہید کرنے یا قید کرنے میں ہے اور نہ ہی اس کا حل کسی مجاہد کے امریکہ یا افغانستان یا کہیں بھی قید کر لینے میں ہے، نہ ہی اس کا حل امریکہ کی طرف سے طے کردہ دھوکے باز، دغا باز، دوغلے مسلمان نما نام اور پس منظر کے امریکی صدر کا انتخاب ہے جو ہمیں دیکھ کر مسکراتا رہے بلکہ مناسب الفاظ میں ہمیں نفرت سے دیکھے اور ہم پر حملہ آور ہوتا رہے، ان ہی نوکیلے دانتوں سے جن سے پچھلا جنگی مجرم صدر ہم پر حملے کرتا رہا۔

اوباما! جو تم سے پہلے آئے ان کی برسوں کی کوششوں اور غلطیوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نہ صرف یہ کہ یہ سب کرتوت کبھی امریکہ کی حفاظت میں کامیاب نہیں ہوئے بلکہ یہ ہمیشہ امریکہ اور امریکیوں کی حفاظت اور بقا کے لیے مہلک ثابت ہوئے ہیں۔

اوباما! خلوصِ دل سے سوچو تم ایک ایسے صدر ہو، جو اس قابل بھی نہیں کہ اپنے ایوانِ صدارت کو غیر قانونی اور بغیر اجازت گھسنے والوں سے محفوظ رکھ سکے، کیا کوئی تمہارے اس دعوے پر یقین کریگا کہ تم مجاہدین کو پورے ایک براعظم سے دور رکھ سکو گے؟؟؟

اس بارے میں سوچو، اوباما! ایک صدر جس کا سب سے نمایاں جاسوس گروہ ایسے نااہل جاسوسوں پر مشتمل ہو جو اپنے ہی خفیہ مراکز میں ہمارے دلیر فدائین کا داخلہ نہ روک سکیں، کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ آخر تمہارے پاس جاسوسی نظام میں بہتری کے لیے ایسا کیا منصوبہ ہے کہ تم امریکیوں کو قائل کر سکو اور ان کا اعتماد حاصل کر سکو؟

کسی غلط فہمی میں نہ رہنا اوباما! تم اب وہ مشہور شخص نہیں رہے جو تم کبھی تھے، ایسا نہ ہو کہ جہاں کہیں تم جاتے ہو لوگوں کا کھڑا ہو کر تالیاں بجانا تم کو دھوکے میں ڈال دے، کیا یہ حقیقت نہیں کہ لوگ اسی طرح جارج ڈبلیو بش کی بھی تعریفیں کرتے رہے یہاں تک ایک دن وہ ذلّت آمیز انداز میں صدارت چھوڑ گیا۔

ہاں اوباما! تمہاری پارٹی کی میساچوسٹس کی نشست سے تازہ شکست' جو تمہاری پارٹی کی روایتی نشستوں میں سے ایک ہے' ظاہر کرتی ہے اور جو کہ تم خود بھی اعتراف کر چکے ہو کہ امریکیوں کی ایک بڑی تعداد کا تمہارے حوالے سے صبر کا دامن چھوٹ رہا ہے، مگر ایسا صرف تمہارے عوامی صحت کے منصوبوں میں تبدیلیوں کی وجہ سے نہیں ہے جیسا کہ تم نے بد دیانتی سے ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے، نہیں اوباما! میں اکیلا نہیں جو یہ سوچتا ہوں کہ امریکیوں کے تمہارے لیے بڑھتے غصّے کی اہم وجوہات میں عوامی صحت کے منصوبے ہیں ہی نہیں، یہ بات سیاسی مبصرین کئی بار کہہ چکے ہیں، امریکن ووٹروں نے، خاص طور پہ انڈیپنڈنٹ اور ماڈریٹ ڈیموکریٹ، نے تم کو ایک تنبیہی پیغام دیا ہے، کیوں کہ میساچوسٹس میں تم ہی وہ شخص ہو جس کو ان ہی لوگوں نے پچھلے سال ووٹ دینے کی غلطی، اور میں اگر اس میں اضافہ کروں تو، بچگانہ امید رکھی، کہ تم امریکہ کو جنگوں سے نکال کر، دوسرے ممالک پر قبضوں سے نجات دلا کر اور دوسرے آزاد و خود مختار ممالک کے معاملات میں دخل اندازی بند کر کے امریکہ کی خدمت کرو گے مگر بجائے فاختہ اور امن کے پیامبر کے جس کی امریکی ووٹروں کو تم سے امید تھی، امریکیوں کو ایک اور جنونی جنگی صدر کا بوجھ ڈھونا پڑ گیا، جو بے شرمی سے نئی جنگوں کے شعلے بھڑکا رہا ہے اور پرانی لڑائیوں کی آگ پر مٹی کا تیل ڈال رہا ہے، اور ابھی تک اُس کو محض اتنی کامیابی حاصل ہوئی ہے کہ وہ مزید امریکیوں کی زندگیوں کو داؤ پہ لگانے میں ہی کامیاب ہو سکا ہے اور امریکہ کی سلامتی کے امکانات کو نقصان پہنچانے کے ساتھ اپنے دوبارہ انتخاب کے امکانات بھی ختم کر رہا ہے۔

ہاں اوباما! تمہاری پالیسیوں پر عوام کا اضطراب بہت بڑھ گیا ہے۔ اب یہ سب لوگوں کی رائے ہے صرف جو پر امن یا دائیں بازو کے اختلاف رائے رکھنے والوں تک محدود نہیں رہا، ان میں ماضی کی امریکی جارحیت میں شامل لوگ ہیں، ان میں سے کچھ تمہاری الیکشن مہم کا بھی حصّہ تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ، اوباما! اگر تم کبھی امریکہ کی حفاظت کو بہتر بنانا چاہو، امریکیوں کی حفاظت کرنا اور امریکیوں کی ہلاکتوں میں بڑھتے ہوے رجحان سے بچنا چاہو، خود امریکا یا امریکا سے باہر، زمین یا سمندروں میں، تو کچھ موثر اقدامات ہیں جو تم اٹھا سکتے ہو، اور جن کی مدد سے تم اپنے مقاصد حاصل کر سکتے ہو، مسلمان مجاہدین جو کہ اپنے عقیدے اور اپنے دوسرے مسلمان بھائیوں کی حفاظت کر رہے ہیں، تمہاری قوم کی شیطانی حرکتوں کے خلاف کئی بار ان اقدامات کو واضح کر چکے ہیں، مگر کیوں کہ مجھے شبہ ہے کہ تم ہوائی قلعے میں رہ رہے ہو جہاں معلومات کا فقدان ہے لہٰذا میں ان اقدامات کا خلاصہ بیان کر دیتا ہوں، میں تم کو پرزور مشورہ دوں گا کہ تم ان اقدامات پہ عمل کرو، اپنے اور اپنے لوگوں کی بھلائی کے لیے۔

پہلا، تم اپنے ہر آخری فوجی، جاسوس، دفاعی مشیر، ٹرینز، اتاشی، ٹھیکیدار، روبوٹ، ڈرون، اور ہر امریکی شخص، جہازوں اور طیاروں کو مسلم سرزمینوں سے واپس بلا لو، افغانستان سے زنجبار تک۔

دوسرا، تم اسرائیل کی ہر طرح کی مدد بند کر دو، مالی اور اخلاقی، اور اپنے شہریوں پر پابندی لگاؤ کہ وہ مقبوضہ بیت المقدس کا سفر نہ کریں اور نہ ہی وہاں سکونت اختیار کریں، اور یہ ضروری ہے کہ صیہونی حکومتوں اور اداروں سے کاروبار اور سرمایہ کاری پر مکمل پابندی عائد کر دو، ورنہ تمہیں امن صرف قرضے روک دینے کی دھمکیوں سے نہیں مل سکے گا، یہ ایک بے معنی چیز ہے، جیسا کہ شیخ اسامہ بن لادن حفظہ اللہ نے تم کو بتا دیا ہے کہ اگر تم نے ہماری تنبیہ پر توجہ نہیں دی اور اسرائیل کی مدد بند نہ کی تو ہمارے پاس اور کوئی راستہ نہیں ہوگا سوائے اس کے کہ ہم اپنا پیغام پہنچانے کے لیے زبان نہیں عمل کے راستے کا استعمال جاری رکھیں۔

تیسرا یہ کہ، تم مسلمان دنیا کی دشمن اور نفرت رکھنے والی حکومتوں کو ہر قسم کی امداد چاہے وہ فوجی ہو، سیاسی ہو یا معاشی یا کوئی اور، بند کر دو۔ اس میں وہ ڈویلپمنٹ ایڈ بھی شامل ہے جسے حال ہی میں تمہارے سیکریٹری آف اسٹیٹ نے مستقبل میں اسلام اور مسلمانوں میں جہادی بیداری سے لڑنے کے لیے ایک اہم عنصر قرار دیا ہے۔

چوتھی بات یہ کہ تم اسلامی دنیا کے سیاسی، دینی، معاشی اور معاشرتی معاملات میں دخل اندازی چھوڑ دو، اس کا مطلب یہ کہ اپنے معاشی دہشت گردوں، سی آئی اے کے گدھوں، امن سروس کے رضا کاروں، یو ایس ایڈ کے نوکروں، اقوام متحدہ اور امریکہ کے پالتو حکومتی اور غیر حکومتی تنظیموں کی کفالت و سرپرستی بند کر دو کیونکہ یہ سب ہمارے علاقوں میں امریکی مداخلت کا ہراول دستہ ہیں۔

پانچویں چیز یہ کہ امریکہ مسلم دنیا کے تعلیمی حلقوں اور ذرائع ابلاغ میں اپنی سرپرستی میں ہونے والی تمام تر مداخلت فوری طور پر روک دے۔ ساتھ ہی تمہیں ہمارے علاقوں میں تمام نشریات روکنا ہوں گی، خاص طور پہ وہ جو مسلمانوں کے عقیدے، دماغوں، اخلاقیات، اور تہذیب تباہ کرنے کے لیے نشر کی جاتی ہیں۔

اور چھٹی، یہ کہ تمہیں اپنے ہر قید خانے، عقوبت خانے اور ایسی ہی تمام جگہوں سے ہر مسلمان کو چھوڑنا ہوگا چاہے وہ تمہارے بقول مناسب انداز میں ہی قانونی احتساب سے گزارے جا رہے ہوں یا نہیں، جیسا کے ہمارے عزیز بھائی ابو دجانہ الخراسانی رحمہ اللہ نے اپنے قول و عمل سے تم کو بتا دیا کہ ہم اپنے قیدی ساتھیوں کو کبھی نہیں بھلائیں گے۔

ہمارے قیدی چھوڑنے سے تمہارا انکار یا ہماری ان شرائط کو پورا کرنے سے انکار کا مطلب یہ ہوگا کہ ہم اپنی جائز جدوجہد تمہاری غاصبیت کے خلاف جاری رکھیں گے، ان شاءاللہ، تم سرنگوں ہو گے، مگر امریکیوں کے لیے بھاری نقصانات اور عظیم مصیبتوں کے بعد، جن سے اوباما اوباما! تم بھی بچ سکو گے بشرطیکہ تم آج صحیح فیصلہ کر لو۔

یہ بات واضح رہے اوباما! صرف عراق سے پسپائی اور ہماری باقی شرائط کی عدم منظوری تم کو کچھ فائدہ نہ دے گی، اس لیے اپنا وقت برباد کرنا بند کرو اور کچھ سنجیدہ اقدامات شروع کرو۔

اوباما! کچھ دیر کے لیے خلوص دل سے سوچو، ایسی کیا چیز ہے جو تم کو صحیح راستے سے روک رہی ہے اور اس خونی صلیبی جنگ کو ختم نہیں کرنے دے رہی؟ کیوں کہ یہ اچھی سیاست نہیں اور یہ کنزرویٹوز کے غضب کا سبب بنے گی اوباما! جیسا کہ تم نے محسوس کیا ہوگا اپنے اسٹیٹ آف یونین کے خطاب میں، کہ اس چیز نے تم کو عوامی صحت کے منصوبوں میں تبدیلی کو آگے بڑھانے کی کوشش سے نہیں روکا، یا پھر تم اپنی جماعت کی یہودی لابی کو اپنے خلاف کر لینے سے خوفزدہ ہو؟ ٹھیک ہے، اوباما! اگر یہ صحیح ہے تو تم اقلیتی قانون و حکومت کا اعلان اور اس جمہوریت کے سراب کا خاتمہ کا اعلان کیوں نہیں کر دیتے؟ یا تم امن پسندی کے الزام سے ڈرتے ہو؟، خیر، ٹھیک ہے اوباما! مگر کیا تمہارے سیاسی مخالفین تم پر یہ الزام اس وقت سے نہیں لگا رہے جب تم منتخب بھی نہیں ہوے تھے کہ تم امریکی دشمنوں کے وفادار ایجنٹ نہیں بھی ہو تو پھر بھی تم اُن سے کم سے کم نرم رویہ رکھتے ہو۔ شاید تم خوف زدہ ہو کہ تمہیں اپنے اصولوں سے پھر جانے اور اپنی انتخابی مہم میں کیے وعدوں سے مکر جانے کا الزام دیا جائے، جو تم نے کیے تھے کہ تم القاعدہ اور اس کے حلیفوں کا تعاقب کرو گے۔ خیر اوباما! میں سمجھتا ہوں یہ ان چند وعدوں اور اصولوں میں سے ہے جو تم نے نہیں توڑے اور جن سے تم نہیں پھرے، تو پھر ایک آخری مکر سے کیا برا ہو جائے گا جب وہ مکر ایک اچھے مقصد سے ہو؟

مجھے تمہارے سامنے ایک اور اہم حقیقت بیان کرنی ہے اور وہ یہ ہے کہ ایک حقیقت جس کو تم، تمہارے مشیر اور تقریر لکھنے والے کھل کر ماننے سے انکاری ہیں، باوجود اس کے کہ ہمارے قائدین اس کو کئی بار دہرا چکے ہیں، کہ تم اب کسی شخص یا تنظیم کا سامنا نہیں کر رہے ہو، بلکہ اب تم مسلمان امت میں جہادی بیداری کا سامنا کر رہے ہو، جو اپنی طویل نیند سے بیدار ہو گئی ہے اور پہچانتی ہے کہ اس کے اصل دشمن کون ہیں، اس کے دوست کون ہیں اور اس کی ذمہ داریاں کیا ہیں اپنے دین اور زمینوں کے حوالے سے، اور القاعدہ اس جہادی بیداری کا صرف ایک نشان ہے۔ ہاں! القاعدہ ایک حقیقت ہے، جس نے اللہ کی مہربانی سے امّت کے مجاہدین کے ہراول دستے میں ایک سربراہانہ حیثیت حاصل کر لی ہے اور مسلمانوں کو امریکہ اور

اس کے اتحادیوں کے خلاف یکجا کرنے میں ناقابل تردید کامیابی حاصل کرلی ہے، مگر جب تک تم اس ناقابل تردید سچ سے بے خبری کی اداکاری کرتے رہو گے اور خود کو یہ بتاتے رہو گے کہ ہم صرف القاعدہ اور اس کے حلیفوں کے خلاف حالت جنگ میں ہیں نہ کہ مسلمان اکثریت کے، (جو تمہارے خیال میں امریکہ اور اس کے ساتھیوں کے ہاتھوں مرنے، لٹنے اور قبضہ ہو جانے سے محبت کرتے ہیں)، جب تک تم یہ راستہ اختیار رکھو گے، تم خود کو ان ہی ذلت آمیز پالیسیوں پر عمل کرنے اور وہی غلطیاں دہرانے اور اُنہی جرائم کرنے کا مرتکب پاؤ گے جو امریکہ پر نائن الیون کی کارروائی، فورٹ ہڈ مہم، اور کرسمس کے دن ہوئے اقدام جیسی مصیبتیں لانے کا سبب ہیں۔

میجر نضال ملک حسن القاعدہ کا رکن نہیں' اوباما! نہ ہی کسی اور اسلامی گروہ کا، اصل میں تو ایک وقت تک وہ تم میں سے ہی تھا، امریکہ میں موجود ہزاروں مسلمان جو دفاعی جہاد کرنا چاہتے ہیں وہ بھی القاعدہ کے ارکان نہیں، اور کیا تمہیں معلوم ہے اوباما! القاعدہ ہمیشہ سے نہیں ہے اور نہ ہی اس کے اصل ارکان پیدائشی اس کے ارکان تھے، نہیں اوباما! یہ تنظیم اور اس جیسی اور تنظیمیں مسلمانوں پر تمہارے مسلسل ظلم کے انتقام کے طور پر بنیں، اور جو ارکان اس میں شامل ہوئے وہ بھی اسی لیے اس سے آ کر ملے، دوسرے الفاظ میں اوباما اگر تم القاعدہ کو ختم کرنے میں کامیاب بھی ہو جاتے ہو، اور اگر ہم القاعدہ کے بغیر دنیا کا تصور بھی کر لیں تب ہی دسیوں کروڑ مسلمان تم سے لڑنے کو تیار ہوں گے، چاہے انفرادی طور پر یا اپنی پسند کے نام کے کسی ایک جھنڈے کے نیچے، جب تک تم مسلمانوں کو ان کے حقوق سے محروم کرتے رہو گے اور ان کے راستے سے ہٹ نہیں جاؤ گے۔

ہاں اوباما! یہ ہماری شرائط ہیں۔ اب امریکہ اور اس کے اتحادیوں کے سامنے موجود راستہ بھی ایک ہی ہیں، یا تو مسلمانوں اور ان تمام قوموں کے حقوق کی واپسی جن کے حقوق تم نے غصب کر رکھے ہیں اور ان تمام غاصبانہ تعاون اور مخصوص مفادات رکھنے والے گروہوں کی مخالفت کو نظر انداز کرتے ہوئے امریکہ کی ممکنہ حفاظت کی بحالی یا پھر اگر تم ہمارے ممالک کو اسی طرح تباہ کرتے رہو گے اور ہمارے معاملات میں دخل اندازی کرتے رہو گے، ہماری عزت، آزادی اور خود مختاری کو پامال کرتے رہے تو اپنی قوم کو ایک برباد مستقبل کی ضمانت دے دو' جو غیر محفوظ بھی ہو گا اور آخر میں شکست کا سامنا ہی تمہارا مقدر رہے۔

تو اب یہ تمہاری پسند ہے اوباما! کیا تم امریکہ کا بدترین صدر بننے کے لیے جارج ڈبلیو بش سے مقابلہ کرنا چاہو گے؟ اب تمہاری مرضی ہے کہ تم امریکہ کو تباہی و بربادی کے راستے پر گامزن رکھنے کا انتخاب کرتے ہو جیسے کہ بدنام زمانہ بش نے کیا، یا پھر بہادری سے مخالفت کا سامنا کرتے ہوئے اپنی انتخابی مہم میں کیے ہوئے وعدوں کو پورا کرتے ہو اور اُن مکروہ منصوبوں کو حقیقت میں بدل ڈالتے ہو جو واشنگٹن میں ترتیب پا رہے ہیں ہو۔ یہاں میری مطلب ایسی مصنوعی تبدیلیاں نہیں جو چیزوں میں مزید بگاڑ پیدا کر دیں، میری مراد ایسی تبدیلیاں ہیں جن سے فرق پڑتا ہے، وہ تبدیلیاں جو پوری دنیا میں مسلمانوں کی غالب اکثریت چاہتی ہے، وہ تبدیلیاں جو میں نے مناسب طور پر تمہارے سامنے بیان کر دی ہیں۔

اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے اوباما! صرف الفاظ اور دکھاوے کے اشارے اس لیے کافی نہیں کہ ہم اپنے ہتھیار رکھ دیں اور اپنی تلواریں میان میں ڈال لیں نہیں اوباما! ہو سکتا ہے تم نے قاہرہ کے اسٹیج پر زیتون کی کچھ کمزور شاخیں بڑھائی ہوں یا صورت حال سے لاتعلق قرآنی آیات پڑھی ہوں اور خالی خولی امن کے پیغامات دیے ہوں، مگر ہمارے اور تمہارے تعلقات کبھی نہیں بدلیں گے جب تک تمہارے خوبصورت الفاظ تمہارے بدصورت اقدامات کی نفی کرتے رہیں گے۔

اسی طرح اسٹیٹ ڈیپارٹمنٹ کی کوئی منافقانہ رپورٹ' جس میں یورپ پر مسلمانوں کے حقوق کی خلاف ورزی پر تنقید کی گئی ہو، ہمیں اس بات سے غافل نہیں کر سکتی کہ امریکہ اب تک مسلمانوں کے حقوق غصب کرنے اور ان پر مظالم کرنے میں دنیائے کفر کا سربراہ ہے۔

تم اپنے بدترین حربے آزما لو اوباما! مگر ایک بات یاد رہے، تم ہم میں سے جتنوں کو چاہو شہید کر لو یا قید کر لو، مگر ہم مجاہدین میں سے ہر ایک جو دنیا کو الوداع کہتا ہے یا اپنی آزادی اللہ کی راہ میں قربان کرتا ہے، اس کی جگہ لینے کے لیے درجنوں لوگ تیار ہوتے ہیں، کہ وہ بھی ویسے ہی اسلام کی فتح اور مسلمانوں کے حقوق کے لیے لڑیں۔

اور اوباما! جب تم اپنے اگلے قدم کے لیے سوچو تو ایک بات تمہارے ذہن میں رہنی چاہیے کہ اب تک شہید، زخمی اور دربدر ہونے والے مسلمانوں کا جب کوئی موازنہ کرتا ہے' جن کے تم ذمہ دار ہو اور نسبتاً چھوٹی تعداد میں امریکیوں کی ہلاکتوں کا، تو یہ بات صاف ظاہر ہوتی ہے کہ ابھی تو ہم نے برابری کرنا بھی شروع نہیں کی، اس لیے اگلی بار ہم لوگ شائد وہ ضبط اور صبر نہ دکھا سکیں جس کا ہم نے آج تک مظاہرہ کیا ہے، اس لیے فیصلہ کر لو اوباما!!!! اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے۔

اور یقیناً سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو ایمان والوں کو فتح دیتا ہے۔

☆☆☆☆☆

اے اللہ کے بندو! واجب ہے کہ آپ اپنے دین اور وحدت کو خطرے میں ڈالنے والے زرداری اور اس کی فوج کے خلاف برسرِ پیکار مجاہدین اسلام کی ہر طرح سے اعانت کریں۔ امریکہ کے ان غلاموں نے اہل پاکستان کو دھوکے اور شدید مصیبت سے دوچار کر رکھا ہے۔ اس سے قبل مشرف نے پاکستان کو شدید نقصان پہنچایا اور اب زرداری' امریکہ کے مطالبات کو پورا کرنے کے لیے پہلے سے بڑھ کر خطرے کی طرف دھکیل رہا ہے۔ اسے اور اس کی فوج کے اس فتنے کو روکنے کا واحد راستہ، ان کے خلاف جہاد فی سبیل اللہ کا ہے۔ اے اللہ کے بندو! جان لو کہ وہ فوج جو شریعت الٰہیہ کے قیام کو روکنے کے لیے قتال کرتی ہے' وہ مرتد ہے اور اُس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ ہمارے نزدیک شریعتِ الٰہیہ' ہمارے خون، ہمارے اموال و اغراض اور ہماری زمین' سب سے بڑھ کر ہے!!! جب کہ فوج شریعت کی اہانت کرتی ہے اور اس کے نزدیک شریعت کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ ان کے اس عمل کے بارے میں کوئی جاہل یا منافق ہی شخص تاویل کر سکتا ہے۔ کشمیر کو ہرگز فراموش نہ کیجیے کہ وہ پاکستان کے استحکام کے لیے انتہائی اہم ہے اور بے شک سرزمین اسلام پاکستان کی حفاظت' مجاہدین ہی کریں گے۔ ان شاء اللہ

(شیخ اسامہ بن لادن حفظہ اللہ)

شیخ انور العولقی کا پہلا اور خصوصی ویڈیو انٹرویو

[شیخ انور العولقی آج کل کفر کی آنکھ میں کانٹا بنے ہوئے ہیں۔صلیبی دنیا ان کو'انٹرنیٹ کا اسامہ بن لادن' قرار دیتی ہے۔کفار کے سردار اوباما نے ان کو شہید کرنے کا اعلان کر رکھا ہے۔اُن کا جزیرۃ العرب کے مجاہدین کے الملاحم میڈیا کو دیا گیا انٹرویو نذرِ قارئین ہے۔]

الملاحم: شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں۔اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر سلامتی اور رحمتیں ہوں۔ادارہ الملاحم انور العولقی کے ہمراہ اس خصوصی نشست میں آپ کو خوش آمدید کر کے خوشی محسوس کرتا ہے جنہوں نے ہماری درخواست کو قبول کیا اور ہمیں یہ انٹرویو لینے کا شرف بخشا۔معزز شیخ آپ کو بھی خوش آمدید۔

شیخ انور العولقی: خوش آمدید اور یہاں پہنچنے کے لیے ساری تکالیف اٹھانے کا شکریہ۔

الملاحم: جزاک اللہ شیخ،ہم اس انٹرویو کا آغاز عمومی طور پر امریکی اور مغربی ذرائع ابلاغ میں آپ کے حوالے سے ہونے والے شور سے کرتے ہیں جس میں انہوں نے آپ پر امریکہ، برطانیہ اور کینیڈا میں ۱۴ واقعات میں ملوث ہونے کا الزام لگایا ہے۔میڈیا کے پھیلائے گئے ان دعوؤں کی کیا حیثیت ہے اور اس حملے کے پیچھے کون سی وجوہات کارفرما ہیں؟

شیخ انور العولقی: اس حملے کی وجہ یہ ہے کہ میں مسلمان ہوں اور اسلام کی طرف دعوت دیتا ہوں۔میرا قصور یہ ہے کہ میں نے حسن نضال اور اس کے بعد عمر فاروق کو (جہاد کی) ترغیب دلائی اور اب یہ معاملہ بھی جس کا آپ نے ذکر کیا۔ان سب میں مشترکہ بات ترغیب دلانا ہے۔

کس چیز کی ترغیب دلانا؟ جہاد کی،اس اسلام کی جو اللہ نے اپنے قرآن اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں وحی کیا ہے،اور یہ ایک قصور ہے۔آج امریکہ ایسا اسلام نہیں چاہتا جو امت کا دفاع کرتا ہو،وہ ایسا اسلام نہیں چاہتے جو جہاد کی طرف بلاتا ہو،شریعت کے نفاذ کی دعوت دیتا ہو،جو الولاء والبراء کا درس دیتا ہو۔وہ نہیں چاہتے کہ اسلام کے یہ دروازے کھلیں اور لوگوں کو ان کی طرف بلایا جائے۔وہ کیا چاہتے ہیں؟ وہ ایک امریکی، لبرل، جمہوری،امن پسند اور سیکولر اسلام کے خواہاں ہیں،جس کا وہ اپنے بیانات میں تذکرہ اور چرچا بھی کرتے رہتے ہیں جیسا کہ پہلے بھی بہت دفعہ میں ذکر کر چکا ہوں،مثال کے طور پر رینڈ کی رپورٹ میں۔

اب ہمارے پاس ایک فقہ ہے عزت اور انصاف کی پکار کی اور ایک فقہ ہے ذلت اور مغلوبیت کی تہذیب کی۔سی آئی اے کے ایک ممتاز افسر نے کہا کہ اگر ملا عمر ہمارے خلاف کھڑا ہوتا ہے تو ہم اس کی مخالفت میں ملا بریڈلی کو کھڑا کر دیں گے۔دوسرے الفاظ میں اس کا کہنا ہے کہ اگر تمہارے پاس علما حق ہیں تو ہمارے پاس بھی جعلی علما ہیں۔اگر تم اپنے ہاں ملا عمر کو کھڑا کرو گے تو ہم بھی اپنی طرف سے ملا بریڈلی کو میدان میں لے آئیں گے۔

اسلامی دنیا میں یہ دل اور دماغ کی جنگ اپنے عروج پر ہے۔آج امریکہ ایک خود ساختہ اسلام کی ترویج اور تشہیر کر رہا ہے بالکل اسی طرح جیسے اس کے آباؤ اجداد یہ کام کر چکے ہیں،انہوں نے عیسائیت کو تبدیل کر دیا،یہودیت کو تبدیل کر دیا اور اب وہ اسلام کو بدلنے کے خواہش مند ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کا دین تو محفوظ ہے۔اب عزت کی فقہ ہے جو مقابلے کے میدان میں ہے۔کچھ داعی اس کی دعوت دیتے ہیں اور کچھ لوگ جو اسلامی میدان میں کام کر رہے ہیں مثلاً آپ القاعدہ کے لوگ اس فقہ کی نمائندگی کرتے ہیں۔آپ کی دعوت عزت اور عزیمت کی دعوت ہے۔مثلاً ڈاکٹر ایمن الظواہری،جب انہوں نے اوباما کو مخاطب کیا تو اس کو کیا کہا تھا؟ ''اے مسٹر اوباما! اللہ کی رحمت سے کچھ بعید نہیں کہ وہ مجاہدین کے ہاتھوں امریکہ کو ختم کر دے تاکہ ہم سب کو چین میسر ہو اور پوری دنیا کو تمہارے شر سے نجات ملے۔''یوں بات کرنا عزت کے ساتھ بات کرنا ہے۔یہ امریکہ کے بارے میں مسلمانوں کے نقطہ نظر پر ایک صاف اور واضح خطاب ہے کہ ہم سب تم سے چین حاصل کرنے کے انتظار میں ہیں،تمہارے اس سارے ظلم اور زیادتی کی وجہ سے تمہارے شر سے آرام حاصل کرنا چاہتے ہیں۔

اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ جب اوباما نے مسلم دنیا کا دورہ کیا اور قاہرہ سے گزرتے ہوئے ریاض کا دورہ کیا تو وہاں ایک داعی نے ان کا یہ کہہ کر استقبال کیا کہ ''کتنا مبارک لمحہ ہے اے ابو حسین!''مبارک لمحہ؟ کیا یہ مبارک لمحہ ہے کہ اوباما مسلم دنیا کے قلب میں آئے؟ جزیرۃ العرب میں؟ کیا یہ مبارک لمحہ ہے کہ ہم اوباما کا استقبال کریں؟ آج کی صلیبی جنگ کا قائد،اسلام کے خلاف جاری جنگ کا سربراہ،اس دور کا فرعون!!! کہ ہم اس کا ان الفاظ سے استقبال کریں؟ یہ ایک عکس ہے ذلت کی فقہ اور مغلوبیت کی تہذیب کا۔اوباما جس نے اسرائیل کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے،اوباما جس نے پاکستان اور افغانستان میں ان ڈرون طیاروں سے بمباری میں اضافہ کیا اور اب وہ یمن میں بھی داخل ہو چکا ہے۔اوباما جس نے صومالیہ اور یمن میں ''دہشت گردوں'' کے خاتمے کا تہیہ کیا۔وہ اوباما جو امریکہ کو نت نئی جنگوں میں جھونکنا چاہتا ہے۔کیا ہم یوں اس کا استقبال کریں؟'کتنا مبارک لمحہ ہے یا ابو حسین' مبارک لمحہ؟! اوباما کے دورے میں برکت کہاں سے آئی؟

روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے،مدینہ اور مکہ سے صرف چند کلومیٹر کے فاصلے پر،جزیرۃ العرب میں،جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ 'مشرکین کو جزیرۃ العرب سے نکال دو'،اب ہم یوں اوباما کا استقبال کرتے ہیں 'کتنا قیمتی لمحہ ہے یا ابو حسین!' قیمتی لمحہ!

اس طرح کے خطابات امریکہ کو خوش کرتے ہیں اور اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ سیٹلائیٹ چینل اس فقہ سے وابستہ لوگوں کی ایسی ہی باتوں سے بھرے پڑے ہیں۔ اور جیسا کہ ہم نے کہا ڈاکٹر ایمن جیسے لوگ کیونکہ وہ عزت وحمیت اور حق کی پکار کی فقہ کی نمائندگی کرتے ہیں، امریکہ ان کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتا ہے؟ دو طرح کا برتاؤ کرتا ہے۔ یا تو اس شخص کو ختم کر دیتا ہے یا اس کی شخصیت کو۔ شخص کو تو وہ قتل کر کے ختم کرتا ہے وگرنہ اس کی شخصیت پر حملہ کرتا ہے۔ اگر اس کو قتل کرنے میں ناکام ہو جائے تو میڈیا کی مہم کے ذریعے اس کی ساکھ کو تباہ کرتا ہے اور اس کی شخصیت کو مٹانے کی کوشش کرتا ہے۔ آج یہی امریکیوں کا طریقِ کار ہے چنانچہ ہمیں دھیان کرنا چاہیے اور ہوشیار رہنا چاہیے۔

الملاحم: یعنی معاملہ یہ ہے کہ حق بات کرنے والے اور اہل حق کو ان کے حقوق دینے کی بات کرنے والے اسلام کے داعی کی ساکھ کو خراب کیا جائے، لیکن امریکہ نے آپ پر فورٹ ہڈ میں کیے گئے بھائی نضال حسن کے آپریشن میں ملوث ہونے کا الزام لگایا ہے۔

شیخ انور العولقی: جی ہاں، نضال حسن میرے شاگردوں میں سے ایک ہیں اور میرے لیے بڑے فخر کی بات ہے۔ مجھے اس بات پر خوشی محسوس ہوتی ہے کہ نضال حسن جیسے لوگ میرے شاگردوں میں سے ہیں۔ اُنہوں نے جو کیا 'بہت بہادری والا کام ہے، بہت زبردست آپریشن تھا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ انہیں ثابت قدم رکھے، ان کی حفاظت کرے اور ان کی جلد از جلد رہائی کو ممکن بنائے۔ انہوں نے جو کام کیا میں اس کی حمایت کرتا ہوں اور ہر اس شخص کو جو مسلمان ہونے کا دعوی کرتا ہے اور اس کے باوجود امریکی فوج میں ملازم ہے میں دعوت دیتا ہوں کہ نضال حسن کے نقش قدم پر چلے کیونکہ نیک اعمال برے اعمال کو مٹا دیتے ہیں اور میں تمام مسلمانوں کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بھی اس راستے کو اپنائیں، اپنے اقوال سے جہاد کریں یا ہاتھ سے جہاد کریں۔ اور جو مثال حسن نضال نے پیش کی ہے وہ بہتر مثال ہے۔ ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ وہ اس کے ذریعے دوسرے بہت سے مسلمانوں کے لیے نضال حسن کے نقش قدم پر چلنے کے لیے دروازے کھول دے۔

الملاحم: شیخ! آپ اس طرح کی کارروائیوں کی حمایت کرتے ہیں جبکہ امریکہ کی کچھ اسلامی تنظیموں نے اس کارروائی کی مذمت کی ہے اور اس کو دہشت گردی اور شدت پسندی قرار دیا ہے، اور یہ کہ اس کا اسلام سے کوئی تعلّق نہیں ہے۔ مثلاً ایک تنظیم کا کہنا ہے کہ 'ہم اس بزدلانہ حرکت کی پرزور مذمت کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ ایسا کرنے والوں کو قانون کے تحت سخت ترین سزا دی جائے' انہوں نے یہاں تک کہا ہے کہ 'اور جو بات اس جرم کی سنگینی میں مزید اضافہ کرتی ہے وہ یہ کہ اس کا ہدف وہ رضا کار افواج ہیں جو ہمارے ملک کا دفاع کرتی ہیں۔ امریکی مسلمان دہشت گردی کے شکار لوگوں کے لیے دعا کے لیے اپنے ہم وطنوں کے ہمراہ کھڑے ہیں اور زخمیوں اور مرنے والوں کے لواحقین سے اظہارِ افسوس کرتے ہیں'۔

آپ ایسے بیانات کا کیا جواب دیتے ہیں اور ایسے موقف کی کیا وجہ ہے؟

شیخ انور العولقی: یہ ذلت والی، گری ہوئی، پستی اور مغلوبیت کی باتیں ہی آجکل ان کی باتیں ہیں، لیکن ہم امریکہ کی ان میں سے کچھ تنظیموں کو چند سال قبل تک دیکھتے رہے ہیں کہ یہ تنظیمیں ایک وقت تھا کہ افغانستان میں جہاد کی حامی تھیں، بوسنیا میں جہاد کی حامی تھیں، شیشان میں جہاد کی حامی تھیں، فلسطین میں جہاد کی حامی تھیں اور میں ان دنوں وہیں امریکہ میں تھا۔ ہم مساجد کے منبروں پر سے اسلام کی ہر چیز کی طرف دعوت دیا کرتے تھے، جہاد فی سبیل اللہ، خلافت کے قیام کی دعوت، ولاء والبراء۔ کھلم کھلا بات کی جاتی تھی۔ امریکہ میں ہمارے لیے یہ باتیں کرنے کی آزادی تھی اور یہ آزادی بہت سے اسلامی ممالک سے بھی زیادہ تھی۔ لیکن پھر امریکہ گھیرا تنگ کرتا گیا اور یہی دعوت کی سنت بھی ہے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کے ساتھ بھی ایسا ہی ہوا۔ ابتداء میں قریش ان کو نظر انداز کرتے رہے یہاں تک کہ انہیں خطرہ محسوس ہونے لگا اور اسی لیے انہوں نے کہا: 'جب انہوں نے کھلم کھلا دعوت دینا شروع کی تو لوگ ان کے خلاف جمع ہونا شروع ہو گئے۔' اسی طرح جب امریکہ نے وہاں پر مسلمانوں کی دی جانے والی دعوت کا خطرہ محسوس کرنا شروع کیا تو ان پر گھیرا تنگ کرنا شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ تنگ کرتے رہے۔ آزادی کی فضا تنگ ہوتی گئی یہاں تک کہ ۱۱ ستمبر کے واقعات کے بعد اپنی حد کو پہنچ گئی۔ اور وہاں مسلمانوں کے لیے نئے قوانین وضع کیے گئے جن کے بعد امریکہ میں کسی آزمائش کے بغیر بحیثیت مسلمان رہنا اور حق کی طرف دعوت دینا انتہائی دشوار ہو گیا۔ چنانچہ دو ہی راستے رہ گئے، ہجرت یا قید۔

جن تنظیموں کا آپ نے ذکر کیا وہ اس تنگ فضا کی چھاؤں میں بات کر رہے ہیں جس میں اک مسلمان کو ہمیشہ یہ محسوس کرایا جاتا ہے کہ وہ غلط ہے اور وہ اپنا دفاع کرنا چاہتا ہے۔ بالکل جس طرح سقوطِ غرناطہ کے بعد اندلس میں مسلمانوں کا حال تھا کہ ہر وقت اپنی وفاداری ظاہر کرنے کی کوشش کرتے ہیں تا کہ بچ جائیں اسی لیے ان لوگوں کی باتوں پر کان دھرنا بیکار ہے۔

اور تمام تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں، ہم بھائی نضال حسن کی کارروائی پر بھلا کس طرح نقطہ چینی کر سکتے ہیں؟ انہوں نے امریکی فوجیوں پر حملہ کیا جو کہ افغانستان اور عراق جا رہے تھے، اس پر بھلا کس کو اعتراض ہے؟! یہ تو متفق بات ہے، تمام ابنائے آدم کا، سب انسانوں کا اس پر اتفاق ہے بلکہ پالتو جانوروں کا بھی ہے کہ اگر حملہ ہو تو وہ اپنا دفاع کرتے ہیں۔ اگر کسی بلی کو بھی گھیرا جائے تو وہ اپنے بال پھلا کر پنجے نکال لے گی۔ تو کیا اب ہم یہ کہہ رہے ہیں کہ اک مسلمان کو اپنے دفاع کا بھی حق نہیں ہے؟! نضال حسن کا تعلّق فلسطین سے ہے اور وہ اپنی قوم کا دفاع کر رہا تھا۔ جب جانوروں کی دنیا میں بھی یہ بات قابل قبول ہے تو پھر اس طرح کی بات کے بارے میں کیا خیال ہے جس کو شریعت کا لبادہ اوڑھایا گیا ہو؟ یہ کہا جائے کہ مسلمان کو اپنی امت کے دفاع کا حق نہیں ہے؟ اپنے معاملات میں دفاع کی اجازت نہیں ہے؟ اور اس کے لیے اس امریکی فوجی کو مارنے کی اجازت نہیں ہے جو ابھی مسلمانوں کے قتل کے لیے نکل رہا ہے؟ ایسی باتیں بالکل بھی قابل قبول نہیں۔ نضال حسن کا یہ قدم بہت ہی زبردست اور دلیرانہ تھا۔ ہم اللہ سے ان کی ثابت قدمی کی دعا کرتے ہیں۔

الملاحم: لیکن ان لوگوں کا کہنا تو یہ ہے کہ اس طرح کی کارروائیاں مغرب اور امریکہ میں اسلام کا نام بدنام کرتی ہیں۔

شیخ انور العولقی: ہاں یہ ان کا ایک بہانہ ہے۔ان کا کہنا ہے کہ اس طرح کی کارروائیاں وہاں پر مسلمانوں کے لیے مشکلات پیدا کرتی ہیں اور مغرب میں مسلمانوں کو بدنام کرتی ہیں۔لیکن ہم ان سے چند سوال کرتے ہیں۔

کیا امریکہ میں مسلمانوں کی ساکھ کو بچانا ان ہزاروں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کو بچانے سے زیادہ اہم ہے جو روزانہ امریکی میزائلوں اور بموں کا سامنا کرتے ہیں؟ اور پھر ہم یہ کہتے ہیں: وہ کون سی ساکھ ہے جسے آپ بچانا اور دکھانا چاہتے ہیں؟

اگر ساکھ یہ ہے کہ مسلمان عذر ڈھونڈتا ہے اور جتنا ہو سکے معاف کرنے والا ہوتا ہے اور ہم بھلائی کے ساتھ اسلام کی طرف دعوت دیتے ہیں، تو یہ اچھی بات ہے لیکن ابھی ہمارا معاملہ ایک ایسی کفریہ قوم کے ساتھ ہے جو ہمارے ساتھ برسر جنگ ہے۔اور ہم امریکہ کو جو تاثر دینا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ اے امریکہ اگر تم ہم پر زیادتی کرو گے تو ہم تم پر زیادتی کریں گے اور اگر تم نے ہم میں سے قتل کیا ہے تو ہم تم میں سے قتل کریں گے۔یہ ہے وہ تاثر جو ہمیں دینا چاہیے۔یہ جو امریکی فوجی افغانستان اور عراق جا رہے تھے ہم ان کو ماریں گے۔ان کو مار سکیں تو فورٹ ہڈ میں ماریں گے، اگر مار سکیں تو انہیں عراق اور افغانستان میں ماریں گے۔ ان کفار کے شر کو قتال کی ترغیب دے کر رفع کریں گے، ہتھیار ڈال کر اور مغلوب ہو کر نہیں۔

الملاحم: خصوصاً یہ کہ امریکہ مسلمان ممالک پر قابض ہے۔

شیخ انور العولقی: جی ہاں! ابھی ہم افغانستان اور عراق میں امریکی قبضے اور باقی مسلم دنیا میں بھی تسلط کی تصاویر کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔

الملاحم: کیا آپ کے خیال میں یمن پر امریکہ کا قبضہ ہے؟

شیخ انور العولقی: یمن پر امریکہ کا قبضہ نہیں بلکہ اس سے بھی بدتر صورتحال ہے کہ قبضے کو مسلط کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔اگر ہم قبضے کی بات کریں تو بات کریں گے امریکی داخلے کی زمینی افواج، ٹینکوں اور فوجی گاڑیوں کے ساتھ اور یمن کے پہاڑوں اور ریگستانوں پر فوجیوں کے قبضے کی۔اسے قبضہ کہتے ہیں کہ وہ زمین پر اپنا کنٹرول نافذ کریں۔لیکن ابھی جو کچھ ہو رہا ہے وہ اس سے بھی بدتر ہے۔یمنی حکومت امریکہ کو کہتی ہے 'تم فضا پر قابض ہو جاؤ، سمندر پر قابض ہو جاؤ اور زمین پر ہم تمہارے لیے کافی ہوں گے۔ہم زمین پر تمہیں یمن کے لوگوں میں سے جاسوس فراہم کریں گے تاکہ وہ مسلمانوں پر جاسوسی کریں۔اور تم لوگ اپنے ہوائی جہازوں سے جاسوسی کرو، ہم تمہیں نہیں روکیں گے۔مسلمانوں کے نجی معاملات کی جاسوسی کرو، یمن کے علاقوں پر جاسوسی کرو، اور اپنے بحری ٹاور تیار کرو تاکہ یمن کے لوگوں کو کروز میزائلوں کا نشانہ بنا سکو اور ہوائی جہازوں سے ان پر بم برساؤ جیسا کہ ابیان اور شبوہ میں ہوا، اور زمین پر ہم تمہارے لیے کافی ہوں گے اور تمہارے لیے اس کو کنٹرول کریں گے۔

امریکہ آج عراق اور افغانستان کے بعد کسی نئی مہم میں داخل نہیں ہو سکتا۔اگر امریکی یمن میں داخل ہوں تو امریکی سپاہی کو یمن کے پہاڑوں پر قتل کیا جائے گا، اس کی چوٹیوں پر اور وادیوں میں، اور سبزہ زاروں اور ریگستانوں میں اس کو قتل کیا جائے گا۔امریکی خزانہ یمن جیسے کسی اور ملک میں کسی نئی مہم کے لیے وسائل مہیا کرنے کے قابل نہیں جسے حملہ آوروں کا قبرستان کہا جاتا ہے۔امریکی معیشت آج لڑکھڑا رہی ہے۔لہٰذا یمن کی حکومت نے امریکہ کو اس پریشانی سے بچا لیا ہے یہ کہہ کر کہ 'ہم تمہارے لیے کافی ہیں' تم بس فضا اور سمندر پر اپنا قبضہ رکھو باقی کام ہم کریں گے۔اور اب ہوتا یہ ہے کہ امریکہ مثلاً کسی کو ختم یا قتل کرنا چاہتا ہے مثلاً شیخ عبداللہ المہدار کو تو امریکی انتظامیہ نے یمن میں فوج سے رابطہ کیا اور کہا کہ ہم اس شخص کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔کیا امریکہ کو یمن کی حکومت کے سامنے کوئی ثبوت پیش کرنا ہوگا؟ نہیں، صرف نام لینے کی دیر ہے کہ یہ فلاں شخص، اسے ہم ختم کرنا چاہتے ہیں، یہی کافی ہو جاتا ہے۔شیخ عبداللہ المہدار معاشرتی میدان میں لوگوں کے درمیان جانے پہچانے ہیں اور ایک قبیلے کے شیخ ہیں۔یمن کی حکومت نے اپنے قوانین کے مطابق بھی ان پر کوئی الزام نہیں لگایا، کوئی عدالتی فیصلہ ان کے خلاف نہیں دیا گیا۔اس کے باوجود فوج اور سیکورٹی فورسز آئیں اور انہوں نے شیخ المہدار کے گھر کو گھیرے میں لے لیا اور امریکہ کے حکم پر گھر میں جتنے افراد موجود تھے سب کو قتل کر دیا۔اس کے بعد یمن کی حکومت امریکیوں کے سامنے بل پیش کرتی ہے؛ یہ قیمت ہے شیخ عبداللہ کے خون کی، اسی طرح جیسے انہوں نے ان عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے خون کی قیمت حاصل کرنے کے لیے بل پیش کیا تھا جو ابیان میں شہید ہوئے۔چھوٹی چھوٹی بچیاں، بچے اور عورتیں امریکی بمباری میں شہید ہوئیں اور پھر یہ لٹیروں کا گروہ جو یمن پر حکومت کرتا ہے، یہ کوئی حکومت نہیں بلکہ جرائم پیشہ گروہ ہے جو اپنے بچوں کے خون کی تجارت کرتا ہے اور مغرب سے اس خون کی رشوت وصول کرتا ہے، اور جیسے جیسے مردہ لوگوں کی تعداد بڑھتی جاتی ہے اس کو ملنے والی امداد بڑھ جاتی ہے، اور اب ان لوگوں نے یمن میں بہنے والے مسلمانوں کے خون کے بدلے کروڑوں ڈالروں کا وعدہ کیا ہے۔

الملاحم: ویسے یمن کے علما نے امریکیوں کے یمن میں داخل ہونے پر ان سے قتال کے فرض ہونے کا فتوی جاری کیا ہے، کیا آپ ایسے فتوؤں کی حمایت کرتے ہیں؟

شیخ انور العولقی: بیشک یہ علما کی ذمہ داری ہے کہ وہ امت کی رہنمائی کریں، اور یہ رہنمائی حالات کے مطابق ہی ہونی چاہیے۔موجودہ حالات نہایت اہم ہیں اور اس میں علما کا بیان جس میں انہوں نے جہاد کی دعوت دی ہے ظاہر ہے کہ ایک لائق تحسین بات ہے۔لیکن ایک بات کی وضاحت ضروری ہے: آج مسلمانوں اور امریکہ کے درمیان جو جنگ ہے وہ پٹرول کے لیے نہیں، پانی پر نہیں، کسی خاص خطہ زمین یا سمندر کے لیے نہیں۔یہ جنگ محض فلسطین، عراق یا افغانستان کے لیے نہیں۔ہاں یہ سب عوامل جنگ کی وجوہات میں شامل ہیں لیکن اصلاً یہ جنگ توحید کی جنگ ہے۔اب امریکہ اُس اسلام کو ختم کرنے کے درپے ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وحی کیا گیا تھا اور ایک خودساختہ جعلی اسلام سامنے لانا چاہتا ہے جس کا میں نے تذکرہ بھی کیا۔یہ جنگ توحید کی جنگ ہے اسی لیے اس کو تنگ نظری سے نہیں یا دنیا کے ایک معاشی معاملے کے طور پر نہیں لینا چاہیے۔اس جنگ کی حیثیت اس سے بڑھ کر ہے اور اسی لیے علما کو اس سے بڑا کردار ادا کرنا چاہیے۔اس فتوے کو تشریح اور تنفیذ کی ضرورت ہے۔

تشریح کی ضرورت اس لیے ہے کیونکہ کچھ نکات ایسے ہیں جن پر فتوے میں سیر حاصل بحث نہیں کی گئی اور کچھ نکات سرے سے موجود ہی نہیں۔مثلاً اس میں یمنی حکومت کے

موقف پر روشنی نہیں ڈالی گئی جبکہ یہ نہایت اہم معاملہ ہے۔علما نے کہا ہے کہ ' دفاع کرنے والوں کا حکم ایک بلاواسطہ حکم ہے' یمنی حکومت امریکہ کا دفاع کرنے والی نہیں بلکہ بلاواسطہ ہے۔یمن کی حکومت بلاواسطہ امریکہ کے ہمراہ صلیبی مہم کا حصّہ ہے۔ جب امریکی طیارے ابیان اور شبوہ پر بمباری کررہے تھے، اسی وقت عسکری قوتیں ارہاب میں ہمارے بھائیوں کے گھروں پر حملہ کررہی تھیں۔ چنانچہ یہ لوگ امریکہ کے ساتھ اس مہم میں شریک ہیں۔فتوے میں اس بات کا ذکر نہیں کیا گیا کہ اس ایجنٹ اور غدار حکومت کے بارے میں کیا موقف ہونا چاہیے۔ یہ حکومت جو امریکیوں کے ساتھ کام کرتی ہے اس کے بارے میں کیا موقف ہے؟

اس کے ساتھ ساتھ اس فتوے کو نافذ کرنے کی ضرورت ہے۔ٹھیک ہے آپ نے یہ فتوی دیا کہ 'امریکیوں کے خلاف جہاد کیا جانا چاہیے۔' اب لوگ آپ سے چاہیں گے کہ آپ ان کے لیے اس فتوے کو نافذ کریں۔آپ ان سے یہ کہیں کہ یہ جو طیارے تمہارے اوپر گھوم رہے ہیں ان کو نشانہ بناؤ۔یمن میں قبائل کے پاس ایسے ہتھیار موجود ہیں جو ان طیاروں کو گرانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔علما کو چاہیے کہ وہ قبائل کو اس کی دعوت دیں کہ ان طیاروں کو مار گراؤ، یہ کیوں تمہارے گھروں کے اوپر گھوم رہے ہیں؟ یہ جو امریکی ٹاور ہمارے پانیوں میں ہیں ان کو نشانہ بناؤ، امریکی اہلکار جو تمہیں صنعاء اور عدن میں ملیں انہیں اپنا ہدف بناؤ'' یہ اس فتوے کی تنفیذ ہے اور یہ وہ کردار ہے جو آج علما کو ادا کرنا چاہیے جبکہ انہیں حکومت کی طرف سے ایسی ہدایات نہیں مل رہیں۔ ہمارے حکمران گمراہ ہو گئے ہیں اور ان کا کوئی کردار نہیں، اب لوگوں کی درست رہنمائی علما ہی کو کرنی ہے۔

الملاحم : ابیان اور شبوہ میں بمباری کے بعد مجاہد عمر فاروق نے امریکی ڈیلٹا کمپنی کے ایک طیارے کو اڑانے کی کوشش کی جو ایمسٹرڈیم سے ڈیٹرویٹ کی طرف جارہا تھا۔ یہ کارروائی یمن پر امریکہ کی سفاکانہ بمباری کے ردعمل میں کی گئی۔آپ کا عمر فاروق سے کیا تعلّق ہے؟

شیخ انور العولقی : اس کارروائی نے مجاہدین کے بہت سے اہداف پورے کیے۔ یہ امریکیوں کے لیے ایک جوابی اور دہشت زدہ کرنے والی کارروائی تھی۔اور اس سے امریکہ کے سیکورٹی اور حفاظتی آلات کا خلل ظاہر ہوتا ہے چاہے وہ انٹیلی جنس کے ہوں یا سیکورٹی میں۔امریکی فضائی اڈوں پر یہ لوگ ۴۰ ملین ڈالر سے زیادہ خرچ کرتے ہیں اور اس کے باوجود عمر فاروق ان حفاظتی آلات سے گزرنے میں کامیاب ہو گئے۔ نیز انٹیلی جنس نے اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے اس کو نگرانی میں رکھا تھا لیکن اس کے باوجود وہ امریکہ کے قلب ڈیٹرویٹ پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ چنانچہ کارروائی کو بہت زیادہ کامیابی بھی حاصل ہوئی اگرچہ ایک بھی شخص مارا نہیں گیا لیکن پھر بھی یہ بہت کامیاب رہی۔

اور جہاں تک بھائی عمر فاروق کا تعلّق ہے تو وہ بھی میرے ایک شاگرد ہیں اور مجھے اس بات پر فخر ہے کہ ان جیسے لوگ میرے شاگردوں میں سے ہیں اور میں ان کے اس اقدام کی بھرپور حمایت کرتا ہوں۔

الملاحم : آپ ان کارروائیوں کی حمایت کرتے ہیں حالانکہ جیسا کہ میڈیا میں کہا جاتا ہے اس کارروائی میں معصوم لوگوں کو نشانہ بنایا گیا تھا؟

شیخ انور العولقی : جہاں تک شہریوں کا معاملہ ہے تو اس تناظر کا آجکل بہت ذکر ہوتا ہے لیکن ہم اس تناظر میں بات کرنے کو ترجیح دیتے ہیں جو ہمارے علما استعمال کرتے ہیں۔یعنی محاربین اور غیر محاربین (لڑنے والے اور نہ لڑنے والے)۔محاربین سے مراد وہ لوگ ہیں جو ہتھیار اٹھائے ہوئے ہوں چاہے کوئی خاتون ہی کیوں نہ ہو اور غیر محاربین سے مراد وہ ہیں جو جنگ میں حصّہ نہیں لیتے۔ جہاں تک امریکی عوام کی بات آتی ہے تو مجموعی طور پر وہ سب جنگ میں شریک ہیں۔ کیونکہ یہ عوام ہی تو ہے جس نے اس انتظامیہ کو چنا ہے اور یہی لوگ ہیں جو جنگ کی مالی معاونت کر رہے ہیں۔اس حالیہ انتخابات میں اور گزشتہ انتخابات میں امریکی عوام کے پاس یہ آزادی تھی کہ وہ ایسے لوگوں کو منتخب کریں جو جنگ کے حامی نہیں لیکن اس کے باوجود ایسے لوگوں کو بہت تھوڑے ووٹ ملے۔

پھر یہ کہ باقی باتوں سے پہلے ہمیں اس معاملے کو شریعت کے نقطہ نظر سے دیکھنے کی ضرورت ہے اور یہی اس معاملے کو حل کرے گا کہ آیا ایسا کرنا جائز ہے یا نہیں۔

اگر مجاہد بھائی عمر فاروق ہزاروں فوجیوں کو ہدف بنا سکتے تو یہ بہت اچھا ہوتا لیکن ہم حقیقی جنگ کی بات کر رہے ہیں۔اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صرف دن میں جنگ کر سکتے تو ضرور ایسا ہی کرتے لیکن کچھ ایسے حالات ہوتے تھے جب وہ مجموعات کو رات کے وقت بھیجتے اور یہ مجموعات جو رسول اللہ روانہ کرتے تھے اندھیرے کی وجہ سے عورتوں اور بچوں کو بھی قتل کیا کرتے تھے۔لہٰذا صحابہؓ نے واپس آکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملے کے بارے میں دریافت کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ ' وہ ان ہی میں سے ہیں' یعنی کہ ان کا بھی وہی حکم ہے جو ان کے باپوں کا ہے۔یعنی خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی اجازت دی ہے۔

نیز ہم سیرت کے واقعات سے بھی اس کا جواز پیش کر سکتے ہیں جب قبیلہ ثقیف طائف میں قلعہ بند ہو گئے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر منجنیقوں سے حملہ کیا اور یہ منجنیقیں مردوں، عورتوں اور بچوں کے درمیان فرق نہیں کرتیں، چنانچہ یہ جنگ کی ایک حقیقت ہے۔اور آج امریکہ کے پاس ایسے ہتھیار ہیں جو فرق کر سکتے ہیں، ان کے ہتھیار خاص نشانے پر لگتے ہیں۔اگر وہ اہداف کے درمیان فرق کرنا اور ان کو الگ کرنا چاہیں تو آسانی سے کر سکتے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ شادی کی تقریبات کو نشانہ بناتے ہیں، جنازوں کو ہدف بناتے ہیں، گھر والوں کو ہدف بناتے ہیں اور بیشمار عورتوں اور بچوں کو قتل کرتے ہیں۔

الملاحم : جس طرح انہوں نے بکازام میں بدیوں کا قتل عام کیا تھا۔

شیخ انور العولقی : جی ہاں، بکازام میں بدویوں کا، عورتوں، بچوں اور کسانوں کا قتل عام کیا۔اس سے پتہ چلتا ہے کہ امریکہ جان بوجھ کر عورتوں اور بچوں کو مارنا چاہتا ہے۔اس کے علاوہ ایک اور بھی معاملہ ہے، امریکی امداد، اسلحہ اور تعاون سے ۵۰ سال سے ایک پوری قوم، فلسطین کی مسلمان قوم کا گلہ گھونٹ رہا ہے۔عراق میں ۲۰ سال کی پابندیاں اور پھر قبضہ اور اب افغانستان پر بھی قبضہ ہے۔ان سب باتوں کے بعد ہم سے چند امریکیوں کو نشانہ بنانے کے بارے میں سوال نہیں ہونا چاہیے جو جہاز میں مارے جاتے۔ ہمارے اور امریکیوں کے

درمیان جو فہرست ہے اس میں ملین سے زیادہ عورتیں اور بچے شامل ہیں، ہم مردوں کی بات نہیں کرتے، صرف عورتوں اور بچوں کی تعداد کی فہرست ہمارے اور ان کے درمیان کروڑ سے زیادہ ہو چکی ہے۔ تو یہ لوگ جو جہاز میں مارے جاتے محض سمندر میں ایک قطرے کی حیثیت رکھتے ہیں، اور ہم ان سے ان ہی جیسا برتاؤ کریں گے۔ ہم ان پر اسی طرح زیادتی کریں گے جس طرح انہوں نے ہم پر کی ہے۔

الملاحم: یمنی حکومت کا دعویٰ ہے کہ حالیہ مہم میں جو بمباری ہوئی وہ یمن کی طرف سے ہوئی اور (ان کے دعوؤں کے مطابق) امریکی انٹیلی جنس اور سیکورٹی کے شعبوں کے علاوہ کسی چیز میں مداخلت نہیں کرتے۔ آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

شیخ انور العولقی: نہیں، یہ بات صحیح نہیں ہے۔ ابیان میں جو بمباری ہوئی وہ باکازام پر ہوئی اور ان کا تعلق میرے ہی قبیلے سے ہے۔ شبوہ اور رفد میں جو بمباری ہوئی وہ بھی میرے ہی قبیلے پر ہوئی۔ ہم ان لوگوں کو جانتے ہیں اور ان سے رابطے میں ہیں۔ ہم نے حملے کے بعد بھی ان سے رابطہ کیا اور عینی شاہدین کا کہنا ہے کہ انہوں نے امریکی کروز میزائل دیکھے ہیں اور بمباری کے بعد بھی کچھ ایسے بم تھے جو پھٹ نہیں سکے اور ان پر Made in America لکھا ہوا تھا۔ چنانچہ یہ بالکل غلط بات ہے، وہ امریکی طیارے تھے اور امریکی ٹاور تھے جن سے ابیان اور شبوہ پر بمباری کی گئی۔

اور اگر حکومت کا یہ دعویٰ صحیح بھی ہے تو ان کا یہ بہانہ ان کے جرم سے زیادہ قبیح ہے کیونکہ انہوں نے یہ تسلیم کیا ہے کہ انٹیلی جنس کے معاملات میں امریکہ کا تعاون حاصل ہے۔ گویا ان کا کہنا ہے کہ ہم نے امریکیوں کو اس بات کی اجازت دی ہے کہ آئیں اور ہماری پوشیدہ باتوں کی جاسوسی کریں، اور یہ کہ ہم نے ان سے معلومات لے کر ان کے اشاروں کی بنیاد پر یہ بمباری کی ہے۔

الملاحم: امریکی حکومت کا کہنا ہے کہ نضال حسن کی کارروائی کے بعد انہوں نے آپ کا گھیراؤ کیا اور انٹرنیٹ پر آپ کی ویب سائٹ کو بند کر دیا ہے اور یہ کہ آپ کا پیچھا کیا جا رہا ہے۔ کیا یہ درست ہے؟

شیخ انور العولقی: جی ہاں، انہوں نے نضال حسن کے آپریشن کے بعد میری ویب سائٹ بند کر دی۔ میں نے سائٹ پر نضال حسن کی حمایت میں ایک مضمون لکھا تھا۔ اس کے بعد میں نے واشنگٹن پوسٹ میں ایک مضمون پڑھا کہ وہ لوگ میرے روابط کو زیر نظر رکھے ہوئے ہیں، چنانچہ میں نے مجبوراً یہ روابط ختم کر دیے اور اس جگہ سے نقل مکانی کر لی۔ اور پھر اس کے بعد امریکی بمباری ہوئی۔

لیکن یہ بات کہ میرا پیچھا کیا جا رہا ہے صحیح نہیں ہے۔ میں اپنے قبیلے کے لوگوں کے درمیان اور یمن کے دوسرے علاقوں میں بھی آزادانہ نقل وحرکت کر رہا ہوں۔ کیونکہ یمن کے لوگ امریکہ سے نفرت کرتے ہیں۔ یہاں کے لوگ حق کا ساتھ دینے والے ہیں اور حق کا ساتھ دینے والے کمزوروں کی حمایت کرتے ہیں۔ لہٰذا میں عوام کے درمیان گھوم رہا ہوں اور یہاں پر یمن کے بہت وسیع علاقے کے لوگوں کی مجھے حمایت حاصل ہے چاہے وہ ابیدہ ہو یا واہم، ویلہ ہو شبید ہو یا بیقال، خولان ہو، حضرموت ہو یا ابیان ہو، شبوہ، عدن یا صنعاء ہو، الحمدللہ لوگوں میں بہت خیر ہے حالانکہ انہیں معلوم ہے کہ امریکہ کے مطلوب افراد کو پناہ دے کر وہ کس بڑے خطرے کا سامنا کر رہے ہیں۔ لیکن اس کے باوجود وہ رحم دلی اور کھلے دل کے ساتھ آگے بڑھ رہے ہیں اور بہترین وسائل کے ساتھ ان کی خدمت وضیافت کرتے ہیں۔ اور یہ ہم پر اور ملک کے دیگر اہل حق پر اللہ کی مہربانیوں میں سے ایک مہربانی ہے۔

الملاحم: ہم اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہیں کہ وہ آپ کی حفاظت کرے اور بہترین اجر دے اور بچائے رکھے اور دشمن کو آپ سے دور ہٹا دے۔ ہم یمنی حکومت کی طرف لوٹتے ہیں۔ یمن کی حکومت نے دعویٰ کیا تھا کہ انہوں نے شبوہ میں ضلع سعید کے علاقے رفد میں ایک فضائی حملے میں آپ کو شہید کر دیا ہے جبکہ آپ القاعدہ کی قیادت کے ہمراہ ایک میٹنگ میں مصروف تھے۔ آپ ان غلط عبارات کو کیسے لیتے ہیں؟

شیخ انور العولقی: کچھ واضح علامات ہوتی ہیں جو کسی فرد یا گروہ کا امتیازی وصف بن جاتی ہیں۔ مثلاً فلاں فلاں بہت ذہین ہے تو یہ اس کا امتیازی وصف بن جاتا ہے (فلاں ذہین) کوئی خاص قوم اپنی بہادری کی وجہ سے مشہور ہوتی ہے تو یہ بہادری اس کا امتیازی وصف بن جاتا ہے۔ کوئی حکومت اپنے ظلم کی وجہ سے مشہور ہو تو یہ اس کا امتیازی نشان بن جاتا ہے۔

یمن کی حکومت کا امتیازی وصف جھوٹ بولنا ہے، یہ ایسی حکومت ہے جو دروغ گو ہے۔ اپنے لوگوں سے جھوٹ بولتی ہے، اپنے ہمسایوں سے جھوٹ بولتی ہے، اندر باہر ہر جگہ جھوٹ ہے۔ اسی لیے انہوں نے یہ دعویٰ کیا کہ ہم نے فلاں اور فلاں کو شہید کر دیا ہے لیکن آخر میں یہ ظاہر ہو گیا کہ یہ سب جھوٹ تھا۔ لوگوں کا حکومت پر سے اعتماد اٹھ چکا ہے۔ اب کوئی اس حکومت کی بات کا یقین نہیں کرتا اور ان کا ایسا کہنا کہ مجھے مار دیا گیا ہے قطعاً غلط تھا۔

الملاحم: شیخ آپ کو یمن کی حکومت نے کچھ عرصہ پہلے قید کیا تھا اور آپ کو صنعاء کے سیاسی قید خانے میں رکھا گیا تھا۔ آپ کی قید کی مدت کتنی تھی اور کیا حالات تھے؟

شیخ انور العولقی: قید کی مدت ڈیڑھ سال تھی اور یہ ایک مقامی الزام کی وجہ سے ہوئی۔ لیکن جب امریکیوں کو پتہ چلا کہ میں قید میں ہوں تو انہوں نے مجھ سے تفتیش کرنا چاہی اور یہ تفتیش موخر ہوتی گئی۔ یمن کی حکومت کہا کرتی تھی کہ معاملہ ہمارے ہاتھ میں نہیں ہے اور ہم اس بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لہٰذا میں قید میں ہی رہا یہاں تک کہ قبائلی دباؤ کی وجہ سے مجھے رہا کر دیا گیا۔

الملاحم: نیشنل سیکورٹی کے مینیجر علی العنسی نے وال سٹریٹ جرنل کے ساتھ ایک گفتگو میں کہا کہ آپ کو امریکہ کے حوالے کرنے کے لیے قبائل کو ثالث بنایا جا رہا ہے۔ ان ثالثوں کی کیا حقیقت ہے اور کیا آپ اپنے آپ کو امریکہ کے حوالے کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں خصوصاً جبکہ آپ کے پاس امریکی شہریت ہے؟

شیخ انور العولقی: کچھ عرصہ پہلے یمنی حکومت کی طرف سے چند مذاکرات ہوئے تھے لیکن ظاہر ہے میں نے بہت صاف اور واضح طور پر انکار کر دیا کیونکہ اول تو میرا کوئی قصور نہیں ہے۔ قصور

کیا ہے؟ کہ میں حق کی طرف دعوت دیتا ہوں؟ کہ میں جہاد فی سبیل اللہ کی طرف بلاتا ہوں؟ کہ میں امت کے دفاع کی خاطر بلاتا ہوں؟

قصوروار تو یمن کی حکومت ہے۔اس کا قصور یہ ہے کہ یہ غدار اور منافق ہے اور مسلمانوں کے مال کو ضائع کرتی ہے اور زمین میں شر اور فساد پھیلاتی ہے۔ جہاں تک میرا تعلّق ہے تو میرا کوئی قصور نہیں اور اسی لیے یہ مذاکرات بغیر کسی شک کے نا قابل قبول ہیں۔ حق پر مصالحت نہیں کی جاسکتی۔اور جہاں تک امریکہ کی بات ہے تو بھی یہی معاملہ ہے کہ میں کسی صورت اپنے آپ کو ان کے حوالے نہیں کروں گا۔ اگر وہ مجھے پکڑنا چاہتے ہیں تو مجھے ڈھونڈ لیں، اللہ سب سے اچھا محافظ ہے۔ اگر اللہ مجھے ان سے محفوظ رکھنا چاہے گا تو چاہے یہ امریکی دنیا کا سارا مال خرچ کر ڈالیں مجھ تک نہیں پہنچ پائیں گے اور اگر اللہ تعالیٰ ارادہ رکھتا ہے کہ میری موت ان کے یا ان کی کٹھ پتلیوں کے ہاتھوں ہو تو یہی میری آرزو ہے۔

الملاحم: علی العنسی کا کہنا تھا کہ اگر یہ مصالحت کارگر نہ ہو سکی تو ان کے مطابق ان لوگوں کو آپ کے خلاف طاقت کا استعمال کرنا پڑے گا۔اور اسی طرح ایک اور بیان ہے یحییٰ محمد عبداللہ صالح کا کہ یمنی قبائل کو اس بات کے لیے پیسے دیے جاتے ہیں کہ وہ اپنے ان بیٹوں کا دفاع نہ کریں جو دہشت گردی میں ملوث ہیں اور اس کے مطابق جو سب سے زیادہ پیسے دے وہ اس کے لیے کام کرتے ہیں۔اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں؟

شیخ انور العولقی: آج کوئی بھی ایسا میدان نہیں جہاں امریکہ کا مقابلہ ہو رہا ہو سوائے مجاہدین کے۔مثلاً چین سے امریکہ کا فرق معیشت پر ہے، روس اور امریکہ کے درمیان فرق اراضی پر اثر کے حوالے سے ہے۔لیکن کوئی بھی میدان ایسا نہیں جہاں امریکہ کے دنیا پر قبضہ کرنے کی مہم کا مقابلہ کیا جا رہا ہو سوائے مجاہدین کے اس گروہ کے۔اور آج جہاد کی آماجگاہیں یہ قبائل ہی ہیں۔افغانستان میں قبائل ہیں، عراق میں قبائل ہیں، صومالیہ میں قبائل ہیں، پاکستان میں بھی کچھ علاقہ جات قبائلی ہیں اور کچھ غیر قبائلی اور ہم دیکھتے ہیں کہ جہاد کی پناہ گاہیں یہی قبائلی علاقے ہیں۔یہی صورتحال یمن کی بھی ہے۔

امریکہ قبائل کے بیچ شر اور فساد کے بیج بونا چاہتا ہے۔یہ امریکی مہم کا انتہائی اہم حصّہ ہے کہ قبائل میں شر کو فروغ دیا جائے۔انہیں وہ خصوصیات نہیں پسند جو قبائل میں موجود ہیں؛ بہادری، مدد کرنے کا جذبہ، سخاوت اور قربانی، یہ وہ مستحسن اسلامی خصوصیات ہیں جو امریکہ کو ایک آنکھ نہیں بھاتیں۔وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ یہ قبائل بدعنوان اور بد اخلاق ہو جائیں اور اسی لیے وہ قبائلی علاقہ جات میں خرابی پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں۔مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ قبائل میں نشہ اور کرپشن پھیلانے کی کوششیں کی گئی ہیں۔

قبائل میں فساد پھیلانے کی سب سے خطرناک صورت ان کو فوج میں بھرتی کرنا ہے کیونکہ اگر قبائل کا بیٹا فوج سے منسلک ہو جاتا ہے تو گویا وہ امریکہ کا وفادار بن جاتا ہے۔ہو سکتا ہے وہ یہ بات نہ جانتا ہو یا نہ جاننا چاہتا ہو، لیکن حقیقت میں اسے جو احکام ملتے ہیں وہ امریکی انتظامیہ کی طرف سے ہوتے ہیں، ظاہر ہے براہ راست امریکہ اس کو تو حکم نہیں دیتا، وہ تو یمن کے سیکورٹی اہلکاروں کو حکم دیتا ہے اور پھر یمن کے یہ سیکورٹی اہلکار ہیں جو اس سپاہی کو جا کر مجاہدین کے گھروں پر ہلہ بولنے کا، ملک کے راست رو لوگوں کو قتل کرنے کا، ان لوگوں کو قتل کرنے کا حکم دیتے ہیں جنہوں نے اپنی جان اور مال اللہ کی راہ میں قربان کرنے کے لیے، اس امت کے دفاع کے لیے سب کچھ چھوڑا ہے۔

یہ مجاہدین کیا چاہتے ہیں؟ کیا یہ دنیا کی تلاش میں نکلے ہیں؟ وہ دنیا سے بچ کر نکلے ہیں، بلکہ درحقیقت ان میں بیشتر کے پاس دنیا تھی اور انہوں نے اس کو اللہ کی خاطر چھوڑ دیا۔وہ افغانستان میں جہاد کرنا چاہتا ہے، عراق میں، یمن میں، فلسطین میں امریکہ کے خلاف جہاد کرنا چاہتا ہے۔لہٰذا اب حکومت ان کا پیچھا کر رہی ہے، یمنی حکومت ان کا پیچھا کر رہی ہے اور یہ یمن کا سپاہی ہے جو ان کے لیے یہ کام سرانجام دیتا ہے۔جان لو اے سپاہی! کہ تمہارے لیے یہ حکم امریکہ سے آیا ہے اور یہی قبائل کے بیٹوں کو خراب کرنے کی سب سے خطرناک صورت ہے۔یہ امریکہ کا ایک پروجیکٹ ہے اور لوگوں کو اس سے ہوشیار ہو جانا چاہیے۔

الملاحم: آپ نے قبائل کے بارے میں امریکہ کے جس منصوبے کا ذکر کیا کیا یہ پیٹریاس کے کام اور تجاویز میں سے ہے اور مسلمانوں، مجاہدین اور قبائل اور مسلمان امت کے بارے میں اس کے منصوبے کا حصّہ ہے کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے؟

شیخ انور العولقی: پیٹریاس اسلامی دنیا کی ایک خاص حقیقت سے نمٹنے آیا تھا۔ امریکہ کو افغانستان اور عراق میں بہت کڑوے تجربات کا سامنا ہوا، لہٰذا پیٹریاس امریکہ کے اس تجربے کی بنیاد پر ایک نیا منصوبہ پیش کرنے آیا۔ پیٹریاس کی ان تجاویز میں سے یہ ہے کہ مجاہدین کے ساتھ کچھ کام منسوب کیے جائیں، مثلاً سڑکوں پر دھماکے کر کے مسلمانوں کا قتل کرنا اور پھر یہ کہنا کہ یہ مجاہدین کا کیا دھرا ہے، یا کسی خاص فرد کو قتل کر دینا اور پھر یہ کہنا کہ مجاہدین نے ایسا کیا ہے۔یہ ایسے لسانی گروہ بنانے پر بھی مبنی ہے تا کہ قوم کے لوگ آپس میں لڑنا شروع کر دیں، اور امریکی پیچھے بیٹھ کر تماشہ دیکھتے رہیں، جیسا کہ ہم عراق میں ان لسانی گروہوں کے تجربے کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہ قبائلی نوجوان ہیں جنہیں مجاہدین کے خلاف استعمال کیا جا رہا ہے۔ یہ اسی طرح کی بات ہے جو ہم سنتے ہیں کہ برطانیہ کی پولیسی تھی کہ 'Divide and rule'۔چنانچہ اب یہ لوگ اسلامی دنیا میں یہی پالیسی لاگو کرنا چاہتے ہیں۔

الملاحم: امریکہ نے آپ پر صومالیہ کے مجاہدین کے ساتھ تعلّق کا الزام لگایا ہے خصوصاً شباب المجاہدین کی تحریکیں، خاص طور پر جب آپ نے اپنی آفیشل ویب سائٹ پر ان کی فتح پر خوشخبری دینے کے لیے مضمون لکھا۔ شباب المجاہدین تحریک کے ساتھ آپ کی وابستگی کی کیا حقیقت ہے؟ اور آپ صومالیہ میں جہاد اور مجاہدین کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

شیخ انور العولقی: جی ہاں میں نے صومالیہ میں شباب المجاہدین کو ان کی فتح پر مبارکباد کا ایک خط لکھا تھا جس کے جواب میں انہوں نے بھی مبارکباد کا خط لکھا اور اسی پر امریکہ نے یہ کہا تھا۔ جہاں تک صومالیہ میں جہاد کے تجربے کی بات ہے تو میری رائے میں، واللہ اعلم، اسلامی تحریکوں اور علما اور اسلامی تنظیموں کو صومالیہ میں اپنے وفود بھیجنے چاہئیں تا کہ وہ وہاں جا کر ان مجاہدین سے کچھ سیکھ سکیں اور واپس آکر یہ تجربات منتقل کریں۔

اسلامی تحریکیں امت کے لیے حل تلاش کر رہی ہیں، اور علما بھی حل تلاش کرنے

میں لگے ہوئے ہیں، یہ اسلامی تحریکیں جو قابل قبول حل سمجھتی ہیں وہ پیش کرتی ہیں، اور اسی طرح بہت سے علمانے بھی اپنی سمجھ کے مطابق بہت سے حل پیش کیے ہیں۔ اب ہمیں حل صومالیہ میں اپنی آنکھوں کے سامنے نظر آ رہا ہے۔ یہ مجاہد گروہ، معمولی صلاحیتوں کے ساتھ ایک ایسی ریاست قائم کرنے میں کامیاب ہوگیا جہاں وہ اللہ کے قانون کے مطابق فیصلے کر سکتے ہیں۔ اب وہ لوگوں کے مسائل حل کرتے ہیں، مجاہدین کے کنٹرول کردہ علاقوں میں لوگ امن سے رہتے ہیں اور وہاں کی معیشت ترقی کر رہی ہے، کیونکہ جب امن ہوتا ہے تو تجارت اور زراعت بھی ترقی کرتی ہے۔ لہٰذا یہ تجربہ ایک مثال کی حیثیت رکھتا ہے، جس سے ہمیں فائدہ اٹھانا چاہیے، اب وہ حقیقت کا سامنا کر رہے ہیں اور اس حقیقت کا اسلامی شریعت سے حل پیش کر رہے ہیں۔ اسی لیے میں نے کہا کہ یہ تجربہ انوکھا ہے اور مسلم اقوام کو اس سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

الملاحم: معزز شیخ، امریکہ اور یورپ میں مجاہدین کے لیے ہمدردیوں میں اضافے کا خطرہ بار بار دہرایا جا رہا ہے کہ یورپ اور امریکہ کے مسلمان نوجوان امریکہ کے خلاف کارروائیاں کر سکتے ہیں اور وہ ایسی تنظیموں میں شامل ہونے کے لیے سفر کر رہے ہیں جن کو مغرب دہشت گرد قرار دیتا ہے۔ آپ کے خیال میں کیا چیز ہے جو نوجوانوں کو اس چیز کی طرف راغب کرتی ہے؟

شیخ انور العولقی: مثال کے طور پر ہم نضال حسن کو لیتے ہیں، نضال حسن کبھی ایک ایسا ہی امریکی مسلمان ہوا کرتا تھا جیسا امریکہ چاہتا ہے، وہ نمازیں پڑھتا تھا، روزے رکھتا تھا، زکوۃ دیتا تھا لیکن اس کے ساتھ ساتھ وہ امریکی فوج میں ایک سپاہی کی حیثیت سے کام بھی کر رہا تھا اور اس کی وفاداریاں امریکہ کے ساتھ تھیں، لیکن پھر نضال حسن امریکی جرائم کی وجہ سے ایک امریکی فوجی سے ایک مجاہد فی سبیل اللہ میں تبدیل ہوگیا، نضال حسن امریکی فوجی سے ایک ایسا مجاہد بن گیا جو ان فوجیوں کو قتل کرتا ہے جس نے کبھی اس کے ساتھ کام کیا تھا، اور اگر امریکی جرائم اسی طرح چلتے رہے تو ہم اور بھی بہت سے نضال حسن دیکھیں گے۔

اسی طرح افغانستان اور عراق میں بھی مغربی دنیا کے بہت سے مجاہدین ہیں، اور اسلامی دنیا میں امریکی اور مغربی جرائم جیسے جیسے بڑھتے جائیں گے اس تعداد میں اضافہ ہوتا جائے گا۔

الملاحم: معزز شیخ جزاک اللہ خیر، اس ملاقات کے اختتام میں، آپ عمومی طور پر تمام مسلمانوں کو اور خاص طور پر جزیرۃ العرب کے لوگوں کو آخر میں کیا پیغام دینا چاہیں گے؟

شیخ انور العولقی: تمام مسلمانوں سے اور خاص طور پر جزیرۃ العرب کے باشندوں سے میں یہ کہوں گا کہ ہمیں امریکہ کے خلاف جہاد میں شریک ہونا چاہیے، امریکہ ہی ہے جو آج مسلمانوں کے خلاف عالمی صلیبی جنگ کی قیادت کر رہا ہے، آج کا امریکہ ہی کل کا فرعون ہے۔ اسی لیے ہمیں جہاد میں شریک ہونا چاہیے، اور ہمیں اس مجاہد گروہ سے امید ہے جو افغانستان، عراق اور صومالیہ میں امریکی فوج کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر سکتا ہے اور یہ جہاد ہی کی بدولت ہے کہ آج امریکی معیشت لڑکھڑا رہی ہے۔ اگر یہ چھوٹا سا مجاہدین کا گروہ امریکہ کو ہرانے میں کامیاب ہوسکتا ہے تو پوری امت کھڑی ہو کر کیا کچھ نہیں کر سکتی! امریکہ اس امت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ امریکہ اس سے بہت کمزور ہے۔ امریکہ کی چالیں کمزور ہیں، مکڑی کے جالے سے بھی زیادہ کمزور ہیں۔ امریکہ امت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ہمیں بس یہی کرنا ہے کہ اپنے مجاہدین بھائیوں کے ساتھ شریکِ عمل ہو جائیں، اور اپنے الفاظ، زبان، ہاتھ اور مال سے ان کی امداد کریں اور جو کچھ کر سکتے ہیں ان کو پیش کریں۔ یہ آج ہم پر فرض ہے کیونکہ امریکہ اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنا چاہتا ہے اور اللہ اپنے دین کی حفاظت کرے گا اور ان مجاہدین کے ذریعے امریکہ کو شکست دے گا اور ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اس اجر میں سے کچھ ہمارے حصّے میں بھی آ جائے۔

الملاحم: اے اللہ، آمین۔ اس ملاقات کے اختتام میں میں انور العولقی کا بہت شکریہ ادا کرنا چاہوں گا جنہوں نے اس انٹرویو کی درخواست کو قبول کیا اور ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ آپ کی حفاظت کرے اور آپ کی عمر میں برکت دے۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ۔

شیخ انور العولقی: جزاک اللہ خیر۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: یہ طبل وعلم یہ تختِ شہی

سادہ ترین لباس اور درویشانہ طرزِ زندگی کے ساتھ وہ عوام الناس کو خوف کی جگہ امن اور بھوک کی جگہ روٹی فراہم کرتے ہیں؛ جہاں قومی خزانہ مالِ یتیم کی حیثیت رکھتا ہے اور حکمران اس سے یوں گریزاں رہتے ہیں جیسے دہکتی آگ کے انگارے۔ بے لاگ فوری انصاف والا نظامِ عدل مبنی بر شریعت ہے۔ اس نظامِ زندگی میں غربت، بے روزگاری، مہنگائی، رشوت، ملاوٹ، چور بازاری، غنڈہ گردی، لاقانونیت، جھوٹ، فریب، قلم سبھی کا تریاق ہے۔ اس دور کے افغانستان میں آج کے ایٹمی جمہوری پاکستان والی ایک بھی خودکشی کی رپورٹ نہیں ہے۔ جعلی ڈگریوں والے نمائندے نہیں ہیں۔ بے حیائی عریانی فحاشی کا سیلاب نہیں ہے جو شرفا کا ناطقہ بند کر دے۔ دنیا بھر سے مانگی بھیک پر پلتے وزرا کی فوج ظفر موج نہیں ہے۔ ڈالروں کے عوض ملک وملت فروشی نہیں ہے۔ قومی وقار اور غیرت مندی اور خودداری ہے۔ عوام کی آنکھوں میں دھول جھونک جھونک کر آنکھیں لال بھبھوکا کر ڈالنے والی سیاست نہیں ہے۔ دنیائے کفر سے مستعار دانش لیے اسلام کے پرخچے اڑاتے دانشور بھی نہیں ہیں۔ حکمرانوں کی ضروریات محدود ہیں تو عوام پر خیر و برکت کے لامحدود خزانے کھل جایا کرتے ہیں (بہ صورت خلافت راشدہ!) اور حکمرانوں کی ضروریات لامحدود ہوں (صرف لگژری گاڑیوں اور سکیورٹی کے بل ملاحظہ کیجیے) تو عوام فاقہ کشی کے ہاتھوں ذلت کی موت مرتے ہیں۔ آج ہوش کے ناخن نہ لیے تو آنیوالی کل کچھ وعدے لیے بڑھی چلی آ رہی ہے۔ یہ دھرتی کروٹ لیتی ہے اور منظر بدلے جاتے ہیں یہ طبل وعلم یہ تختِ شہی سب خلقِ خدا کے ملبے کا اک حصّہ بنتے جاتے ہیں ہر راج محل کے پہلو میں اک رستہ ایسا ہوتا ہے مقتل کی طرف جو کھلتا ہے اور بن بتلائے آتا ہے تختوں کو خالی کرتا ہے اور قبریں بھرتا جاتا ہے۔

(ایک معاصر روزنامے میں شائع شدہ)

☆☆☆☆☆

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے

سلسبیل مجاہد

الکفر ملة و احدة کے مطابق سارے کافر ایک ملت (حزب الشیطان) اور سارے مسلمان ایک امت یعنی (حزب اللہ) ہیں۔ قرآنی تعلیمات کے مطابق یہ تقسیم مسلمانوں کو ایک امت یعنی امت مسلمہ سے موسوم کرتی ہے۔ یہی وہ امت ہے جس کو کہ خیر کے حکم کو غالب کرنے کا فریضہ دیا گیا ہے۔ اسی امت کو مسلمانوں کی پہچان قرار دیا گیا ہے۔

سورۃ انبیاء آیت ۹۲ میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''یہ تمہاری امت ہے جو حقیقت میں ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا پروردگار رہوں، پس تم صرف میری ہی عبادت کرو''۔ اسی طرح سورۃ المومنون آیت ۵۲ میں اللہ تعالیٰ ارشاد ہے کہ ''تمہاری امت دراصل ایک امت ہے اور میں تم سب کا رب ہوں پس تم مجھ ہی سے ڈرتے رہو''۔

قرآن کے مطابق یہ وہ مقاصد اور اہداف ہیں جو امت مسلمہ کو حزب اللہ ہونے کے ناطے ملے ہیں۔ اللہ کی بندگی پر اس امت کی بنیاد اٹھائی گئی ہے اور اس ذات کی حاکمیت کا قیام اس امت کا ہدف ہے۔ تاہم موجودہ دنیا پر نظر ڈالی جائے تو مشرق تا مغرب پھیلے اس عظیم انسانی سمندر کو مختلف ریاستوں، قوموں قبیلوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ انسانی دنیا کا یہ نقشہ ملکوں کی سرحدی حد بندیوں کو ظاہر کرتا ہے جہاں انسان کی تخصیص قرآنی معیار کے مطابق حزب اللہ اور حزب الشیطان کی بنیاد پر نہیں بلکہ رنگ، نسل، ریاستوں، قبیلوں اور قوم کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ انسانی اجتماعیت کی یہ بنیاد جو کہ قومیت پر قائم ہے انسان کی پہچان کو تبدیل کر کے ان کے ذہنوں میں قومیت کے تصور کو وطن پرستی سے جوڑ دیتی ہے۔ وطن پرستی کا یہ تفاخر دراصل جدید جاہلیّت کی ایک شکل ہے۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ عالم اسلام امت کے تصور سے خالی اور ۵۷ ریاستوں میں تقسیم ہے اور ان تمام ریاستوں کی نمائندگی ایسے لادین عناصر کے پاس ہے جن کی تمام تر ذہنی تربیت مغربی فکر کے زیر اثر ہوئی ہے جو مغربی افکار کو ہی اپنا نظریہ حیات قرار دیتے ہیں اور اسی کی لے پر رقصاں ہیں۔ چنانچہ عملاً یہ قوتیں عالم کفر کے مفادات و مقاصد کی نگہبانی میں مشغول ہیں۔ یوں آج ۵۷ ممالک کی مسلم قوم اپنے اپنے وطن کو دارالاسلام سمجھ بیٹھی ہے۔

دارالاسلام اور قومی ریاست کا فرق:

دارالسلام کا نظریہ اسلام کے نفاذ اور شریعت کے قیام سے منسلک ہے۔ یہ نظریہ اتنا وسیع ہمہ گیر اور مضبوط ہے کہ اس کا جدید قومی ریاست کے تصور میں سما جانا ناممکن ہے۔ نہ ہی اسلام کا یہ تصور ریاست جدید ریاست کے تصور کے ساتھ بیک وقت چل سکتا ہے۔ اسلام تو مطالبہ کرتا ہے کہ دنیا میں اسلام کا بول بالا کرو اللہ کے احکامات کا نفاذ کرو اور دین کو اللہ کے لیے خالص کر دو۔ زندگی کے ہر شعبہ حیات میں اسلام کا اصولوں کا اطلاق کرنا اسلامی حکومت کی اولین ذمہ داریوں میں سے ہے اور یہی نہیں بلکہ جہاں جہاں کفر و شرک موجود ہے وہاں وہاں اسلام کا پیغام پہنچانا اور نہ ماننے کی صورت میں جہاد کا علم بلند کرنا، پوری دنیا کے لوگوں کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانا دارالاسلام کا بنیادی وظیفہ ہے۔ جہاں حاکمیت اعلیٰ اللہ تعالیٰ کی ہوگی اور قانون صرف اور صرف اسی رب العزت کا نافذ ہوگا۔ اس تعریف کے مطابق کوئی ایک خطۂ زمین بھی ایسا نہیں جس کے ساتھ اسلامی کا سابقہ ولاحقہ لگایا جا سکتا ہے اور اس کو دارالاسلام کہا جا سکے۔ اقوام متحدہ کی چھتری تلے یہ تمام ممالک انہیں طاغوتی قوتوں کی چاکری کرتے ہیں جو یہود و نصاریٰ کے نام سے معروف ہیں۔ ایسے میں وہ اسلامی نظام کا خواب دیکھنا اور خلافت کے قیام کے لیے انتظار کرنا ایک ایسا لامحالہ امر ہے جس کا ادراک انہیں مخلص مسلمانوں کو ہے جو کہ خلافت کا واضح تصور اپنے سامنے رکھتے ہیں۔ خلافت کا قیام تو دنیا میں موجودہ ریاستوں کے تصور کی یکسر نفی کرتا ہے کیونکہ اسلام کوئی قومی مذہب نہیں ہے بلکہ ایک آفاقی نظریہ ہے جس کا ملاپ باطل نظریات کے ساتھ ہونا ناممکن ہے۔

قوم پرستی، وطن پرستی اور شرک:

دنیا میں سب سے بڑا ظلم شرک ہے چاہے وہ اللہ کی ذات وصفات میں ہو یا اس کی ربوبیت و احکامات میں ہو۔ بتوں، مورتیوں کی پوجا سے لے کر قبر پرستی، تک تمام شرکیہ افعال ہی صرف شرک نہیں بلکہ جدید دجالی نظام بھی شرک میں شامل ہیں جو کفر کی نمائندگی کرتے ہیں سیکولرازم، جمہوریت، وطن پرستی، جیسے تمام نظریات نظام باطلہ کا حصّہ ہیں اور عقیدہ توحید کی نفی کرتے ہیں۔

دارالاسلام کی بنیاد، عقیدہ توحید:

اسلام امت مسلمہ کو کلمہ لا الہ اللہ کی بنیاد پر اجتماعیت فراہم کرتا ہے۔ یوں اللہ تعالیٰ نے قومیت و وطنیت کے بتوں کو توڑ کر انسان کو ٹھوس اور الٰہی بنیادوں پر جمع کیا۔ یوں انبیاء علیہم السلام کی پیروی کرنے والے بلا کسی تفریق رنگ نسل قوم کے ایک امت قرار پائے۔ یہی وہ تفریق ہے جو جدید ریاست اور امت مسلمہ کے تصور کو واضح کرتی ہے۔ لہٰذا اب اگر کوئی اسلامی معاشرے کی الٰہی بنیاد یعنی کلمہ توحید کو چھوڑ کر کسی اور نظریے عقیدے پر معاشرے کی بنا در کھتے ہیں تو اس معاشرے کا تعلّق عالم اسلام سے نہیں بلکہ عالم کفر سے ہی ہوگا۔ سید قطب شہید فی ظلال القرآن میں ایک جگہ اسی بات کو اس طرح واضح کرتے ہیں کہ ''جاہلی نظریات کبھی تو خون و نسب اور زمین و وطن کے نام پر لوگوں کو اکٹھا کرتے ہیں اور کبھی مشترکہ مفادات و اہداف اور مشترک تاریخ جیسی چیزیں ان کے باہمی تعلقات کی اصل اساس قرار پاتی ہیں۔ یہ تمام تصورات جدا جدا یا مشترکہ، ہر دو صورتوں میں جاہلی تصورات ہی کہلائیں گے کیونکہ یہ اسلامی تصورات کے سراسر مخالف ہیں۔ اسلام تو مسلمانوں کے باہمی تعلقات کی اساس کلمہ لا الہ الا اللہ..... یعنی عقیدہ توحید ہی کو قرار دیتا ہے۔'' کفریہ طاقت سب سے پہلے اسی بنیادی اساس پر ضرب لگا کر امت کے وجود کو پارہ پارہ کر کے امت کو استعمار کا غلام بنا دیتے ہیں۔ یوں پوری امت مسلمہ کفریہ مقاصد کی خدمت گار اور غلام

بن جاتی ہے اوران مقاصد کی نگہبانی کو قومی مفاد قرار دیتی ہے۔

سیاسی نظام:

قوم پرستی یا وطن پرستی کی خالصتاً یہ جاہلی اصطلاح کس طرح سیاسی نظام کو فرعونیت کا علم بردار بناتی ہے اس کا تجزیہ کرنے کے لیے ہمیں دین کی اصطلاح اور اس کے معنوں کو سمجھنا ہو گا۔ دین پورے نظام زندگی کی عکاسی کرتا ہے جس میں فرد کی انفرادی زندگی سے لے کر اجتماعی معاشرتی نظام شامل ہے۔ یوں فرد کی انفرادی زندگی بھی اسی رب العزت کے احکامات کی پابند ہوتی ہے اور اس کی معاشرتی زندگی بھی اجتماعی معاملات میں اللہ کو ہی واحد معبود مانتی ہے۔ جدید ریاست میں مذہب کو عملاً سیاسی نظام سے علیحدہ کر کے دین کو عبادت تک محدود کر دیا گیا ہے اور ریاست کو انسانی قانون کے حوالے کر کے انسانوں کو انسانی غلامی میں دے دیا جاتا ہے۔ قانون سازی بھی اکثریتی رائے کی بنیاد پر کی جاتی ہے یوں قرآن وسنت کے خلاف قانون سازی بھی عین جائز اور ملک کے قانون کا حصّہ ہوتی ہے۔ اس تناظر میں ایک ایسے وطن کی ترقی کو اسلام کی ترقی سمجھنا اور اس کے استحکام کو اسلام کا استحکام سمجھنا دین سے ناواقفیت ہے۔

وطن کی سرحدی حدود کی حفاظت اور جہاد:

جب فی الوقت رائج نظام میں آئین کفر کا ہے تو۔ ایسے میں جب بھی وطن کی حفاظت کا نعرہ لگے گا وہ اسی جاہلی عصبیت کا مظہر ہو گا جو عرب قبائل میں عرب نسل پرستی کی صورت میں نظر آتا ہے۔ اسلام کی رو سے خاک وطن کا دفاع اور اس کے لیے جان دینے کی اہمیّت اس وقت تک نہیں ہے جب تک کہ اس کا مقصد کلمہ کا نفاذ یا اس کا قیام وحفاظت نہ ہو۔ اس کے علاوہ تمام جنگیں جاہلی بنیادوں پر ہیں۔ اسلام کا تقاضہ تو یہ ہے کہ پوری دنیا کو اسلام کے تابع کر دیا جائے اور نہ ماننے کی صورت میں جہاد کا علم بلند کیا جائے۔ وطن کی سرحدوں کی حفاظت کا نظریہ عصر حاضر کا تخلیق کردہ ہے اسلام کی رو سے تحفظ صرف کلمہ کا اسلامی عقیدے کا کرنا فرض ہے اور اس کے لیے تلوار اٹھانا ہی جہاد ہے باقی تمام تر مقاصد کے کے لیے تلوار اٹھانا جاہلی عقائد کی بنیاد پر ہیں۔ موجودہ زمانے میں وطن کی محبت کو ایسا درجہ دے دیا گیا ہے کہ اگر اسلام اور وطن کے مفادات ایک دوسرے کے ساتھ ٹکراتے ہوں تو دین اسلام سے ناواقف لوگ وطن کو اسلام کی بقا کا ضامن قرار دے کر وطن پرستی کا ہی ثبوت دیں گے۔ اس کا ثبوت ''سب سے پہلے پاکستان'' کا نعرہ تھا۔ گویا سرحدوں کی حفاظت صرف اس لیے کرنا کہ اس مین اپنی قوم کی حکمرانی ہے اور یہ خطہ زمین قوم سے چھن نہ جائے تو یہ جنگ یقاتلون فی سبیل الطاغوت کے تحت ہے۔

وطن پرستی اور پاکستان:

عرصہ ۶۰ سال سے بھی زائد عرصے سے پاکستانی قوم کہلائی جانے والی قوم اپنے جشن آزادی کو یوم تفاخر کے طور پر مناتی ہے۔ ملک، سرحد، قوم قبیلے کی محبت میں منائے جانے والے یہ ایام جاہلی تفاخر کے زمرے میں آتے ہیں جب کہ ملک میں آئین وقانون اسی کفریہ نظام کا ہو جس کے خلاف اسلام تلوار اٹھانے کا حکم دیتا ہے۔ منزل ومقصود سے ناآشنا یہ قوم جس جاہلی بنیاد پر کھڑی ہے اس نے ترقی کا راستہ مادی ترقی اور فوجی برتری کو قرار دیا ہے۔ یوں ایک طویل عرصے سے اسلام اور جاہلیّت کو ساتھ ساتھ چلانے کی کوشش کی جا رہی ہیں۔ اسلام کے نام پر قائم ہونے والے اس ملک میں جس طرح بتدریج اسلام کو رسوا کرنے کا کام کیا گیا ہے وہ اسلامی حیثیت کو بتانے کے لیے کافی ہے۔ جہاں جہاد کو صرف انڈیا کے خلاف جنگ کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہو، جہاں دین کو مساجد تک محدود کر دیا گیا، جہاں علما کا کردار مذہبی رسومات کی ادائیگی کے لیے سمجھ لیا گیا ہو وہاں اسلام صرف تحریراً سرکاری مذہب ہوتا ہے۔ زہر کی یہ خوراک چونکہ اسلامی پیکنگ میں دستیاب ہے اس لیے اسلام پسند حلقوں کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں بلکہ اس نظام سے تعاون کو وہ ایک جائز ضرورت قرار دیتے ہیں اور عبادات کی شخصی آزادی کو نعمت سمجھ کر مکمل اسلام گردانتے ہیں، اس کفریہ نظام کے ممنون ومشکور رہتے ہیں۔

ملا کو جو ہند میں ہے سجدے کی اجازت

ناداں یہ سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

لہٰذا اس آزادی کی نعمت کی قدر کرتے ہوئے نظام کفر کا تحفظ کرنا عین اسلام قرار پاتا ہے بلکہ ایمان کا حصّہ بھی جس کسی کا اظہار محبت اس قومی تفاخر کے درجے تک نہیں پایا جاتا اس کو غدار اور قومی مفادات کا دشمن قرار دیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن میں ارشاد ہے سورۃ المائدہ آیت ۶۴: ''صاف کہہ دو کہ اے اہل کتاب تم کسی بھی راہ پر نہیں جب تک کہ تورات اور انجیل کو اور جو تمہارے رب کی طرف سے تم پر نازل کیا گیا ہے قائم نہیں کر لیتے''

یہ امت مسلمہ سے اپنا ناطہ توڑنے اور نظام کفر کی پیروی کرنے والوں کا وہ انجام ہے جو اہل کتاب کی نسبت سے اہل قرآن کے لیے بھی نکلتا ہے کہ وہ کسی راہ پر نہیں ہیں۔ یہ وہ ذلت ہے جو قرآن اس قوم کے لیے تجویز کرتا کہ جب تک اللہ کا نظام نافذ نہ کیا جائے جب تک تم کسی بھی راہ پر نہیں ہو۔ ورنہ نیوکلیر انرجی، امریکی کاندھوں پر سوار ہونے اور فرنٹ لائن اتحادی بننے کے باوجود بھی تم اسی ذلت کو پستی کا شکار رہو گے جو اس سیاہ کاری اور وعدہ خلافی کی وجہ سے پوری قوم کا مقدر بن چکی ہے۔ اسلام کا قلعہ اور اسلام کے نام پر قائم ہونے والے اس ملک میں ہی مجاہدین، حافظ قرآن، اور بیٹیوں کی عزتوں کو ڈالروں کے لیے نیلام کر کے اسلامی ملک کا نام روشن کیا گیا ہے۔ اس کی حفاظت کے لیے بنائی جانے والی فوج اپنے ہی کلمہ گو بھائیوں کے آگے اس لیے دیوار بن کر کھڑی ہے کہ ملکی مفادات دولت کمانے اور کفار کا ساتھ دینے سے مشروط ہیں۔

ان تازہ خداوں میں بڑا سب سے وطن ہے:

سقوط عثمانیہ کے بعد جس طرح نوآبادیاتی نظام کے تحت مسلمانوں کو قوم قبیلوں میں تقسیم کیا گیا اس کا سلسلہ بعد میں ان کو مستقل ریاستوں کی حیثیت دے کر امت مسلمہ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچایا گیا۔ یہود ونصاریٰ کی طویل قوم پرستی کی آبیاری نے امت کو ٹکروں میں بانٹ کر اس کو استعماری طاقتوں کے آگے سرنگوں کر دیا اور مسلمانوں کے ذہن میں وطنیت کا تصور ایمان کا حصّہ بن گیا۔ یوں جدید ریاستی تصور کے تحت مسلمان کھوکھلی بنیادوں پر مجتمع ہو گئے جس کا فائدہ یہود ونصاریٰ کو ہی پہنچا کہ اسلام کبھی اپنی اصل شکل میں سامنے نہ آسکا۔

☆☆☆☆☆

حجاب: صلیبی مغرب کی آنکھوں کا کانٹا

مصعب ابراہیم

۱۳ جولائی ۲۰۱۰ء کو فرانس کے ایوان زیریں نے حجاب پر پابندی کا بل منظور کر لیا۔ اس بل کی حمایت میں ۳۳۵ ووٹ پڑے جبکہ مخالفت میں صرف ایک ووٹ ڈالا گیا۔ اس قانون کے تحت برقعہ اوڑھنے والی خاتون پر ۷۵۰ یورو جرمانہ کیا جائے گا۔ اگر مسلسل تین بار کوئی خاتون باحجاب نظر آئی تو اُسے ملک بدر کیا جا سکتا ہے۔ جو مرد اپنی بیویوں کو برقعہ پہننے پر مجبُور کریں گے انہیں ۳۰۰۰۰ یورو جرمانہ اور ایک سال قید کی سزا ہو سکتی ہے۔ فرانس میں انصاف کی وزیر میشیل ایلیوٹ میری نے کہا کہ ''جمہوریت وہاں پروان چڑھتی ہے جہاں اس کے شہریوں کا چہرا کھلا ہوتا ہے''۔ حزب اختلاف کی جماعت کمیونسٹ پارٹی کی انڈری گیرن نے برقعہ کا موازنہ ایک چلتے پھرتے تابوت سے کیا۔ اب یہ بل ستمبر میں ایوان بالا یعنی سینیٹ میں پیش کیا جائے گا۔ اور وہاں سے منظوری کے بعد باقاعدہ قانون کی حیثیت اختیار کر جائے گا۔

اس سے قبل ۲۹ اپریل ۲۰۱۰ کو بیلجیئم کی پارلیمان کے ایوانِ زیریں نے عوامی مقامات پر پورے چہرے کے نقاب پر پابندی عائد کرنے کے بل کی منظوری دی تھی۔ ایوانِ زیریں کے کسی بھی رکن نے اس بل کی مخالفت نہیں کی اور اب یہ بل سینیٹ میں بھیجا جائے گا جہاں سے متوقع منظوری کے بعد یہ قانون کی شکل اختیار کر لے گا۔

۲۳ جون ۲۰۱۰ کو اسپین کے سینٹ نے ایک قرارداد کے ذریعے وزیر اعظم جوزلوئس روڈر گویز کی حکومت کو کہا ہے کہ وہ عوامی مقامات پر نقاب پہننے پر پابندی عائد کرے۔ قرارداد قدامت پسند اپوزیشن کنزرویٹو پاپولر پارٹی نے پیش کی جس میں نقاب کو خلاف قانون قرار دیا گیا۔ قرارداد نہایت سخت مقابلے کے بعد منظور کر لی گئی۔ اس کے حق میں ۱۳۱ اور مخالفت میں ۱۲۹ ووٹ ڈالے گئے (روزنامہ جنگ ۲۴ جون ۲۰۱۰)۔ جبکہ ۲۱ جولائی ۲۰۱۰ کو سپین میں پارلیمینٹ نے نقاب پر پابندی عائد کرنے سے متعلّق مجوزہ مسودہ قانون پر بحث کے بعد ووٹنگ کرائی گئی۔ ۳۵۰ ارکان پر مشتمل پارلیمینٹ میں ۱۶۲ نے اس کے حق میں اور ۱۸۳ اراکین نے اس کے خلاف ووٹ دیئے جبکہ پانچ ارکان نے ووٹنگ میں حصّہ نہیں لیا۔ ملک میں اپوزیشن جماعت پاپولر پارٹی نے نقاب پر پابندی تجویز کرتے ہوئے اسے خواتین کے حقوق کی حمایت میں قرار دیا تھا تاہم حکمراں جماعت نے پابندی کو مسترد کر دیا ہے۔ یعنی سپین میں صرف ۲۱ ووٹوں کے فرق سے یہ حجاب پر پابندی کا قانون پاس نہ ہو سکا۔ لیکن یہ کوئی ایسا خاص فرق نہیں جسے دور نہ کیا جا سکے۔ سپین کے دوسرے بڑے شہر بارسلونا سمیت تین شہروں میں حجاب اور نقاب پر مکمل پابندی عاید کی جا چکی ہے۔

اٹلی نے ۲۰۰۵ میں اینٹی ٹیرر لاز کے تحت برقع اوڑھنے پر پابندی لگادی تھی۔ جرمنی کی ۱۶ میں سے ۷ ریاستوں میں ہیڈ سکارف پر پابندی عاید ہے۔ اسی طرح برطانیہ میں بھی حجاب اور نقاب کے خلاف وسیع پیمانے پر مہم چلائی جا رہی ہے۔ مئی ۲۰۰۹ میں برطانوی اخبار ''ڈیلی ایکسپریس کے پول میں ۹۸ فیصد جواب دہندگان نے برطانیہ میں خواتین کے برقعہ پہننے پر پابندی لگانے سے اتفاق کیا۔ پابندی کے مطالبے کا خیر مقدم کرنے والوں میں سینٹر فار سوشل کوہیژن کے ڈائریکٹر ڈگلس مرے بھی شامل ہے، جس نے کہا کہ ''برقع پہننے کیلئے مذہب کو استعمال کرنے کی دلیل مکمل طور پر بوگس ہے، قرآن میں ایسی کوئی بات نہیں جو خواتین کو ''سیاہ بوری'' میں بند کرنے کو جائز قرار دے''۔ ۱۶ جولائی ۲۰۱۰ کو برطانوی ٹی وی کی جانب سے کرائے گئے آن لائن سروے میں ۲۲۱۰ بالغ افراد نے اپنی رائے دی۔ ان میں سے سڑسٹھ فیصد نے نقاب اوڑھنے پر پابندی کی حمایت کی۔ اس طرح برطانیہ کے دو تہائی شہریوں نے عوامی مقامات پر برقعہ پہننے پر پابندی کے قانون کی حمایت کر دی۔

اسی تعصب اور اسلام دشمنی کا مظاہرہ اُس وقت کیا گیا جب یکم جولائی ۲۰۰۹ کو جرمنی کی عدالت میں ۳۲ سالہ مسلمان خاتون کو سکارف پہننے کی پاداش میں شہید کر دیا گیا اور مغرب کا مثالی ''عدل وانصاف'' اپنی آنکھوں کے سامنے ایک باپردہ معزز مسلمان خاتون پر وحشی اور جنونی قاتل کو خنجر سے وار کرتا دیکھتا رہا اور 'ٹک ٹک دیدم دم نہ کشیدم' کی تصویر بنا رہا۔

مغربی آقاؤں کے دیکھا دیکھی مسلم ممالک میں بھی یہاں کے خائن اور مرتد حکمران حجاب اور پردہ پر پابندیاں لگانے کی سبیلیں تلاش کر رہے ہیں۔ ترکی میں تو طویل عرصہ سے حجاب پر پابندی ہے۔ اب شام میں بھی لادینیت کو پروان چڑھانے اور اسلام وشعائر اسلام سے پہلوتہی کا رویہ اپناتے ہوئے حجاب پر پابندی عاید کر دی گئی ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یوں ہے کہ شام کی سیکولر حکومت کی جانب سے یورپی ممالک کی تقلید کرتے ہوئے ۲۰ جولائی ۲۰۱۰ء سے ملک بھر کے تعلیمی اداروں میں لڑکیوں اور خواتین کے حجاب پہننے پر پابندی عاید کر دی گئی ہے۔

آج امت کی نجات میدان سجانے اور جان کھپانے میں ہی پنہاں ہے۔ موجودہ صلیبی جنگ کی حقیقت سمجھنے کے لیے اب کسی لمبے چوڑے بحث مباحثے کی ضرورسرے سے باقی ہی نہیں رہی۔ آج ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ خود کو اسلام اور شعائر اسلام کے دفاع کے لیے پیش کر دے۔

خبر رساں ایجنسی اے پی کے مطابق شامی حکومت کی ایما پر یہاں کی وزارت تعلیم نے ملک بھر کی تمام سرکاری و پرائیویٹ یونیورسٹیز کو اس بات کا پابند کیا ہے کہ وہ ایسی طالبات کو اپنی جامعات میں داخلہ دینے سے گزیر کریں جو اسلامی حجاب پہنتی یا چہرہ ڈھانپتی ہوں۔ شامی وزیر تعلیم غیاث برکت کے برقعے اور نقاب پر

پابندی کے بیان پر شامی عوام کی اکثریت ان کی مخالف محسوس ہوتی ہے۔غیاث برکت نے نقاب اور حجاب پر پابندی عاید کرتے ہوئے کہا تھا کہ'' یہ شام کی ثقافتی اقدار اور جامعات کی روایت کے خلاف ہے کہ یہاں طالبات چہرہ چھپائے تعلیم حاصل کرنے آئیں''۔مصر،شام اور لبنان جیسے عرب سیکولر ممالک میں گزشتہ کئی ماہ سے حجاب پر پابندی کے لیے اندرونِ خانہ تیاریاں جاری ہیں اور اسی سلسلے میں اردن کی جانب سے جاری کی جانے والی ایک اشتہاری سیریز میں نقاب کو چوروں اور ڈاکوؤں سے منسوب کرکے خواتین کے نقاب پہننے کی حوصلہ شکنی کی جارہی ہے۔شام وہ پہلا عرب ملک ہے جس نے اپنی سیکولر شناخت کو برقرار رکھنے کے لیے عملی قدم اٹھاتے ہوئے حجاب پر پابندی عاید کردی ہے۔

فرانس میں انصاف کی وزیر میشیل ایلیوٹ میری نے کہا کہ'' جمہوریت وہاں پروان چڑھتی ہے جہاں اس کے شہریوں کا چہرا کھلا ہوتا ہے''۔حزبِ اختلاف کی جماعت کمیونسٹ پارٹی کی انڈری گیرن نے برقعہ کا موازنہ ایک چلتے پھرتے تابوت سے کیا۔

کوئی بھی ایسا مسلمان جس کا دل امت کے درد سے معمور ہو'وہ اس حقیقت سے انکار نہیں کرسکتا کہ مغرب اور اہلِ مغرب کی اصل دشمنی اسلام کے ساتھ ہے۔اُن کا اول وآخر ہدف فقط اسلام ہے۔وسائل پر قبضہ کرنا اُن کی ترجیح اول نہیں، بلکہ دین اسلام کی آبیاری کو روکنا اور اس کے آگے بند باندھنا ہی اُن کا مقصدِ اول ہے کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ دین اسلام برتر وغالب نہیں ہوگا تو امت کے تمام وسائل اُن کے قبضے میں آتے چلے جائیں گے لیکن اگر دین کی برتری اور غلبے کا تصور امت میں جڑ پکڑ گیا تو پھر امت اپنے وسائل کی بازیابی اور زمینوں کی حفاظت کرنا بھی جان جائے گی۔

یہی وجہ ہے کہ اہلِ مغرب کی جانب سے پے درپے ایسے اقدامات سامنے آرہے ہیں'جن سے اُن کی اسلام دشمنی واضح تر ہوتی چلی جارہی ہے۔سوئٹزرلینڈ میں مساجد کے میناروں پر پابندی کا معاملہ ہو، گوانتاناموبے،ابوغریب اور دنیا بھر میں قائم صلیبی عقوبت خانوں میں قرآن مجید کی بے حرمتی کے واقعات ہوں،داڑھی اور حجاب کے معاملے میں مغرب کا رویہ ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ بابرکات کی توہین کا مسئلہ ہو......غرض قدم قدم پر مغرب اس بات کو اپنے کردار وعمل سے ثابت کررہا ہے کہ اسلام اور شعائر اسلام اُس کا ہدف ہیں۔اسی لیے اُس نے امت مسلمہ پر یلغار کی ہوئی ہے اور صلیبی جنگوں کی غارت گری کو عراق،افغانستان،یمن،صومالیہ، پاکستان سمیت تمام عالم اسلام میں دہرا رہا ہے۔

وہ لوگ پرلے درجے کے غبی اور کودن ہیں جو ان حالات میں بھی مغرب سے مکالمے کا درس دیتے ہیں۔مذہبی ہم آہنگی اور تقاربِ ادیان کے نظریات کے پرچارک اس حقیقتوں سے صرف نظر کیوں کیے بیٹھے ہیں کہ

؎ باطل کے فال وفر کی حفاظت کے واسطے

یورپ زرہ میں ڈوب گیا دوش تا کمر

جبکہ یہاں معاملہ عجیب ہے۔ایک طرف تو طواغیت وشیاطین نے ہر جانب سے امت پر مسلح یلغار کررکھی ہے۔شعائر دین کی تضحیک کا کوئی موقع وہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔اپنی نفسانی اور شیطانی تہذیب کی حفاظت کے لیے اُنہوں نے امت مسلمہ پر ظلم، جبر، تشدد اور قتل و غارت کے تمام حربے آزمائے ہیں۔اور دوسری جانب ہمارے یہ'' مرشدانِ خود بیں'' ہیں کہ وہ ڈائیلاگ،امن پسندی،آئینی اور قانونی جدوجہد'' مذہبی رواداری کے فروغ''اور بین المذاہب ہم آہنگی ہی کو امت کے درد کا مداوا قرار دینے پر مُصر ہیں۔مغرب تو کیل کانٹے سے لیس ہو کر امت مسلمہ کو نابود کرنے کے درپے ہیں اور یہ دانش بگھارنے والے اب بھی امت کے نوجوانوں کو امن پسندی کے خواب دکھا کر میٹھی نیند سلانا چاہتے ہیں!! کیا یہی میٹھی نیند امت کے لیے موت کی نیند ثابت نہیں ہوگی؟ آج امت کی نجات میدان سجانے اور جان کھپانے میں ہی پنہاں ہے۔موجودہ صلیبی جنگ کی حقیقت سمجھنے کے لیے اب کسی لمبے چوڑے بحث مباحثے کی ضرورت سرے سے باقی ہی نہیں رہی۔آج ہر مسلمان پر فرض ہے کہ وہ خود کو اسلام اور شعائر اسلام کے دفاع کے لیے پیش کردے۔میدان شاہ سواروں کو پکار بھی رہے ہیں اور اُن کے منتظر بھی ہیں......بے شک امت کے یہی شاہ سوار ہیں جو تمام دنیا کو تج کر محض اپنے رب پر توکل کرتے ہوئے،اُسی کی نصرت و مدد کی امید پر صلیبی مغرب سے ٹکرا رہے ہیں،اہل صلیب بھی ان کی لگائی گئی ضربوں سے بلبلا اٹھے ہیں۔یہی وہ قلیل التعداد گروہ ہے جو اپنوں کی ستم ظریفیوں اور طعن وتشنیع اور غیروں کی سازشوں اور مکر کے باوجود فتح وآبرومندی سے ہم کنار ہو رہا ہے۔پس اسی گروہِ سعید کے ساتھ آملو کہ اپنے جسموں کو اللہ کی راہ میں گھلانے، کٹانے اور لٹانے والے یہی تو ہیں جو دنیا وآخرت کی فلاح وفوز کے امیدوار ہیں!!!

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُواْ وَالَّذِينَ هَاجَرُواْ وَجَاهَدُواْ فِي سَبِيلِ اللّهِ أُوْلَـئِكَ يَرْجُونَ رَحْمَتَ اللّهِ وَاللّهُ غَفُورٌ رَّحِيمٌ (البقرة:٢١٨)

''بے شک جو لوگ ایمان لائے،اور جنھوں نے ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں جہاد کیا یہی لوگ اللہ کی رحمت کے امیدوار ہیں اور اللہ خوب بخشنے والا اور رحم فرمانے والا ہے''۔

☆☆☆☆☆

'' حکومت پاکستان جو خود کو اسلامی حکومت کہتی ہے'اُس کے قیام کا اصل مقصد یہ تھا کہ وہ برعظیم پاک وہند میں مسلمانوں کے حقوق کی پاسبانی کرے گی'لیکن آج 60 سال سے زاید عرصہ گزرجانے کے باوجود یہ اسلام نافذ نہ کرسکی اور جب اس ملک کے ایک حصّے پر نفاذِ شریعت کی کوشش کی گئی تو اُسے بھی امریکہ اور اسلام آباد میں بیٹھے اُس کے غلام برداشت نہ کرسکے اور فوری طور پر اپنے امریکی آقاؤں کی رضا کی خاطر اہل سوات پر ایک خوں ریز جنگ مسلط کردی۔وہ امریکی جو صرف اُس اسلام پر راضی ہوتے ہیں جس میں محض اُنہی کی حمد وثنا کے گیت گائے جائیں اور اُنہی کے عطا کردہ ٹکڑوں پر انحصار کیا جائے،ایسا اسلام جس میں شریعت ،امر بالمعروف ونھی عن المنکراور جھاد فی سبیل الله کا نام تک نہ ہو''۔(شیخ ڈاکٹر ایمن الظواہری حفظہ اللہ)

نظامِ پاکستان کی ہر طرف سے صلیبی جنگ میں ہار ہی مقدر ہے!!!

ڈاکٹر سید محبُوب

۱۱/۹ کے بعد جنرل پرویز مشرف نے امریکا اور اس کے اتحادیوں کی جنگ لڑنے کا فیصلہ کیا تو اس جنگ کی حدود، اثرات کی وسعت اور دوررس نتائج کو بالکل نظرانداز کر دیا۔ تقریباً ۶ سال تک بلاتکلف جنرل پرویز مشرف اس امریکی جنگ کو لڑتا رہا، اور جب لڑتے لڑتے اس کے بازو شل ہو گئے، وہ عوام میں غیر مقبول ہو گیا اور اس کی حیثیت شطرنج کے ایک پٹے ہوئے مہرے کی سی ہو گئی، اور اس سے کام لینے والوں کو یقین ہو گیا کہ اب اس سے مزید کام لینا ممکن نہیں تو اسے تبدیل کر دیا گیا، اور نئے آنے والوں نے قصرِ ابیض کو یقین دلایا کہ وہ شاہ سے زیادہ شاہ کے وفادار ہیں، صرف آزمائش شرط ہے، بھروسا کر کے دیکھیں۔ چنانچہ ان پر بھروسا کیا گیا، جنگ کی از سرِ نو مارکیٹنگ کی گئی، جنگ کی حمایت اور اس کے فوائد و ثمرات جتانے کے لیے ہزاروں صفحات سیاہ کیے گئے، عالمی سامراج کی بچھائی ہوئی شطرنج کے سیکولر پیادوں نے وفاداری اور نمک خواری کا حق ادا کیا۔ شب و روز اس جنگ کو ’’قومی مفاد‘‘ کی جنگ قرار دیا گیا۔ دینی مدارس کے وجود کو ملک کے لیے زہر قرار دیا گیا اور بات چیت کے ذریعے مسائل کو حل کرنے پر زور دینے والوں کو دہشت گردوں کا حامی قرار دیا گیا۔ شب و روز بڑھتی ہوئی کرپشن، بدعنوانی اور اقربا پروری کی طرف سے آنکھیں پھیر لی گئیں۔ گولہ بارود اور طاقت کے استعمال کو ضروری قرار دیا گیا۔ جس جنگ کو جنرل میک کرسٹل نہ جیت سکا، جس جنگ میں برطانیہ کا ایئر چیف مارشل جوک اسٹرپ ہانپ گیا اور تھک کر مستعفی ہو گیا، اُس جنگ کو کرپٹ انتظامیہ اور بدعنوان سیاست دانوں کے ذریعے جیتنے کے دعوے کیے گئے۔ آج صورت حال یہ ہے کہ اب ملک کا ہر سنجیدہ اور محبِّ وطن شخص خواہ اس کا تعلّق کسی بھی سیاسی جماعت سے ہو، اس جنگ کو غیر ملکی مفادات کی جنگ سمجھتا ہے‘ جو زبردستی ہمارے سروں پر مسلط کی گئی۔ تازہ مثال پیپلز پارٹی کے سینیٹر رضا ربانی کی ہے، جس نے کہا ہے کہ اس جنگ سے پاکستان کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور طاقت کے استعمال کی حکمت عملی کو تبدیل کر کے بات چیت کا راستہ اپنانا ہو گا۔ آئی ایم ایف جیسے ادارے نے بھی اعداد و شمار کی مدد سے ثابت کیا ہے کہ یہ جنگ معاشی اعتبار سے پاکستان کے لیے تباہ کن ثابت ہو رہی ہے اور صرف پانچ برس کے عرصے میں پاکستان کو ۲ ہزار ۸ ارب روپے کا نقصان ہوا ہے۔ رپورٹ کے مطابق اس جنگ کے نقصانات کا دائرہ ہر سال بڑھتا گیا اور ۲۰۰۵ء میں ۲۵۹ ارب ۱۰ کروڑ روپے کا نقصان ہوا جو ۲۰۰۶ء میں بڑھ کر ۳۰۰ ارب ۷۸ کروڑ روپے تک جا پہنچا۔ ۲۰۰۷ء میں اس نے مزید ایک طویل جست لگائی اور نقصانات کا حجم ۳۶۰ ارب ۹۰ کروڑ تک جا پہنچا۔ ۲۰۰۸ء میں اس نقصان کا دائرہ مزید بڑھ کر ۴۸۴ ارب ۳۶ کروڑ روپے تک جا پہنچا اور ۲۰۰۹ء میں یہ ۶۷۸ ارب ۸۰ کروڑ روپے کی آسمانی حدوں کو چھونے لگا۔ سالانہ اوسط کے اعتبار سے اس جنگ سے سالانہ ۴۰۱ ارب ۶۰ کروڑ روپے کا نقصان ہو رہا ہے جو ماہانہ ۳۳ ارب ۴۶ کروڑ ۶۶ لاکھ روپے کے مساوی ہے۔ اس جنگ سے اوسطاً یومیہ ایک ارب ۱۱ کروڑ ۵۵ لاکھ روپے کا نقصان ہو رہا ہے جبکہ فی گھنٹہ ۴ کروڑ ۶۴ لاکھ ۸۰ ہزار روپے اور فی منٹ ۷ لاکھ ۷۴ ہزار ۶ سو ۹۱ روپے کا نقصان ہو رہا ہے۔ اس جنگ پر جتنا خرچہ کیا گیا ہے اگر یہ تعلیم پر کیا جاتا تو ۱۰۰ فیصد شرح خواندگی حاصل کی جا سکتی تھی، ملک بھر میں ۱۰۰ جامعات کا قیام عمل میں لایا جا سکتا تھا، ایک ہزار سے زائد پی ایچ ڈی اور سیکڑوں سائنسدان تیار کیے جا سکتے تھے، ۳ کروڑ افراد کو روزگار فراہم کیا جا سکتا تھا۔ اس جنگ میں ہونے والے اخراجات کے نتیجے میں ملک بھر میں ترقیاتی کام بری طرح متاثر ہوئے۔ بھوک، غربت، افلاس اور خودکشیوں میں اضافہ ہوا، بے گھر افراد کی تعداد لاکھوں میں پہنچ گئی۔

صوبہ سرحد جس کا نام خیبر پختون خواہ رکھ دیا گیا ہے، اس جنگ میں سب سے زیادہ متاثر ہوا ہے اور اس صوبے میں تعلیم اور کاروبار پر بہت زیادہ منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ اس صوبے کے عوام کی اکثریت کو گزشتہ حکومتوں نے بھی تعلیم اور بنیادی سہولتوں سے محروم رکھا اور موجودہ صوبائی حکومت نے تو انتہا کر دی۔ وہ صوبے کے عوام کو تعلیم، صحت اور روزگار کے مواقع تو نہ دے سکی البتہ صوبے کو پاکستان کی ۶۳ سالہ تاریخ میں پہلی مرتبہ پاکستان کے سب سے کرپٹ صوبے کے مقام پر ضرور پہنچا دیا ہے۔ حکومت یونیورسٹی، کالج اور اسپتال کے بجائے سینما گھروں کی تعمیر پر زور دے رہی ہے۔

ملک بھر میں کرپشن اور بدعنوانی اس حد تک جا پہنچی ہے کہ کرپشن کا حجم بڑھ کر ۲۳۳ ارب روپے سالانہ تک جا پہنچا ہے۔ ماہانہ ۱۹ ارب ۴۱ کروڑ ۶۶ لاکھ روپے، جبکہ روزانہ ۶۴ کروڑ ۷۲ لاکھ روپے، ۲ کروڑ ۶۹ لاکھ روپے فی گھنٹہ، جبکہ ۴ لاکھ ۴۹ ہزار روپے فی منٹ کے حساب سے کرپشن ملک میں پھیل رہی ہے۔ توانائی کا بحران ملک کو سالانہ ۲۸۰ ارب روپے، ماہانہ ۲۳ ارب ۳۳ کروڑ روپے، ۷۷ کروڑ ۷۷ لاکھ روپے روزانہ، جبکہ ۳ کروڑ ۲۴ لاکھ روپے گھنٹہ کے اعتبار سے نقصان پہنچا رہا ہے۔ صوبہ سرحد کے بیشتر علاقوں میں بے روزگاری، غربت اور افلاس میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے۔ اس جنگ نے ہمیں اخلاقی طور پر بھی دیوالیہ کر دیا ہے۔

ان حالات میں اس حقیقت کو بلاخوف تردید بیان کرنے اور اس شعور کو بیدار کرنے کی ضرورت ہے کہ پاکستان کو اس جنگ میں ہر جانب سے خسارہ ہی کا سامنا ہے اور کسی قسم کا کوئی دنیاوی نفع بھی پاکستان کے حصے میں نہیں آ رہا۔ اس پر مستزاد مسلمانوں کے خلاف کفار کے لشکروں کا ساتھ دے کر آخرت کا دائمی عذاب بھی پاکستان کے اہل حل وعقد سمیٹ رہے ہیں۔

☆☆☆☆☆

یہ طبل و علم یہ تخت شہی

محترمہ عامرہ احسان صاحبہ

زرعی کھاد اور خوردنی تیل امریکہ کی جڑوں میں بیٹھ گیا۔ نو سال سے بحری بیڑے B-52، F-16 سٹیلتھ طیارے (Stealth) جو ریڈار کی گرفت سے بالا ہیں، بحر ہند، خلیج میں موجود مہیب ایئر کرافٹ کیریئرز سے داغے جانیوالے کروز میزائل اور ۴۱ ممالک کی صلیبی فوجیں افغانستان میں نبرد آزما ہیں۔ نو سال کے دوران، ویت نام جنگ کے بعد سے امریکی اسلحہ خانوں میں تیار شدہ تازہ بہ تازہ، نو بہ نو اسلحہ آزمانے کے لیے افغان عوام کے سینے اور افغانستان کی سرزمین تجربہ گاہ بنی۔ مجاہدین کی خوراک ختم کرنے کو جنگلات، باغات، جانور بھی نشانے پر رہے۔ گوروں کا کھانا تو سربمہر دوبئی سے روزانہ پہنچایا جاتا تھا۔ باقی رسد پہنچانے پر ہم مامور رہے۔ دوسری جانب پانی میں بھیگی سوکھی روٹی، چنے کھا کر پوری دنیا کی سائنس اور ٹیکنالوجی، اکیسویں صدی کی قوت و جبروت کو شکست دینے والوں کی عسکری طاقت کا راز IEDs (Improvised Explosive Device) میں پنہاں ہے۔ اس انگریزی نام کے پس پردہ گھر میں بنایا گیا پریشر ککر بم ہے جس میں زرعی کھاد اور خوردنی تیل اصل اجزا ہیں۔ امریکہ کی قوت کو افغان ہانڈی لے اڑی! ہاتھی کی سونڈ چیونٹی اور نمرود کے ناک کا مچھر، امریکہ افغانستان کو نجات دینے آیا تھا۔ ایک پرسکون ملک جو اگرچہ معاشی تنگ دستی کا شکار تو تھا لیکن امن، عافیت کا گہوارہ بن چکا تھا، پوست کی کاشت ختم ہو چکی تھی۔ استحصالی نظاموں، گروہوں سے نجات پا کر قدم بہ قدم سلامتی کی طرف بڑھ رہا تھا جبکہ امریکہ نے ہیروئن فروش وارلارڈز اور ادھر پاکستان کی ہمہ گیر عسکری مدد سے افغانستان پر قدم جمانے کی کوشش کی۔ آج کا تباہ حال افغانستان دنیا کا سب سے بڑا ہیروئن سپلائر بن کر موت اور بے قراریاں دنیا بھر میں تقسیم کر رہا ہے۔ پورا ملک امریکہ نے ادھیڑ ڈالا۔ آج کا افغان سب سے زیادہ نفرت امریکہ کے بعد پاکستان سے کرتا ہے جبکہ ماضی میں روایتاً افغان حکومتیں ہمارے خلاف ہوتیں اور عوام کے دل ہمارے ساتھ دھڑکتے رہے تاآنکہ طالبان دور میں حکومت اور عوام ایک فریکوینسی پر ہمارے بھائی بن گئے۔ آج جب امریکہ بدترین شکست کھا رہا ہے اب بھی ہم افغان عوام کا ساتھ دینے کے بجائے اس غم میں مبتلا ہیں کہ اگر امریکہ چلا گیا تو ہمارا کیا بنے گا۔ سجدہ سہو کرنے کے بجائے ہم عین وہی حرکت کر رہے ہیں جو مدینہ میں عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین نے کی تھی۔ یہودی قبیلہ بنو نضیر کو جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے الٹی میٹم دیا گیا تو عبداللہ بن ابی نے اس یہودی قبیلے کو حمایت اور پشت پناہی کی یقین دہانی کروائی اور ڈٹے رہنے کی ہلا شیری دلائی تھی۔ وجہ یہی تھی کہ یہودیوں کی موجودگی خالص اسلام کے غلبے کے خلاف منافقوں کا سہارا تھی۔ آج اس نازک وقت کا تقاضہ آہستگی سے پیچھے ہٹ کر ایک یوٹرن لے کر پاکستان کے تحفظ اور افغان عوام کے ساتھ یکجہتی کا ثبوت دیتے ہوئے امریکہ کی رسد اور ہمہ نوع مدد سے دست بردار ہو جانا ہے۔ امریکہ کے سامنے ہر وقت مودبانہ بیٹھے دھونس دھمکیاں وصول کرنے کی روش اب بدل جانی چاہیے۔ اب وقت ہے کہ ڈاکٹر عافیہ کی بازیابی یقینی بنائی جائے۔ امریکہ ہمیں ہر جگہ پرکھنے کے لیے نت نئے جواز گھڑتا رہتا ہے۔ امریکہ کو مطلوب طارق الرحمٰن نے اعلیٰ عدالت سے اپیل کی ہے لیکن حکومت اور ادارے، عدلیہ سے جو کھیل، کھیل رہے ہیں اسکے تناظر میں طارق الرحمٰن (فیصل شہزاد کے نام پر اٹھا لیے جانے والوں کی طرح ہی) اچانک غائب کر دیے جانے کا خدشہ رکھتے ہیں۔ عدل، انصاف، قانون کی جو صورت حکومت اور ایجنسیوں نے بنا رکھی ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ اعلیٰ اقدار، روایات ضابطوں کی دھول پورے ملک میں اڑائی جا رہی ہے۔ جعلی ڈگریوں نے قومی نمائندوں کی اخلاقی ساکھ کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں۔ اس پر مستزاد چوری اور سینہ زوری کا یہ عمل ہے۔ یہ نیا عالمی منظر نامہ ہے جس میں ایک طرف امریکی لیڈرشپ مبنی بر مغلظات زبان استعمال کر رہی ہے جسے مہذب قلم لکھنے سے بھی قاصر ہے۔ (میک کرسٹل Vs اوباما کتھا) یہاں عوامی نمائندے بہ دست و گریباں ہیں۔ کہیں خواتین باہم گتھم گتھا ہیں۔ کہیں نمائندے میڈیا کے ارکان پر چڑھ دوڑے ہیں، کہیں سیاسی پارٹی اقتدار کی دھونس لیے عدلیہ کا منہ نوچنے پر تلی بیٹھی ہے۔ وکلا کی جبینیں گرم کی جا رہی ہیں۔ پاکستان کو مکمل عدم استحکام سے دوچار کرنا امریکہ کا ازلی ایجنڈا تھا جس کے لیے اب آلہ کار خود اسے اندر سے میسر آ گئے۔ افغانستان میں شکست خوردہ امریکہ، پاکستان میں کھل کھیل رہا ہے۔ آپس میں لڑ کر بھلے چونچ اور دُم گم کر لیں لیکن خدارا امریکہ کے حوالے سے کچھ تو ہوش کے ناخن لیں۔ اس ایک نکتے پر تو یکجائی ہو کہ امریکہ سے نجات کی پالیسی ترجیح اول ہو۔ افغانستان میں اس کے قیام کی طوالت مانگنے کے بجائے افغان عوام سے یکجہتی اور اخوت بحال کی جائے، امریکہ کی پشت پناہی کرنے کے گناہ پر گزشتہ کی معافی مانگی جائے اور آئندہ افغانستان کی بحالی اور امداد کی غیر مشروط یقین دہانی کروائی جائے تاکہ افغانستان بھارت کے چنگل سے نکل سکے۔ امریکہ تو بدھو بن کر گھر لوٹ جائے گا آپ ہمسائے تبدیل نہیں کر سکتے۔ افغان عوام کی بہادری، ثابت قدمی کو سلام پیش کرتے ہوئے دست دوستی اور تعاون بڑھایئے ورنہ یہ آج نوٹ کر لیں آنے والا وقت اپنے جلو میں انقلاب کی وہ رولے کر آ رہا ہے جس کے آگے یہ کرسیاں، مفادات، مناصب خس و خاشاک بن کر بہہ جائیں گے۔ افغانستان کے بے خوف ایمان کے آگے دنیا بھر کی طاقتیں نہ ٹھہر سکیں تو آپ کس کھیت کی مولی ہیں؟ منافقت سے تائب نہ ہوئے تو نفاق کا انجام دنیا و آخرت میں کفر سے بدتر ہوا کرتا ہے۔ کھول آنکھ زمیں دیکھ، فلک دیکھ فضا دیکھ ... وہ سبق تازہ کر لیجیے کہ طالبان آندھی طوفان بن کر قندھار سے اٹھے تھے اور پھر کوئی ان کے راستے میں ٹھہر نہ سکا تھا۔ طالبان جس نظام حکومت کے داعی ہیں جسے ایک محدود مہلت میں دنیا بھر کی مخالفت کے باوجود وہ نہایت کامیابی سے چلا بھی چکے ہیں وہ دنیا بھر کے شاندار اصطلاحوں والے کھوکھلے استحصالی نظام ہائے زندگی سے اعلیٰ و برتر ہے، جس میں حکمرانوں کی ذاتی ضروریات، مفادات، حرص و ہوس عنقا ہے۔

(بقیہ نمبر ۲۴ پر)

تصوف کی آفاقی قدریں

خالد مسعود خان

زیرِنظر مضمون ایک معاصر روزنامے میں شائع ہو چکا ہے۔ اور اس کو نوائے افغان جہاد کے قارئین کے لیے چند ضروری تصرفات کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔

رینڈ کارپوریشن کی ۲۰۰۴ میں پیش کردہ اس رپورٹ کے بعد دنیا بھر میں ایک بار پھر صوفی ازم کا غلغلہ مچا ہے۔ پاکستان میں پچھلے چار پانچ سالوں سے صوفی ازم کے لیے ہونے والی کاوشیں، کانفرنسیں اور سیمینار اسی مغربی ایجنڈے کا باقاعدہ حصّہ ہیں۔ آج کل تصوف کی آفاقی قدروں سے مراد صوفی ازم کے فروغ کے لیے کی جانے والی وہ عالمی کوششیں ہیں جو استعمار اپنے مذموم مقاصد کی تکمیل کے لیے استعمال کرنا چاہتا ہے کیونکہ یہ بات طے ہے کہ کسی صوفی کی غیر موجودگی میں صوفی ازم سوائے خانقاہی نظام کے اور کچھ نہیں ہے اور یہ ماضی میں نوآبادیاتی نظام کے استحکام کے لیے استعمال ہوتا رہا ہے۔ برصغیر پاک وہند میں انگریزوں نے جہاں جاگیر داروں اور رؤسا کو استعمال کیا وہیں انہوں نے مختلف سلسلوں سے تعلّق رکھنے والے صوفیا اور بزرگانِ دین کے سجادہ نشینوں اور روحانی وارثوں کو پوری طرح استعمال کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے مخادیم اور ان کے ذریعے ان کے مریدوں کو اپنے نوآبادیاتی نظام کی مضبوطی اور اپنے خلاف اٹھنے والی آزادی کی تحریکوں کو کچلنے کے لیے استعمال کیا۔

رینڈ کارپوریشن کی اس رپورٹ میں شیرل بینارڈ نے موجودہ اسلامی دنیا کو سوچ و فکر کے اعتبار سے چار حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

(1) FUNDAMENTALIST یعنی بنیاد پرست

(2) TRADITIONALIST یعنی روایت پرست

(3) MODERNIST جدیدیت پسند اور

(4) SECULARIST یعنی لادینیت پسند

اس میں وہ بنیاد پرست اسے قرار دیتی ہے جو مغربی تہذیب اور جمہوری اقدار کو مسترد کرتے ہیں۔ روایت پرست وہ ہیں جو جدت، ترقی اور تبدیلی کے بارے میں شکوک و شبہات اور تحفظات رکھتے ہیں۔ جدیدیت پسند وہ ہیں جو اسلامی دنیا کو جدید عالمی رجحانات کا حصّہ بنانے کے خواہش مند ہیں اور لادین وہ ہیں جو اسلامی دنیا میں ریاست اور مذہب کو ایک دوسرے سے یکسر علیحدہ کرنا چاہتے ہیں۔ اسی رپورٹ میں وہ تجویز کرتی ہے کہ روایت پرستوں کی پشت پناہی کرتے ہوئے ان کے ذریعے بنیاد پرستوں کو مغلوب کیا جائے تاہم وہ مسلمانوں کے چوتھے مکتبِ فکر یعنی لادین پسندوں کے بارے میں متحیر ہے کہ ان کے اکثر دانشوروں کا رویہ مغرب کے بارے میں غیر دوستانہ بلکہ متشددانہ ہے اور اس کی تفصیل میں جاتے ہوئے وہ بنیادی وجوہات کا تعیّن یوں کرتی ہے کہ اس رویے کا باعث مشرق وسطیٰ میں انسانی حقوق کے بارے میں دہری امریکی پالیسیاں، بائیں بازو کے نظریات، امریکہ مخالف جذبات اور شدید قوم پرستی ہیں۔ اس سلسلے میں اسلامی دنیا میں اس کا رول ماڈل ترکی ہے جو اس کے نزدیک جارحانہ سیکولرازم کی ایک خوبصورت اور قابلِ تقلید مثال ہے۔

آخر کیا وجہ ہے کہ سمتھ رچرڈسنز فاؤنڈیشن کے سالانہ ایک سوملین ڈالر سے زائد بجٹ میں سے بیشتر حصّہ وصول کرنیوالی رینڈ کارپوریشن یہ رپورٹ مرتب کر کے امریکی حکومت کو پیش کرتی ہے اور اس کے بعد اسلامی دنیا میں کئی عشروں کے بعد ایک بار پھر صوفی ازم کے احیا کے لیے جو دراصل خانقاہی نظام کا دوسرا نام ہے کی عالمی سطح پر کوششوں کا آغاز ہوتا ہے۔ برطانیہ اپنے نوآبادیاتی دور کے عروج میں یہ فامولا بڑی کامیابی سے آزما چکا ہے اور برصغیر میں صوفیا کی ذات سے محروم درباروں کے سجادہ نشینوں اور متولیوں کے زور پر اور سرزمین عرب میں حسین شریف مکہ جیسے مذہبی اہمیّت کے حامل غدار حکمرانوں اور لارنس آف عریبیا جیسے جعلی مذہبی رہنماؤں کے ذریعے اپنے نوآبادیاتی نظام کو استحکام فراہم کرتا رہا ہے۔ رینڈ رپورٹ میں صوفی ازم کے احیا اور فروغ کے لیے کی گئی لمبی چوڑی پلاننگ میں سے صرف ایک پیراگراف سارے منصوبے کی پوری جزئیات کو واضح کرنے کے لیے کافی ہے۔

Sufis are not a ready match for any of the categories, but we will here include them in modernism .Sufism reprsents an open,intellectual interpretation of islam. Sufism influence our school curricula, norms, and cultural life should be strongly in countries that have a sufi tradition through its poetry, music and philosophy, sufism has a strong bridge role outside of religious affiliations.

یہ مختصر سا پیراگراف یہ واضح کرنے کے لیے کافی ہے کہ مغرب دراصل اسلام کو بلکہ زیادہ مناسب الفاظ میں مسلمانوں کو کس شکل میں دیکھنا چاہتا ہے اور وہ اسلام کو اپنے لیے قابل قبول صورت میں ڈھالنے کے اسے صوفی ازم کے نام پر بالکل نیا رنگ دینا چاہتا ہے۔ اس میں مغرب صوفی ازم کے نام پر مذہب سے بالاتر ہو کر نصاب، روایات اور ثقافتی بنیادوں پر شاعری، موسیقی اور فلسفے کے ذریعے اسلام سے اپنا تعلّق قائم کرنا چاہتا ہے لیکن جنرل پرویز مشرف کے دورِ حکومت میں یوں ہوا کہ روشن خیال اعتدال پسندوں نے outside of Religious affiliations کو لادینیت یعنی سیکولرازم سمجھ کر صوفی ازم اور لادنیت کو ہم معانی مترادفات قرار دے دیا۔

صوفی ازم کسی صوفی کی غیر موجودگی میں محض ایک ایسا خانقاہی نظام ہے جسے پہلے نوآبادیاتی نظام کی مضبوطی کے لیے اور اب نوتشکیل شدہ استعماری نظام کی مضبوطی کے لیے استعمال کرنے کی منصوبہ بندی کی جارہی ہے کیونکہ یہ ایک ایسا آزمودہ نسخہ ہے جسے برصغیر میں قریب ڈیڑھ سو برس قبل نہایت ہی کامیابی سے آزمایا جاچکا ہے اور اس وقت ملک عزیز کی

سیاست میں روشن، بہت سے درخشاں ستارے اپنی ان جاگیروں کے بل پر صاحب ثروت اور مقتدر روز ور آور ہیں جو انہیں انگریزوں نے شمع آزادی کے پروانوں کو جلا کر خاکستر کرنے کے عوضانے میں بخشیش کی تھیں۔

۱۰ اجون ۱۸۵۷ کو ملتان چھاؤنی میں پلاٹون نمبر ۶۹ کو بغاوت کے شبہہ میں نہتا کیا گیا اور پلاٹون کمانڈر کو بمعہ دس سپاہیوں کے توپ کے آگے رکھ کر اڑا دیا گیا۔ آخر جون میں بقیہ نہتی پلاٹون کو شبہ ہوا کہ انہیں چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں فارغ کیا جائے گا اور انہیں تھوڑا تھوڑا کر کے تہہ تیغ کیا جائے گا۔ سپاہیوں نے بغاوت کر دی تقریباً بارہ سو سپاہیوں نے بغاوت کا علم بلند کیا انگریزوں کے خلاف بغاوت کرنے والے مجاہدین کو شہر اور چھاؤنی کے درمیان واقع پل شوالہ پر دربار بہاء الدین زکریا کے سجادہ نشین مخدوم شاہ محمود قریشی نے انگریزی فوج کی قیادت میں اپنے مریدوں کے ہمراہ گھیرے میں لے لیا اور تین سو کے لگ بھگ نہتے مجاہدین کو شہید کر دیا۔ یہ مخدوم شاہ محمود قریشی ہمارے موجودہ وزیر خارجہ مخدوم شاہ محمود قریشی کے لکڑ دادا تھے اور ان کا نام انہی کے حوالے سے رکھا گیا تھا۔ کچھ باغی دریائے چناب کے کنارے شہر سے باہر نکل رہے تھے کہ انہیں دربار شیر شاہ کے سجادہ نشین مخدوم شاہ علی محمد نے اپنے مریدوں کے ہمراہ گھیر لیا اور ان کا قتل عام کیا مجاہدین نے اس قتل عام سے بچنے کے لیے دریا میں چھلانگیں لگا دیں کچھ لوگ دریا میں ڈوب کر جاں بحق ہو گئے اور کچھ لوگ پار پہنچنے میں کامیاب ہو گئے۔ پار پہنچ جانے والوں کو سید سلطان احمد قتال بخاری کے سجادہ نشین دیوان آف جلالپور پیر والہ نے اپنے مریدوں کی مدد سے شہید کر دیا۔ جلالپور پیر والہ کے موجودہ ایم این اے دیوان عاشق بخاری انہی کی آل میں سے ہیں۔

(یہاں ایک صاحب نے جو اگلے سیشن میں خود مقالہ پڑھنے والے تھے اٹھ کر مقالے کو غیر متعلق کہہ کر روکنے کی کوشش کی جس پر تقریباً سارا مجمع مشتعل ہو کر اٹھ کھڑا ہوا قریب تھا کہ لوگ اسے پیٹتے مداخلت کار مجمعے کا مجموعی موڈ دیکھ کر نہ صرف فوراً بیٹھ گیا بلکہ بعد میں اس نے مجھ سے معذرت بھی کی۔)

مجاہدین کی ایک ٹولی شمال میں حویلی کورنگا کی طرف نکل گئی جسے مہر شاہ آف حویلی کورنگا نے اپنے مریدوں اور لنگڑیال، ہراج، سرگانہ، ترگڑ سرداروں کے ہمراہ گھیر لیا اور چن چن کر شہید کیا۔ مہر شاہ آف حویلی کورنگا سید فخر امام کے پڑدادا کا سگا بھائی تھا۔ اسے اس قتل عام میں فی مجاہد شہید کرنے پر بیس روپے نقد یا ایک مربع اراضی عطا کی گی۔ مخدوم شاہ محمود قریشی کو ۱۸۵۷ کی جنگ آزادی کے کچلنے میں انگریزوں کی مدد کے عوض مبلغ تین ہزار روپے نقد، جاگیر سالانہ معاوضہ مبلغ ایک ہزار سات سو اسی روپے اور آٹھ چاہات جن کی سالانہ جمع ساڑھے پانچ سو روپے تھی بطور معافی دوام عطا ہوئی مزید یہ کہ ۱۸۶۰ میں وائسرائے ہند نے بیگی والا باغ عطا کیا۔ مخدوم آف شیر شاہ مخدوم شاہ علی محمد کو دریائے چناب کے کنارے مجاہدین کو شہید کرنے کے عوض وسیع جاگیر عطا کی گئی۔

برصغیر پاک و ہند میں انگریزوں نے جہاں جاگیرداروں اور روٴسا کو استعمال کیا وہیں انہوں نے مختلف سلسلوں سے تعلّق رکھنے والے صوفیا اور بزرگان دین کے سجادہ نشینوں اور روحانی وارثوں کو پوری طرح استعمال کیا۔ اس سلسلے میں انہوں نے مخادیم اور ان کے ذریعے ان کے مریدوں کو اپنے نوآبادیاتی نظام کی مضبوطی اور اپنے خلاف اٹھنے والی آزادی کی تحریکوں کو کچلنے کے لیے استعمال کیا۔

حویلی کورنگا کے معرکے میں بظاہر سارے مجاہدین مارے گئے مگر علاقے میں آزادی کی شمع روشن کر گئے۔ حویلی کورنگا کی لڑائی کے نتیجے میں جگہ جگہ بغاوت پھوٹ پڑی اور حویلی کورنگا، قتال پور سے لیکر ساہیوال بلکہ اوکاڑہ تک کا علاقہ خصوصاً دریائے راوی کے کنارے بسنے والے مقامی جانگلیوں کی ایک بڑی تعداد اس تحریک آزادی میں شامل ہوگئی۔ جانگلی علاقے میں اس بغاوت کے سرخیل رائے احمد خان کھرل تھے، جو گوگیرہ کے نواحی قصبہ جھامرہ کے بڑے زمین دار اور کھرل قبیلے کے سردار تھے، احمد خان کھرل کے ہمراہ مراد فتیانہ، شجاع بھدرو، موکھا وہنی وال اور سارنگ جیسے مقامی سردار اور زمیندار تھے۔

مورخہ ۱۶ ستمبر ۱۸۵۷ کو رات گیارہ بجے سرفراز کھرل نے ڈپٹی کمشنر ساہیوال بمقام گوگیرہ کو احمد خان کھرل کی مخبری کی مورخہ اکیس ستمبر ۱۸۵۷ کو راوی کے کنارے ''دلے دی ڈل'' میں اسی سال احمد خان کھرل پر جب حملہ ہوا تو وہ عصر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ اس حملے میں انگریزی فوج کے ہمراہ مخدوموں، سیدوں، سجادہ نشینوں اور دیوانوں کی ایک فوج ظفر موج تھی جس میں دربار سید یوسف گردیز کا سجادہ نشین سید مراد شاہ گردیزی دربار بہاء الدین زکریا کا سجادہ نشین مخدوم شاہ محمود قریشی، دربار فرید الدین گنج شکر کا گدی نشین مخدوم آف پاکپتن، مراد شاہ آف ڈولا بالا، سردار شاہ آف کھنڈا اور گلاب علی چشتی آف ٹبی لال بیگ کے علاوہ بھی کئی مخادیم و سجادہ نشین شامل تھے۔ احمد خان کھرل اور سارنگ شہید ہوئے۔ انگریز احمد خان کھرل کا سر کاٹ کر اپنے ہمراہ لے گئے۔ احمد خان کھرل کے قصبہ جھامرہ کو پیوند خاک کرنے کے بعد آگ لگا دی گئی۔ فصلیں جلا کر راکھ کر دی گئیں۔ تمام مال مویشی ضبط کر لیے گئے دیگر سرداروں کو سزا کے طور پر بعبور دریائے شور یعنی کالا پانی بھجوا دیا گیا۔ اس طرح جانگلی علاقے کی تحریک آزادی مخدوموں، سرداروں، وڈیروں اور گدی نشینوں کی مدد سے دبا دی گئی اس کے بعد دریائے راوی کے کنارے اس علاقے کے بارے میں راوی چین لکھتا ہے۔

صوفی ازم کے فروغ کے لیے موجودہ کوششیں اس سلسلے کی دوسری کڑی ہیں اس سے قبل جنرل پرویز مشرف کے روشن خیال دور میں اس کی پہلی قسط نشر ہوئی تھی اور ایک صوفی کونسل تشکیل دی گئی۔ جس میں چیف صوفی کا درجہ جناب چوہدری شجاعت حسین کو عطا کیا گیا تھا۔ میں نے تب اپنے ایک دوست سے اس انتخاب کی وجہ دریافت کی تو تصوف کی رمزوں سے آگاہ وہ دوست کہنے لگا کہ صوفی اپنے دل کا حال اور کیفیت دوسروں پر بیان نہیں کر سکتا۔ بس صوفی اور چوہدری شجاعت کے درمیان یہی ایک قدر مشترک ہے جس کی بنا پر انہیں چیف صوفی بنا دیا گیا ہے۔

جہاں اس وقت مغربی دنیا میں پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ خاکے چھاپے جا رہے ہیں۔ حجاب پر پابندی عائد کی جا رہی ہے، ہر داڑھی والے کو دہشت گرد سمجھا جا رہا ہے اور مسلمانوں کو بے روک ٹوک مارا جا رہا ہے وہاں اچانک ہی امریکہ بہادر اور مغرب کے دل میں صوفی ازم کی محبت کا جاگنا کوئی ایسا پیچیدہ معاملہ نہیں جو قابل فہم نہ ہو۔ (بقیہ نمبر ۱۱ پر)

میک کرسٹل کی رخصتی، پیٹریاس کی آمد اور مجاہدین کی استقامت

سید عمیر سلیمان

۲۳ جولائی کو افغانستان میں امریکی فوج کے سربراہ میک کرسٹل کی جگہ جنرل ڈیوڈ پیٹریاس نے لے لی۔ جب میک کرسٹل نے افغانستان میں امریکی فوج کی کمان سنبھالی تھی تو اس سے امریکہ اور اتحادیوں نے بڑی امیدیں وابستہ کی تھیں۔ میک کرسٹل کی خوبیاں بیان کی گئیں، اسے خفیہ مشنوں کا ماہر قرار دیا گیا۔ عراق میں اس کی فوجی کامیابیاں گنوائی گئیں، اسے انتہائی چالاک، ہوشیار اور جنگی چالوں کا واقف بتایا گیا۔ دنیا کو یہ باور کرایا گیا کہ اصل کمان دان تو اب میدان میں آیا ہے۔ اب جنگ کا پانسہ پلٹ جائے گا۔ میک کرسٹل نے بھی آتے ہی بڑے آپریشنوں اور افغانستان میں مزید امریکی فوج بھیجنے پر زور دیا اور کہا کہ جنگ مشکل ضرور ہے مگر جیت ہماری ہی ہوگی۔

اس ''بہادر'' میک کرسٹل کے حالیہ مایوس کن بیانات سے امریکی اس قدر نالاں ہوئے کہ اسے برطرف کر کے اس کی جگہ ڈیوڈ پیٹریاس کو لگا دیا گیا۔ اب پیٹریاس کے بارے میں وہی کہانیاں ہیں کہ جنگی چالیں تو کوئی اس سے سیکھے، اس نے عراق میں مختلف گروہوں کو لڑا کر مزاحمت ختم کر دی تھی، یہ جنگ سیاست سے لڑنے کا فن جانتا ہے، اس کی آمد افغانستان جنگ میں نمایاں تبدیلی لائے گی وغیرہ وغیرہ۔

پیٹریاس نے بھی آتے ہی اعلان کیا کہ افغانستان میں جنگ کو نچلے درجے تک پھیلایا جائے گا۔ اس کے ساتھ اس نے جہاد کا میدان چھوڑ دینے والے سابق طالبان راہ نماؤں سے بھی رابطے شروع کر دیے۔ پیٹریاس شاید یہ نہیں جانتا کہ اس کی دال یہاں نہیں گلنے والی۔ اس سے پہلے بھی کئی بار مجاہدین میں تفرقہ ڈالنے کی کوشش کی جا چکی ہے۔ حتیٰ کہ یہ بھی کہا گیا کہ اگر طالبان القاعدہ سے علیحدہ ہو جائیں تو ان سے بات ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ حکمت یار اور ملا متوکل کو طالبان کے مقابل لانے کی کوشش کی گئی لیکن ان تمام کوششوں کا نتیجہ صفر نکلا۔

مجاہدین کو امریکی جرنیل کی تبدیلی سے کوئی فرق نہیں پڑا اور انہوں نے اتحادی فوج کا شکار جاری رکھا ہوا ہے بلکہ پیٹریاس کے آتے ہی مجاہدینِ اتحادی افواج پر حملوں میں تیزی لے آئے۔ ۳ جولائی کو قندوز میں ایک امریکی ادارے پر فدائی حملہ کیا گیا۔ اس فدائی حملے میں ۲ مجاہدوں نے حصّہ لیا۔ پہلے فدائی نے بارود سے بھری گاڑی عمارت سے ٹکرا دی جس کے تھوڑی دیر بعد دوسرے فدائی نے عمارت میں داخل ہو کر صلیبیوں کو نشانہ بنایا۔ اس حملے میں 55 غیر ملکی ہلاک ہوئے۔ اللہ ان مجاہدین کی شہادت کو قبول فرمائے۔ آمین

۱۹ جولائی کو مجاہدین نے فراح جیل پر حملہ کر کے ۱۵ مجاہدین کو قید سے چھڑوا لیا۔ تفصیلات کے مطابق مجاہدین کے ایک گروپ نے فائرنگ کر کے محافظوں کو اپنی طرف مصروف رکھا جبکہ دوسرے گروپ نے پیچھے دیوار سے نقب لگائی اور ۱۵ قیدی مجاہدین کو ساتھ لے کر فرار ہو گئے۔ اس کارروائی میں جیل کا ایک محافظ اہل کار ہلاک ہوا جبکہ مجاہدین کا کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔

پیٹریاس کی کابل آمد سے ۲ دن قبل ۳۰ جون کو مجاہدین نے جلال آباد ایئر بیس پر ایک بڑا حملہ کیا۔ تفصیلات کے مطابق حملے میں ۸ مجاہدین نے حصّہ لیا۔ جو جدید اسلحے سے لیس تھے۔ سب سے پہلے ایک فدائی نے بارود سے بھری گاڑی ایئر بیس کے داخلی دروازے سے ٹکرا دی جس سے وہاں موجود ۲ امریکی فوجی موقع پر ہلاک ہو گئے۔ اس کے بعد باقی مجاہدین نے راکٹ اور مارٹر برسائے اور اندر داخل ہو گئے۔ مجاہدین کے اندر داخل ہونے کے بعد ایک گھنٹہ تک امریکی و افغان فوجیوں کے ساتھ جھڑپ ہوتی رہی۔ اس کے بعد فدائی مجاہدین نے باری باری شہادت کے حسین تاج کو اپنے سروں پر سجایا۔ امریکی حکام نے اس حملے کے نقصانات کو بالکل ہی چھپاتے ہوئے کہا کہ طالبان اندر داخل ہی نہیں ہو سکے جبکہ صوبائی پولیس کے ترجمان غفور احمد کے مطابق حملے کے بعد بیس کے اندر سے فائرنگ اور دھماکوں کی آوازیں آئیں اور دھواں اٹھتا دیکھا گیا۔ طالبان ترجمان ذبیح اللہ مجاہد کے مطابق اس کارروائی میں ۳۲ صلیبی و مرتد فوجی ہلاک ہوئے اس کے علاوہ بیس پر موجود طیاروں کو بھی نقصان پہنچا۔ وضح رہے کہ جلال آباد ایئر بیس کی سیکورٹی کے بارے میں امریکیوں کا دعویٰ تھا کہ یہاں امریکہ کی مرضی کے بغیر چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی۔

ادھر برطانوی فوج کے لیے ماہ جولائی انتہائی مشکل رہا۔ ماہ جولائی میں برطانوی فوجیوں کی ہلاکتیں امریکی فوجیوں کی نسبت زیادہ رہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ برطانوی فوج کو ایک مرتبہ پھر افغان فوجی کے ہاتھوں اپنے فوجیوں کی ہلاکت دیکھنا پڑی، جب ہلمند کے علاقے نہر سوراج میں ایک افغان فوجی نے راکٹ حملہ کر کے ایک برطانوی کمانڈر کو ہلاک کر دیا۔ راکٹ چلانے کے بعد اس نے مشین گن سے فائرنگ بھی کی جس سے ۲ محافظ فوجی ہلاک ہو گئے اور وہ فرار ہونے میں بھی کامیاب ہو گیا۔ طالب حسین ایک سال پہلے افغان فوج میں بھرتی ہوا تھا۔ طالبان مجاہدین کے مطابق یہ سب ایک منصوبے کے تحت ہوا ہے اور طالب حسین اس وقت مجاہدین کے ساتھ ہے۔ پچھلے سال نومبر میں بھی ایک افغان فوجی نے فائرنگ کر کے ۵ برطانوی فوجیوں کو ہلاک کر دیا تھا اور فرار ہو گیا تھا۔ بعد میں پتا چلا کہ وہ کارروائی بھی مجاہدین نے باقاعدہ منصوبہ کے تحت کی تھی۔

اسی طرح ۲۱ جولائی کو صوبہ بلخ کے دارالحکومت مزار شریف میں ایک ملٹری بیس پر تربیت کے دوران میں ایک افغان فوجی نے فائرنگ کر کے ۲ امریکی ٹرینر اور ۲ افغان فوجی مار دیے اور فرار ہو گیا۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۳۹ پر)

کابل کانفرنس: ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

عبید الرحمٰن زبیر

۲۰ جولائی ۲۰۱۰ کو کابل میں ''مہذب دنیا'' کے نمایندے اکٹھے ہوئے تاکہ سرزمینِ افغانستان پر پچھلے دس سالوں میں ڈیزی کٹرز و نیپام بموں سمیت تمام تر ہلاکت خیز اسلحے کے ذریعے جس ''تہذیب و تمدن'' کی آبیاری کی گئی ہے، اُس کی لرزتی عمارت کو سہارا دینے کے لیے امداد کا اعلان کیا جائے۔ اس اکٹھ کو کابل کانفرنس کا نام دیا گیا۔ اس کانفرنس میں ۷۰ سے زاید عالمی نمائندگان اور ۴۰ ممالک کے وزرائے خارجہ نے شرکت کی۔ امریکی وزیر خارجہ ہلیری کلنٹن، نیٹو کا سیکرٹری جنرل راسموسن اور اقوام متحدہ کا سیکرٹری جنرل بان کی مون بھی اس کانفرنس میں موجود تھے۔

افغانستان کی تعمیر و ترقی کے لیے امداد جمع کرنے کے نام پر اکٹھے ہونے والے شیاطین اپنی خفت و شرمندگی مٹانے کے لیے اپنا ہی تھوکا چاٹنے پر مجبور ہوئے اور ۲۰۱۱ء میں افغانستان چھوڑ دینے کا اعلان کرنے والوں نے اس مقصد کے لیے ۲۰۱۴ء کا راگ الاپنا شروع کردیا۔ کانفرنس کے اعلامیہ کے مطابق سیکورٹی امور ۲۰۱۴ تک مکمل طور پر افغان فورسز کے حوالے کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو افغانستان میں جن ذلت آمیز حالات کا سامنا درپیش ہے اُن کے پیش نظر یہی کہا جاسکتا ہے کہ اب یہ صلیبی مجاہدین کے لیے بہت مرغوب اور آسان شکار بن چکے ہیں۔ لہٰذا یہ جتنا زیادہ عرصہ افغانستان میں رہیں گے، مجاہدین اتنا ہی ''فراخ دلی'' سے ان کے کٹے پھٹے جسموں کو تابوتوں سمیت ان کے ممالک روانہ کرتے رہیں گے۔ اور بے شک دنیا اور آخرت کا خسارہ اور گھاٹا اِن کے مقدر میں لکھا جاچکا ہے۔ ذٰلِکَ جَزَاء أَعدَاء اللّٰہِ النَّارُ لَھُمْ فِیھَا دَارُ الْخُلْدِ جَزَاء بِمَا کَانُوا بِآیَاتِنَا یَجْحَدُونَ (سورہ فصلت: ۲۸)

''یہ آگ ہی اللہ کے دشمنوں کی سزا ہے، اس میں اُن کے لیے ہمیشہ کا گھر ہے، یہ بدلہ ہے اُسکا جو کچھ وہ ہماری آیات کے ساتھ کیا کرتے تھے''

اسی طرح کفر کے یہ تمام سرغنے مجاہدین کے درمیان پھوٹ ڈالنے اور اُن کے درمیان تقسیم پیدا کرنے کی اپنی پرانی خواہش کا بھی برملا اظہار کرتے رہے۔ اعلان کیا گیا ''القاعدہ سے تعلق توڑ کر آئین کا احترام کرنے والے طالبان سے مفاہمت کی حمایت کی جاتی ہے۔ ایسے افراد جو افغان آئین کے تحت ایک پرامن افغانستان کی تعمیر کے خواہاں ہوں، اُنہیں خوش آمدید کہا جائے گا''۔ ان کی تمام تر خواہشات کے علی الرغم مجاہدین افغانستان کے طول و عرض میں اپنی کارروائیوں کو منظم ترین انداز میں پھیلاتے چلے جارہے ہیں اور طالبان و القاعدہ مجاہدین ایک دوسرے کے دست و بازو بنے یہود و نصاریٰ اور اُن کے محافظین پر پے در پے ضربیں لگا رہے ہیں۔ فللہ الحمد و المنہ

کانفرنس کے انعقاد کے لیے کابل میں سخت سیکورٹی قائم کی گئی تھی۔ عملاً کابل ''نوگو ایریا'' ہی نظر آرہا تھا۔ لیکن مجاہدین نے اللہ کی رحمت اور نصرت کے ساتھ اس ساری سیکورٹی حصار کو توڑ ڈالا اور کابل ایئر پورٹ پر راکٹوں سے حملہ کیا گیا۔ یہ حملہ ایسے وقت میں کیا گیا جب کہ کابل ایئر پورٹ پر اقوام متحدہ کے جنرل سیکرٹری بان کی مون کا طیارہ اترنے ہی والا تھا۔ حملے کے فوراً بعد سراسیمگی کی صورت حال پیدا ہوگئی اور سہمے ہوئے سیکورٹی اداروں نے بانکی مون کو طیارہ باگرام ایئر بیس کی جانب موڑ دیا۔ اس طیارہ میں سویڈن اور ڈنمارک کے وزرائے خارجہ بھی سوار تھے۔

> **امارتِ اسلامیہ افغانستان کابل کانفرنس اور اس میں شامل تمام قراردادوں کو افغان مسئلے کو طول دینے کا امریکی شرانگیز پلان سمجھتے ہوئے رد کرتی ہے۔ اور اس بات پر زور دیتی ہے کہ دیگر ممالک بھی امریکہ کے اندھے منصوبوں پر آنکھیں بند کرکے تائید کی مُہر نہ لگائیں۔ امارتِ اسلامیہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اپنے مسلمان عوام کی تائید کے بل بوتے پر اپنی برحق جدوجہد کو اُس وقت تک جاری رکھے گی۔ (کابل کانفرنس کے متعلق امارت اسلامیہ افغانستان کا موقف)**

دسمبر ۲۰۰۱ء میں جرمنی کے شہر بون میں ہونے والی کانفرنس کے نتیجے میں صلیبیوں نے کرزئی کی صورت میں 'امریکی بونے' کو کابل کی کرسی صدارت پر کٹھ پتلی کی حیثیت سے بیٹھایا گیا۔ پھر پچھلے دس سالوں میں نجانے ایسی کتنی ہی کانفرنسیں منعقد کی گئیں، دنیا کے بڑے بڑے احمق جمع ہوئے۔ افغانستان میں جیسے جیسے یہود و نصاریٰ کے کس بل نکلنے لگے ویسے ویسے ہی ان کانفرنسوں کی بھرمار ہونے لگی۔ لندن کانفرنس، استنبول کانفرنس، مالدیپ مذاکرات کا ناکام اسکرپٹ......اور اب عالمی ڈونرز کانفرنس کابل میں!!! اس کانفرنس میں کی گئی منصوبہ بندیوں اور اعلانات کے حوالے سے امارت اسلامیہ افغانستان نے تفصیلی طور پر اپنا موقف بیان کیا جو کہ درج ذیل ہے:

''امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی جانب سے گزشتہ ناکام کانفرنسوں کی طرح اِس بار بھی کابل کانفرنس کے نام سے قابض اتحادیوں اور چند دیگر ممالک کے اراکین کی بیٹھک ہوئی۔ اس کانفرنس سے اُن کا مقصد یہ تھا کہ کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ کو افغانستان کے سیاسی اور فوجی اختیارات دے کر اور ان کو نئے فنڈ دینے کے ساتھ ساتھ سابقہ فنڈ کے مصارف پر بھی بات کریں۔

اس ایک روزہ کانفرنس کی حفاظت کی خاطر 12000 مقامی اور صلیبی فوجیوں کو تعینات کیا گیا تھا۔ کابل کی زمین اور فضا کی نگرانی طیاروں سے کی جارہی تھی اور دو دن پہلے سے ہی کابل میں لوگوں کی آمد و رفت پر پابندی لگادی گئی تھی۔ لیکن ان تمام کوششوں کے باوجود مجاہدین نے کابل کے ائیر پورٹ پر راکٹ باری کرتے ہوئے کانفرنس کے مندوبین کو اپنی عسکری بالادستی کا پیغام دیا اور کانفرنس ہال میں موجود مندوبین کے پُرسکون ماحول کو بے چینی اور خوف میں تبدیل کردیا۔

یہ کانفرنس عالمی برادری کی جانب سے کابل کی کٹھ پتلی انتظامیہ کو سیاسی، اقتصادی ذمہ داریاں سونپنے کی خاطر منعقد ہوئی تھی۔ اس کانفرنس سے چند روز قبل کابل انتظامیہ کے مالیاتی اہلکاروں نے اعلان کیا تھا کہ صرف تین سال میں کابل ایئر پورٹ کے راستے کروڑوں ڈالر بیرون ملک اسمگل ہوئے ہیں۔

اسی طرح ایک ہفتے قبل اینٹی کرپشن کے نام سے ایک این جی او نے اپنے سروے میں کہا کہ صرف ایک سال میں کرزئی انتظامیہ کے اہلکاروں نے افغان عوام سے ایک بلین ڈالر رشوت لی ہے۔ مالی بے ضابطگیوں اور کرپشن کے ساتھ ساتھ امن وامان کی صورت حال اس حد تک خراب ہوچکی ہے کہ 150000 غیر ملکی فوجیوں کی موجودگی کے باوجود افغان انتظامیہ کا سربراہ کابل کے قلب میں زمینی راستے سے سفر نہیں کرسکتا۔ صدارتی محل سے کابل کے انٹر کانٹی نینٹل ہوٹل تک وہ ہوائی سفر کرتا ہے اور اس کی حاکمیت کابل سے باہر نظر نہیں آتی۔ لیکن ان تمام حالات کے باوجود امریکی ایما پر کابل کی کٹھ پتلی اور بدنام زمانہ انتظامیہ افغان عوام پر مسلط کی گئی ہے۔ اس کانفرنس میں افغانستان کی حکومت باوجود یکہ وہ ایک ناکام، کرپشن سے آلودہ انتظامیہ ہے.....کو سیاسی اور اقتصادی ذمہ داریاں سونپنے کی کوشش سے یہ بات ثابت ہوئی کہ امریکی افغانستان کے مسئلے کو حل کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے۔ ان کی جانب سے جو کوشش ہوتی ہے وہ نافذ ہونے سے قبل ہی ناکام ہوجاتی ہے اور وہ جو کچھ اس مسئلے کے حل کے لیے کرتے ہیں دراصل ان کا یہ اقدام اُن کی ناکامیوں کے سلسلے کو طول دینے کے لیے ہوتا ہے۔ اور نہ تو اس مسئلے کو حل کیا جاتا ہے اور نہ ہی افغان عوام کے لیے سکون کا پیغام لایا جاتا ہے۔ کانفرنس کی انتہائی پیچیدہ اور مجہول قسم کی بحثوں سے ایسا لگتا ہے کہ امریکہ اور عالمی برادری یہ چاہتی ہے کہ کسی نہ کسی طریقے سے افغانستان سے راہِ فرار اختیار کی جائے اور اُن ہیں یہاں جس تباہی، ناکامی اور شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا ہے اُس کا بارگراں کابل کی بے اختیار انتظامیہ پر ڈال دیا جائے۔

> **امریکہ اور اس کے اتحادیوں کو افغانستان میں جن ذلت آمیز حالات کا سامنا درپیش ہے اُن کے پیش نظر یہی کہا جاسکتا ہے کہ اب یہ صلیبی مجاہدین کے لیے بہت مرغوب اور آسان شکار بن چکے ہیں۔ لہٰذا یہ جتنا زیادہ عرصہ افغانستان میں رہیں گے، مجاہدین اتنا ہی "فراخ دلی" سے ان کے کٹے پھٹے جسموں کو تابوتوں سمیت ان کے ممالک روانہ کرتے رہیں گے۔**

افغانستان کے سیاسی، مالی اور امن و امان کے مسائل جن کو امریکہ گزشتہ دس برسوں میں حل نہیں کرا سکا ہے، کس طرح ممکن ہے کہ پانچ گھنٹے کی اس لاحاصل کانفرنس میں ہر پہلو پر غور وخوض کیا جائے اور اس کے حل کے لیے راستے نکال کر اس پیچیدہ موضوع کا فیصلہ کر دیا جائے اور وہ بھی ایسے حال میں کہ اس کانفرنس کے بعض مندوبین خوف کی وجہ سے کابل سے سیکڑوں کلو میٹر دور قازقستان میں اترے اور بعضوں نے تو خود کو خطے میں قائم امریکہ کے سب سے بڑے فوجی مرکز باگرام میں پناہ لینے پر مجبُور پایا اور پھر وہ وہاں سے قابض امریکی فوجیوں کے ہیلی کاپٹروں میں کانفرنس ہال لائے گئے۔

امریکی حکام چاہتے ہیں کہ افغانستان میں اپنی ناکامی اور رسوائی سے عالمی برادری کی توجہ ہٹانے کے لیے اسی طرح کی بے مقصد اور اوٹ پٹانگ حرکتوں کو کام میں لائیں۔ اُن کے ان کاموں کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہوتا کہ افغان عوام کی مشکلات حل ہوجائیں۔ افغانستان کی اسلامی امارت ماضی کی طرح اب بھی امریکیوں کے قبضے اور افغانستان میں قابضین کی موجودگی کو نہ صرف افغان عوام بلکہ سارے خطے کے لیے تباہ کن بدبختی سے تعبیر کرتی ہے۔ اور اس بدبختی کو ختم کرنے کا ایک ہی حل ہے، وہ یہ کہ امریکہ جلد از جلد غیر مشروط طور پر افغانستان سے انخلا کرے۔

لہٰذا امارتِ اسلامیہ افغانستان کابل کانفرنس اور اس میں شامل تمام قرار دادوں کو افغان مسئلے کو طول دینے کا امریکی شر انگیز پلان سمجھتے ہوئے رد کرتی ہے۔ اور اس بات پر زور دیتی ہے کہ دیگر ممالک بھی امریکہ کے اندھے منصوبوں پر آنکھیں بند کرکے تائید کی مُہر نہ لگائیں۔ امارتِ اسلامیہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اپنے مسلمان عوام کی تائید کے بل بوتے پر اپنی برحق جدوجہد کو اُس وقت تک جاری رکھے گی جب تک اس مسئلے کا اساسی اور منصفانہ حل نہ نکل آئے۔"

جنرل میک کرسٹل کو مکھن میں سے بال کی طرح نکال باہر کیا گیا اور "وہ جارہا ہے کوئی شب غم گزار کے" کی منہ بولتی تصویر بنا تمام دنیا کے سامنے رسوائی کا طوق گلے میں ڈالے گھر سدھار گیا۔ کینیڈین فوج قندھار کے اضلاع سے پسپا ہورہی ہے، گذشتہ ماہ کینیڈین وزیر اعظم اسٹیفن ہارپر کی جانب سے افغان صوبے قندھار میں اپنے فوجی مشن کو جون ۲۰۱۱ء تک ختم کرنے کا اعلان کیا جاچکا ہے۔ یہ تو آنے والے وقت کی ایک دھندلی سی تصویر ہے جو میرا ربّ بصیرت و بصارت رکھنے والوں کو دکھا رہا ہے۔ مستقبل قریب میں پیٹریاس بھی اپنے پیش رو کی طرح سیاہی چہرے پر ملے اور مجسمۂ حزن و یاس بنے ناکام و نامراد لوٹے گا اور امریکہ سمیت تمام اتحادی ممالک بھی تاریخی شکست کا کلنک چہروں پر سجائے صفحات تاریخ کے سپرد ہوجائیں گے۔ باقی رہے گا دین اسلام! سربلندی، عزت، سرفرازی، علو، برتری اور تمکنت کا دین!!!

وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا (سورہ التوبہ:۴۰)

"اور کفر کا کلمہ ہی سرنگوں ہوکر رہنے والا ہے اور اللہ کا کلمہ ہی سربلند ہے"

☆☆☆☆☆

پکتیا کی وادیوں میں گونجتی جہاد کی صدائیں

قاری حبیب

صوبہ پکتیا افغانستان کا جنوب مشرقی صوبہ ہے جس کی سرحدیں صوبہ غزنی، لوگر، پکتیکا اور خوست سے متصل ہیں۔ اس کے مرکزی شہر گردیز، زرموت اور سعید کرم ہیں۔ ان اضلاع کے علاوہ یہ صوبہ ایک پہاڑی علاقہ ہے۔ شاہ بلوط اور صنوبر کے جنگلات نے اس کے بیشتر پہاڑوں کو ڈھانپا ہوا ہے، جس کی وجہ سے قدرتی حسن کے لحاظ سے یہ افغانستان کی بہترین جگہوں میں شمار ہوتا ہے۔ مشہور پہاڑی سلسلہ سلیمان اس صوبے کے مشرق اور مغرب میں پھیلا ہوا ہے اور اس کے زیادہ تر علاقے پر محیط ہے۔

غربت کے لحاظ سے یہاں کے رہائشیوں کا معیارِ زندگی بھی دیگر افغان صوبوں سے کچھ مختلف نہیں۔ ان کے پاس زراعت کے لیے وسیع زمینیں نہیں ہیں لہٰذا یہ لوگ شہتیر، پھلوں اور پہاڑوں سے حاصل ہونے والی دوسری مختلف چیزوں پر گزارہ کرتے ہیں۔ پکتیا ان صوبوں میں سے ہے جس کے رہائشیوں کا روسی قبضے کے دور میں بہت زیادہ نقصان ہوا تھا' جب ان کے گھر اور گاؤں ان طویل جنگوں میں بھاری بمباری میں تباہ و برباد ہوگئے جو دس سال تک چلتی رہیں۔ اس کے باشندوں کو مجبوراً اپنے گھر بار چھوڑ کر دوسرے علاقوں کی طرف ہجرت کرنا پڑی کیونکہ ان کے اضلاع مثلاً زدران، جاجی اور زرموت مجاہدین کے زیر اثر اہم ترین علاقوں میں سے تھے اور وہاں روسیوں نے بہت زیادہ نقصان اٹھایا۔ جب امریکہ نے افغانستان پر حملہ کیا، ایک بار پھر پکتیا ایک ایسا صوبہ بن گیا جہاں سے دوبدو امریکیوں کے خلاف مزاحمت کی چنگاری اٹھی۔ امریکی افواج کو اپنے خلاف سخت ترین مدافعت کا سامنا ضلع زرموت میں شاہی کوٹ کے پہاڑوں میں کرنا پڑا۔ امریکہ نے یہاں بہت بھاری نقصان اٹھایا اور امریکی جرنیلوں نے یہ اعتراف کیا کہ امریکی فوج نے ان چالیس سالوں میں ویتنام میں جنگوں کے بعد اتنی سخت مزاحمت کا سامنا نہیں کیا تھا۔

یہ نہایت اہم جنگ امریکی صلیبی افواج کے خلاف دفاع کے راستے کا پیش خیمہ سمجھی جاتی ہے، جس سے لوگوں کے دماغوں سے امریکہ کی پروپیگنڈا جنگ کی دہشت مٹی۔ اس سخت مقابلے کے بعد، جہادی لہر پکتیا کے دوسرے علاقوں میں بھی پھیل گئی اور زیادہ وقت نہیں لگا کہ خفیہ ،بکھری ہوئی مزاحمت ایک کھلم کھلا اور منظّم مزاحمت کی شکل اختیار کرگئی۔ عسکریتی اعتبار سے اس صوبے کے تزویراتی (strategic) مقام کے پیش نظر، دشمن نے یہاں اپنے مضبوط مورچے قائم کیے ہیں اور جہادی مزاحمت کو کمزور کرنے کے لیے کثیر تعداد میں افواج تعینات کی ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت سے وہ یہاں پر اپنے اہداف حاصل کرنے میں کامیاب نہیں ہوئے اور ان کی افواج اپنے مورچوں تک محدود ہو کر رہ گئی ہیں۔ جہاں تک مجاہدین کا تعلّق ہے، وہ اس صوبے کے اسی فیصد علاقے پر قابض ہیں اور دشمن چند مخصوص علاقوں کے علاوہ آزادانہ نقل و حرکت نہیں کرسکتا۔ مثلاً ضلع چوانی، ابراہیم خیل، سدا کولہ اور صوبے کے مرکزی شہر گردیز سے متصل دیہاتوں پر مجاہدین کا کنٹرول ہے۔ دشمن کے دستے صرف اگر شہر کے مرکزی علاقے سے نکلنا چاہیں تب بھی انہیں مجاہدین کی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔

شہر کے مغرب میں واقع ضلع ارما پر چار سال پہلے مجاہدین کا مکمل قبضہ ہوگیا تھا اور وہاں پر دشمن کی موجودگی بالکل بھی نہیں ہے۔ جہاں تک ضلع زرموت کا تعلّق ہے، وہاں پر چار reconstruction units ہونے کے باوجود جنہیں P.R.T کہا جاتا ہے، اور صلیبی افواج اور افغان ایجنٹوں کی کثیر تعداد میں چھاونیاں موجود ہونے کے باوجود دشمن کا کنٹرول صرف ضلع کے مرکز تک محدود ہے۔ ضلع کا باقی وسیع علاقہ بشمول شاہی کوٹ کی مشہور وادی کے' سب مجاہدین کے قبضے میں ہے اور دشمن کی افواج اور دستے غزنی اور پکتیکا جانے کے لیے گردیز سے نہیں گزر سکتے۔

دوسری جانب گردیز اور خوست کی درمیانی سڑک پر واقع ضلع شواک، کردہ چری اور وزہ زدران میں دشمن کا ضلعی مراکز اور عوامی شاہراہ پر چند چیک پوسٹوں کے علاوہ کہیں بھی کنٹرول نہیں۔ باقی تمام علاقہ عمومی طور پر مجاہدین کے زیر اثر ہے۔ جانی خیل اور مونگل کے درمیان واقع علاقہ جات مجاہدین کے زیر اثر شمار کیے جاتے ہیں جہاں وہ کھلم کھلا موجود ہیں اور ان کے مضبوط مورچے ہونے کے علاوہ ان اضلاع میں مقامی معاملات کے لیے ایک علاقائی انتظامیہ ہے بھی موجود ہے۔ شاذ و نادر ہی ایسا ہوتا ہے کہ دشمن گردیز اور خوست کی درمیانی سڑک پر بھاری مالی اور جانی نقصان کے بغیر سفر کرسکے۔

مذکورہ بالا اضلاع کے علاوہ ضلع جانی خیل، گمکانی، دندہ پتن، جاجی اریوب، سید کرم اور احمد خیل بھی ایسے علاقے ہیں جہاں مجاہدین منظّم ہیں اور کھلم کھلا اپنی سرگرمیاں کرتے ہیں۔ ان میں سے اکثر علاقوں میں دشمن موجود ہی نہیں ہے جسے مجاہدین ہدف بنا سکیں۔ دوسری طرف ان اضلاع کے زیادہ تر علاقے ناہموار اور پہاڑی ہیں اور ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت کرنا دشوار ہے۔ اس وجہ سے مجاہدین کی کارروائیوں کی خبریں اور روداد پہنچنے میں تاخیر ہوجاتی ہے۔ شاید کچھ کارروائیوں کی خبر میڈیا ایجنسیوں کو بہت بعد میں اس وقت پہنچتی ہے جب وہ اپنی معلوماتی اور ابلاغی اہمیّت کھو چکی ہوتی ہیں۔

احمد ابا اور لاجہ وہ دو اضلاع ہیں جہاں دشمن کا قبضہ ہے۔ لیکن وہ بھی مجاہدین کی سرگرمیوں سے خالی نہیں جبکہ جہادی قائدین مشرقی پکتیا میں بھی مجاہدین کی سرگرمیوں میں اضافہ کرنے کا منصوبہ رکھتے ہیں تاکہ ان کو صوبے کے جنوبی اور مغربی علاقوں کے برابر لایا جاسکے۔ مجاہدین چمکنی اور جاجی اریوب میں دشمن کے اڈوں تک جانے والے امدادی راستے کو نقصان پہنچانے کی کوششیں بھی کررہے ہیں تاکہ دشمن کو ایک سے زیادہ جگہ پر ایک ساتھ گھیرا جاسکے۔

موسمی صورتحال بھی مجاہدین کی سرگرمیوں پر اثر انداز ہوتی ہے۔ بہار کی آمد کے ساتھ ہم مجاہدین کی کارروائیوں میں تیزی دیکھ رہے ہیں تاکہ پکتیا مجاہدین کی کارروائیوں میں سرفہرست آجائے۔ اور یہ کوئی دور از کار بات نہیں کہ جلد ہی ہم پکتیا کی سڑکوں اور وادیوں پر جلے ہوئے صلیبی ٹینکروں اور گاڑیوں کی قطاریں دیکھیں گے اسی طرح جیسے ماضی میں روسی ٹینکوں کی دیکھی تھیں۔ ان شاءاللہ!

(بشکریہ: الصمود، شمارہ نمبر ۴۷)

☆☆☆☆☆

ذرا سوچیے

انصار عباسی

انصار عباسی ایک ایسے ادارے سے وابستہ ہیں جو صلیبیوں کا معاون ہے اس لیے ان کی تمام آرا سے ادارہ کا اتفاق نہیں ضروری نہیں۔

''رات کی تاریکی میں سڑک پر مسجد سے واپسی پر اچانک کالے شیشے والی گاڑی سے چار پانچ گم نام افراد مجھ پر جھپٹ پڑے۔ مکّے دھکے مارتے آنکھوں پر پٹی، ہاتھوں میں ہتھکڑیاں لگا کر مجھے گاڑی میں پھینکا اور چل پڑے۔ موبائل، بٹوا، جیبوں سے ہر چیز چھین لی۔ میری گردن کو ٹانگوں میں دبوچے رکھا۔ گاڑی کئی موڑ اور چکر کاٹتی طویل سفر کے بعد گیٹ کے اندر داخل ہوگئی، میرے گھر والے کھانے پر میرا انتظار کرتے بے حال ہو چکے ہونگے۔ سوچتے ہوں گے کہاں گیا بیٹا؟ نہ موبائل کا جواب نہ کوئی اتا پتا! ادھر میں تھا اور سلاخیں۔ دروازہ پار کرتے ہی تھپڑوں، ڈنڈوں، لتروں اور گالیوں کی برسات سے میرا استقبال ہوا۔ گالیاں ایسی غلیظ اور گندی کہ پہلے کبھی سنی نہیں۔ لہولہان ہو کر بند کمروں کوٹھریوں سے گزرتے ہوئے مجھے ایک قطار میں فٹ کر دیا گیا، جہاں ہتھکڑیوں، آنکھوں پر سیاہ پٹیوں والی مجھ جیسی ہی مخلوق زمین پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس عقوبت خانے میں دیکھا نہیں صرف سنا جا سکتا تھا یا بہ مشکل آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر سیاہ پٹیوں کے بیچ اندازہ لگایا جا سکتا تھا۔ بینائی سے محرومی پر قوّت سماعت کچھ بڑھ گئی تھی یہاں آپس میں بات چیت پر مکمل پابندی تھی۔ اس پر شدید پٹائی ہوتی لیکن عملے سے چھوٹی موٹی بات، کھانسنے، آہ بھرنے وغیرہ سے اندازہ ہوا وہاں اکثر نوجوان اور کم عمر بچّے موجود تھے۔ جب کوئی تکلیف کی وجہ سے بے چین ہوتا اور کچھ بولنے کی کوشش کرتا تو اس کے جواب میں اس کو گالیاں اور لتّر ملتے اور کہا جاتا کہ منہ بند رکھو۔ دن اور رات کو مخصوص اوقات میں باضابطہ پٹائی کے لئے متعلقہ افراد لے جاتے۔ کرکٹ بیٹ نما ٹھوس پلاسٹک کے جدید لتر، کئی قسم کے ڈنڈے، ہائی وولٹیج شاک اور دیگر ٹارچر کے جدید آلات کو ٹارچر کے لیے استعمال میں لایا جاتا۔ ٹارچر کے دوران دروازے کھول دیے جاتے تاکہ باقی زیر حراست لوگ چیخیں اور تڑپنا سن سکیں اور ان پر خوف طاری رہے۔ ایمان نہ ہوتا تو یہ سب کچھ انسان کو اندر سے ختم کر دینے کو کافی تھا۔ صرف ایمان استقامت دیتا رہا، نماز بھی بیڑیوں، ہتھکڑیوں، پٹیوں سمیت پڑھتے رہے۔ باتھ روم بھی دن میں ایک دفعہ جانے کی اجازت تھی، جس کی وجہ سے کئی مرتبہ پاخانہ شلوار میں ہی نکلتا۔ پانی نہ ملتا تو تیمّم کرکے اللہ کو خاموشی سے یاد کرتے۔ عقوبت خانے کے ساتھیوں کے ٹارچر پر آوازوں پر بھی اللہ ہی کو پکارتے اس کے سوا ہم بے گناہوں کی آواز اس پاکستان میں سننے والا کون تھا۔ نہ کوئی جرم، نہ عدالت، نہ قانون، نہ ثبوت، بس ماریں کھاتے رہو اور جو جرم وہ ہمارے منہ میں ڈال کر نکلوانا، اگلوانا چاہیں وہ قبول کرلو! لیکن ان حالات میں انتہائی تکلیف دہ چیز ان خواتین کی چیخیں تھیں جو اسی جگہ قریب کوٹھریوں میں بند تھیں۔ صاف محسوس ہوتا تھا کہ چند ایک چھوٹے بچّے بھی وہاں موجود تھے۔ ان پر لتّروں کی بارش اور ناقابل برداشت چیخیں رات کو سنتے اور ہم اپنی بے بسی پر آہیں بھر بھر کے ان کے لئے اللہ کی مدد کی دعا کرتے۔ ان ماؤں کے ساتھ ان کی بچیاں بھی تھیں۔ یہ چھوٹی چھوٹی بچیاں اپنی ماؤں کے لیے چیخ و پکار کرتیں اور گھر واپسی کے لئے دیوانہ وار روتیں۔ بعض اوقات وہ گھنٹوں لگاتار روتی رہتیں۔ عملے کی موٹی موٹی گالیاں انہیں چپ کرانے میں ناکام رہتیں۔ خواتین کی چیخ و پکار بہت شدید ہوتی۔ بچیوں کو چپ کرانے میں ناکامی پر انہیں نیند کا ٹیکا لگا کر خاموش کر دیا جاتا۔ یہ سب سن کر مجھے لاہور میں کسی تہہ خانے میں لڑکیوں کے رونے اور قرآن پڑھتے رہنے کی خبریں یاد آنے لگیں۔ گمشدہ افراد (missing persons) کی کہانیاں بہت سن رکھی تھیں مگر جب یہ سب گزرتے دیکھا تو احساس ہوا کہ یہ کس قدر بڑا ظلم ہے۔ سوچتا نہ جانے ملک بھر میں کتنے ایسے عقوبت خانوں کے جال ہوں گے جہاں کتنے افراد کے ساتھ بغیر عدالت میں پیش کیے کیسے کیسے ظلم کیے جا رہے ہوں گے اور کتنے عرصہ کے لیے ان کو اس نوعیت کی غیر قانونی قید و بند میں رکھا جاتا ہوگا۔ رنج تو اس بات کا تھا کہ امریکا میں عافیہ صدیقی پر ڈھائے جانے والے مظالم پر رونے والے پاکستانیوں کے اپنے ملک میں عورتیں بچّے بھی محفوظ نہیں۔ قانون، دستور کی دھجیاں اڑ رہی ہیں۔ پولیس کے لتروں پر سب نے شور مچایا لیکن اس ظلم پر سب بے بس۔ میری طرح کے کچھ خوش قسمتوں کو ہفتوں، مہینوں کی اذیت کے بعد چھوڑ دیا جاتا مگر کسی کے پاس کوئی ثبوت نہ ہوتا کہ کس نے اٹھایا، کہاں رکھا اور کب چھوڑا۔ یہ تنبیہ کی جاتی کہ زبان نہیں کھولنی ورنہ پھر اٹھا لیا جائے گا۔ یہ کیسا المیہ ہے کہ پاکستانی نژاد فیصل شہزاد کو مبیّنہ ٹائم اسکوائر دہشتگردی کے الزام پر امریکہ میں پکڑا جاتا ہے اور وہاں کے قانون کے مطابق عدالت میں پیش کیا جاتا ہے مگر اس کے مبینہ رابطوں کو اسلام آباد اور ملک کے دوسرے علاقوں سے اس انداز میں اٹھایا جاتا ہے جیسا میرے ساتھ ہوا۔ خدا جانے ان پر کیا گزر رہی ہوگی۔ بلوچستان، سوات، قبائلی علاقوں سے نہ جانے کتنے ایسے افراد انصاف کے منتظر ہیں مگر ہماری ایجنسیوں کا اپنا انصاف کا طریقہ ہے۔ ایسا انصاف جو قانون کو مانتا ہے اور نہ ہی آئین کو۔ وہ انصاف جس نے مشرقی پاکستان میں مکتی باہنی کو پیدا کیا، بلوچستان میں نفرت کی آگ کو سلگایا اور پاکستان مین دہشت گردی اور عسکریت پسندی کو ہوا دی۔ جو دہشت گردی میں شامل ہوا اسے ضرور پکڑیں، سخت سے سخت سزا دیں مگر قانون کے دائرہ میں رہ کر، عدالتوں کے ذریعے اور انصاف کے تقاضے پورے کر کے۔ کاش اس پر حکومت، سیاسی پارٹیاں، پاکستان آرمی، ایجنسیاں سوچیں اور کچھ کریں اس سے پہلے کہ بہت دیر ہو جائے۔''

یہ کہانی ہے ایک ایسے نوجوان کی جو پراسرار طور پر غائب ہوا اور ایک عرصے کے بعد چھوڑ دیا گیا۔

☆☆☆☆☆

مژدہ سنادو منافقین کو!!!

اوریا مقبول جان

[صاحبِ تحریر سرکاری ملازم ہیں اوران کی تمام آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں]

سعادت حسن منٹو نے اپنے افسانے ٹوبہ ٹیک سنگھ میں دو اینگلو ایڈین پاگلوں کے مکالمے لکھے ہیں۔ یہ مکالمے اُس خبر کے بعد ادا کیے جاتے ہیں کہ انگریز ہندوستان سے جانے والا ہے۔ یہ خبر جب پاگل خانے پہنچتی ہے تو وہ دونوں حیرت کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہمیں اب ان دیسی لوگوں کے رحم وکرم پر رہنا ہوگا۔کیا اب ہمیں بلڈی چپاتی کھانا ہوگی۔اینگلو انڈین بھی عجیب مخلوق تھے،گورے حاکموں سے جائز و ناجائز تعلقات کے نتیجے میں جنم لینے والی یہ نسل جسے گورے قبول نہیں کرتے تھے اوراپنے ہم وطنوں کی طرح زندگی گذارنا انہیں پسند نہیں تھا۔ایسے منافق جواگر یورپ میں جا بسیں تو انہیں ناریل کہا جانے لگے یعنی باہر سے گندم گوں ہیں لیکن اندر سے پورے گورے۔منافقت کا یہ تعصب صرف برصغیر کے لوگوں کو نہیں بلکہ جاپان،چین،فلپائن یا دیگر مما لک کے رہنے والے جنہیں عرف عام میں پیلی نسل یا yellow race کہا جاتا ہے،ان کو بھی ملا۔ان کے منافقین کو وہاں کیلا کہا جاتا ہے یعنی باہر سے زرد رنگت لیکن اندر سے پورے گورے کے گورے۔

کابل کے سفارتی حلقوں میں روز یہ گفتگو ہوتی ہے کہ اگر بھاگنا پڑا تو کیسے یہاں سے نکلیں گے، کس گھر پر رسی کی سیڑھی لٹکائیں گے، کیسا بہروپ بدلیں گے، کونسا راستہ محفوظ ہے۔

ان ناریل نما انسانوں کی اب پہچان صرف اینگلو انڈین تک باقی نہیں رہ گئی۔ بلکہ یہ سب میرے ملک کے ہر شہر، قصبے اور علاقے میں پائے جاتے ہیں۔دانش وروں، تجزیہ نگاروں ،فوجی ماہرین، سیاسی اجارہ داروں اوراعلیٰ افسران میں ان کی بہتات ہے۔آج کل ان کا حال بھی سعادت حسن منٹو کے ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ان اینگلو انڈین کی طرح ہے جنہیں ہندوستان سے انگریز کے جانے کی خبر نے حیران کردیا تھا۔ یہ امریکہ کی افغانستان میں بدترین شکست اور اُس کے یہاں سے چلے جانے سے اس قدر خوفزدہ ہیں کہ آپ کو طرح طرح کی منطقیں بگھارتے نظر آئیں گے۔ ڈرو اس وقت سے جب امریکہ افغانستان سے چلا گیا۔ایسی خانہ جنگی ہوگی، اتنا خون خرابہ ہوگا کہ الامان ۔ پناہ مانگو،سوچو بھی نہ اس وقت کے بارے میں ۔افغانستان میں خون خرابہ ہوا تو ہم بھی چین سے نہ رہ پائیں گے۔ یہ نہتے، خونخوار افغان ہم پر چڑھ دوڑیں گے، ہمارے شہران کے لیے کھیل تماشہ بن جائیں گے۔خوف کھاؤ اُس وقت سے جب امریکہ کا اس خطے سے کوئی مفاد وابستہ نہ ہوگا۔ابھی تو ہم دہشت گردی کے خلاف جنگ میں اُس کے حلیف ہیں۔وہ ہمارے سونخرے اٹھاتا ہے، عالمی برادری میں ہمارا مقام ہے۔اگر امریکہ یہاں سے چلا گیا تو ہم ذلیل ورسوا ہوکر رہ جائیں گے۔ہمیں صومالیہ کی طرح کوئی پوچھے گا بھی نہیں۔وہ خونریزی ہوگی کہ کسی کی گردن سلامت نہیں رہے گی۔ایسے تبصرے اور تجزیے آپ کو اکثر سننے میں ملیں گے۔

یہ وہ لوگ تھے جو گزشتہ نو سالوں میں جب عراق میں بارہ لاکھ کے قریب لوگ شہید ہوئے اور پورا افغانستان مقتل بن گیا انہیں کہیں بھی خونریزی، قتل، بربریت، دہشت گردی یاد نہ آئی۔ان کے نزدیک مرنے والے انسان نہیں بلکہ کیڑے مکوڑے تھے۔ یہ طاقت کے پجاری اور ٹیکنالوجی کو خدا سمجھنے والے سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ امریکہ جو سائنس وٹیکنالوجی کا بھگوان ہے وہ بھی شکست کھا سکتا ہے۔وہ نیٹو جسے روس کے خلاف جنگ کے لیے بنایا گیا تھا، جو ملٹری ٹیکنالوجی کے بڑے بڑے خداؤں کی طاقت کا مجموعہ تھا' آج اس کے اتحادی ملک امریکہ سے پہلے افغانستان سے بھاگنے کو پر تول رہے ہیں۔

جنرل میک کرسٹل نے اخباری مضحکہ خیزی تو آج دکھائی ہے اور برطرف بھی ہوگیا،لیکن وہ گذشتہ ایک سال سے کہتا چلا آرہا تھا کہ افغانستان ویت نام سے بھی بُرا میدان جنگ ثابت ہو چکا ہے۔ یہاں ہم اذیت ناک موت سے دوچار ہورہے ہیں۔ایسا جرنیل جس کا سارا خاندان فوج میں ہے،جس کا ایک بڑا بھائی کرنل کے عہدے پر فوج کا پادری ہے اور عیسائیت کے فرزندوں کو اکٹھا کرتا ہے، جو خود صرف چار گھنٹے سوتا ہے، دس میل دوڑتا ہے اور صرف ایک وقت کا کھانا کھاتا ہے۔عراق کی فتح کا ہیرو بنتا تھا لیکن اب افغانستان میں شکست کا سامنا نہیں کرسکتا تھا۔کیسی ہوشیاری اور چالاکی سے خود کو نکال لے گیا۔کہتا تھا مجھے چالیس ہزار فوج نہیں دی گئی۔ یہ چالیس ہزار اگر افغانستان کے صحراؤں اور پہاڑوں پر پھیلا دیے جائیں تو وہ ان چکوروں کی طرح ہوں گے جو دور سے نظر آئیں گے اور افغان جن کا شکار شوق سے کرتے ہیں۔افغانستان کے آس پاس کوئی ایسا ملک بھی دکھائی نہیں دیتا جیسے ویت نام کے ساتھ کمبوڈیا تھا جہاں جنگ چھیڑ دی گئی تھی اور امریکہ خاموشی سے نکل گیا۔ یہاں تو نکلتے ہوئے وہ حشر ہوگا جو روسی فوجیوں کا ہوا تھا کہ ساٹھ فیصد سے زیادہ مرنے والے وہ تھے جو وہاں سے بھاگتے ہوئے' افغانوں کی زد میں آگئے۔

ان ٹیکنالوجی کے پجاریوں کو ایک اور کیفیت کا اندازہ نہیں جو امریکہ کو اس لڑائی میں صرف افغانستان میں درپیش نہیں بلکہ خود اپنے گھر اور اپنی فوج میں اُس کا سامنا ہے۔شکست ،موت،معذوری،خون،معصوموں کی آہ وبکا، یہ سب جنگ کے وہ مناظر ہیں جن سے امریکی فوجی دن بدن ڈپریشن اور ذہنی بیماریوں کا شکار ہورہے ہیں۔کوئی جنگ کی ڈیوٹی سے پہلے ہسٹریا کا مریض ہوجاتا ہے اور جو واپس آتے ہیں ان میں خودکشی کا رجحان اس قدر بڑھ رہا ہے کہ امریکی فوج کے ماہرین نفسیات اسے سنبھال نہیں پارہے۔۲۰۰۱ سے پہلے امریکی فوجیوں میں خودکشی کی شرح ایک لاکھ میں ۵ افراد تھی، جو عام امریکی سے کئی گنا کم تھی۔لیکن ۲۰۰۹ میں یہ شرح پانچ گنا بڑھ کر ۲۵ ہوگئی ، جو عام امریکی سے کئی گنا زیادہ ہے۔۲۰۰۷ میں ۲۴۵ فوجیوں نے خودکشی کی۔۲۰۰۸ میں ۱۹۷ اور اس سال مئی تک خودکشی کرنے والوں کی تعداد ۱۶۳ ہو چکی ہے اور ابھی

سال کے سات ماہ باقی ہیں۔ کیلی فورنیا کی کم روکو نے روتے ہوئے کہا کہ اُس کا خاوند ایئر فورس میں کوبرا ہیلی کاپٹر کا پائلٹ تھا۔ ۵۷ پروازیں کر کے چھٹی پر گھر لوٹا تو ایسی ڈپریشن کا شکار ہوا کہ ایک دن ہوٹل کے ایک کمرے میں چھت سے لٹک کر خودکشی کر گیا۔ لاس اینجلس کے ایڈ روڈ کولے کا خاندان، وہ خود بھی فوج میں رہا، اس کے تین بچے فوج میں تھے، داماد کو فوج میں زخمی ہونے پر Purple Heart یعنی جامنی دل کا ایوارڈ ملا۔ لیکن جب سے مئی ۲۰۰۷ میں اس کے بیٹے سٹیفن نے خودکشی کی، ماں نے اپنے سب بچوں کو فوج سے واپس بلا لیا اور پاگلوں کی طرح ان کو اس طرح سمیٹ کر بیٹھ گئی جیسے مرغی اپنے بچوں کو پروں تلے سمیٹتی ہے۔

ذہنی امراض میں ایک مرض ہے جسے Post Traumatic Stress Disorder(PTSD) کہتے ہیں۔ یہ جنگ کی ہولناکیوں سے پیدا ہونے والے پاگل پن کا نام ہے۔ ۲۵ مئی ۲۰۰۸ کو امریکی آرمی کے سرجن جنرل نے بتایا کہ امریکی فوجیوں میں اس ذہنی مرض کی اس قدر بہتات ہوگئی ہے کہ ایسے لگتا ہے کوئی وبا ہو۔ اسی سال مارچ میں ویسٹرن ہیلتھ ایڈمنسٹریشن کے ڈپٹی انڈر سیکرٹری جیرالڈ کراس نے اعداد وشمار کھول دیے اور کہا کہ ۲۰۰۳ سے لے کر ۲۰۰۷ تک تین لاکھ امریکی فوجی جو افغانستان اور عراق سے لوٹے وہ نفسیاتی معالجوں سے علاج کروانے گئے، جن میں سے 68,000 شدید ذہنی امراض کا شکار ہو کر معاشرے کا کارآمد حصّہ نہ رہے۔ اس کے علاوہ تین ہزار ایسے فوجی ہیں جو جنگ سے اس زخمی حالت میں لوٹے کہ ان کے دماغ پر ایسی چوٹیں آئیں کہ وہ ایک ناکارہ وجود کے طور پر زندگی گزار رہے ہیں۔

رینڈ کارپوریشن کے اعداد وشمار تو خوفناک ہیں۔ ۱۶ لاکھ فوجی عراق اور افغانستان میں کسی نہ کسی وقت لڑنے گئے۔ ان میں ۳ لاکھ ذہنی مریض بن کر لوٹے اور ۳ لاکھ بیس ہزار دماغی چوٹوں کی وجہ سے معذور ہوگئے۔ یہ اعداد وشمار تین سال پرانے ہیں۔ ان میں کتنوں کا اضافہ ہوا اب میڈیا سے چھپایا جا رہا ہے۔ لیکن اگر یہی اعداد وشمار کی شرح مان لی جائے اور چھ لاکھ معذوروں کو اگلے تین سالوں میں دگنا کریں تو یہ تعداد بارہ لاکھ بنتی ہے۔ ایسے میں کونسی ایسی سائنس اور کونسی ٹیکنالوجی ہے جو امریکیوں کو تسلی اور تشفی دے کر جنگ کے جہنّم میں دھکیل سکتی ہے۔ کابل کے سفارتی حلقوں میں روز یہ گفتگو ہوتی ہے کہ اگر بھاگنا پڑا تو کیسے یہاں سے نکلیں گے، کس گھر پر رسی کی سیڑھی لٹکائیں گے، کیسا بہروپ بدلیں گے، کونسا راستہ محفوظ ہے۔

شکست تو سب تسلیم کرتے ہیں لیکن ان کے دلوں اور سینوں سے ہضم نہیں ہو رہی جو یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ امریکہ ہار جائے گا۔ جیسے اینگلو انڈین پاگل، پاگل خانے میں سوچ کر مزید پاگل ہو رہے تھے کہ انگریز یہاں سے چلا جائے گا، اس سے تو ہماری عزت وابستہ ہے۔ میرے ملک کے ان عظیم اہلِ دانش کی بھی عزت، دنیا میں وقار اور عالمی برادری میں ساکھ امریکہ سے وابستہ تھی۔ میرے اللہ نے تو فیصلہ پہلے ہی سنا دیا تھا۔ سورہ النساء کی آیت نمبر ۱۳۹ میں فرمایا ''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! مژدہ سنا دو منافقین کو کہ ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔ ان کی حالت یہ ہے کہ اہل ایمان کو چھوڑ کر کافروں کو اپنا دوست بناتے ہیں۔ کیا یہ لوگ عزت کی طلب میں ان کے پاس جاتے ہیں۔ یاد رکھیں کہ عزت تو ساری کی ساری اللہ کے قبضے میں ہے''۔ دنیا تو ان کا تمسخر ناریل یا کیلے کے طور پر اڑاتی ہے لیکن میرا اللہ انہیں منافق کہتا ہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ یہ لوگ وہاں عزت لینے جاتے ہیں۔ لیکن انہیں اس بات کا اب تو ادراک ہو جانا چاہیے کہ اب ذلت ورسوائی ان کا مقدر بھی بننے والی ہے اور ان کے بھگوان امریکہ کا بھی۔ اس لیے کہ عزت ساری کی ساری اللہ کے پاس ہے، وہ جسے چاہے عزت کا تاج پہنا دے اور جسے چاہے ذلت کا طوق!

☆☆☆☆☆

بقیہ: میک کرسٹل کی رخصتی، پیٹریاس کی آمد اور مجاہدین کی استقامت

اس طرح کے واقعات کے بعد صلیبی فوجی اب افغان فوج پر اعتماد کرتے ہوئے بھی ڈرتے ہیں کہ جانے کب کوئی فوجی طالب بن نکل آئے۔ جنگ کی سختی، موت کا خوف اور اس طرح کے واقعات مل کر امریکی فوجیوں کو ذہنی مریض بنا دیتے ہیں۔ مایوسی، ڈپریشن اور جنگ میں دردناک موت کے خوف کا نتیجہ بالآخر آسان موت کی تلاش میں خودکشی کی صورت میں نکلتا ہے۔ امریکی فوجیوں میں خودکشی کی شرح مسلسل ترقی کی طرف گامزن ہے۔ امریکی حکام اس پر تحقیق اور اس سے بچاؤ کے لیے کروڑوں ڈالر خرچ کر رہے ہیں مگر معاملہ بگڑتا جا رہا ہے۔ ہر دو تین ماہ بعد خودکشیوں کا نیا ریکارڈ سامنے آتا ہے۔ ماہ جون ۲۰۱۰ء میں ۳۲ امریکی فوجیوں نے خودکشی کر کے نیا ریکارڈ قائم کیا۔ اگر ماہ جون کے دوران میں افغان جنگ میں امریکی فوجیوں کی ہلاکتوں کے امریکی اعداد وشمار دیکھے جائیں تو یہ تعداد تقریباً اتنی ہی ہے جتنے فوجیوں نے اس ماہ میں خودکشی کر کے اپنی جان گنوائی۔ گویا جتنے امریکی فوجی مجاہدین نے قتل کیے تقریباً اتنے ہی فوجیوں نے خود اپنی جان لے لی۔ سبحان اللہ

کرزئی حکومت بھی جنگ روکنے کے لیے اپنی سی کوششوں میں لگی ہوئی ہے۔ کرزئی حکومت کو آج کل طالبان کے ساتھ مذاکرات کی میز سجانے کا جنون چڑھا ہوا ہے۔ اس مقصد کے لیے کچھ طالبان قیدیوں کو رہا کرنے کے ساتھ ساتھ بعض طالبان کمانڈروں کے نام اقوام متحدہ کی بلیک لسٹ سے نکالنے پر بھی غور کیا جا رہا ہے۔ بعض خبروں کے مطابق اقوام متحدہ کی بلیک لسٹ سے نکلنے کے لیے پیش کیے جانے والے ناموں میں امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد حفظہ اللہ کا نام بھی شامل ہے۔ کابل حکومت کا کہنا ہے کہ طالبان کو معاشرے کا فعال حصّہ بنانے پر غور کر رہے ہیں۔ جو طالبان ہتھیار چھوڑ دیں انہیں نوکریاں دینے کے لیے تیار ہیں (ایسے بیانات اور ''پرکشش آفر'' پر مسکرایا ہی جا سکتا ہے!!!)۔

میک کرسٹل کی جگہ پیٹریاس کی آمد اور طالبان راہنماؤں کے نام بلیک لسٹ سے نکالنے کی کوششوں کا جس قدر فائدہ امریکہ کو پہنچے گا وہ مجاہدین کی قیادت نے چند الفاظ میں امریکہ کو بتا دیا ہے۔ طالبان مجاہدین کی شوریٰ نے ایک اجلاس کے بعد اعلامیہ جاری کیا جس میں کہا گیا کہ امریکہ کے لیے بہتری اسی میں ہے کہ وہ فوراً افغانستان سے نکل جائے۔ ''اقوام متحدہ کی بلیک لسٹ سے نام خارج کرنے کی کوششوں نے مجاہدین قیادت کے دلوں میں امریکہ کے لیے کوئی نرم گوشہ پیدا کیا ہے اور نہ ہی امریکی کمانڈ اینڈ کنٹرول میں جرنیلوں کی تبدیلی سے امید کی کوئی ایسی کرن پیدا ہوئی ہے جو امریکہ کو اس حالت نزع سے نکال سکے۔

☆☆☆☆☆

(آخری قسط)

سید احمد شہیدؒ اور تحریکِ جہاد

اسد اللہ عثمان

سفر کوئٹہ:

۲۰ رجولائی ۱۸۲۶ء کو سید صاحبؒ کا قافلہ شکار پور سے روانہ ہوا۔ ۲۶ رذی الحجہ کو بھاگ حاجی اور ربڑی کے مقامات سے ہوتے ہوئے دھاڈر پہنچ گئے۔

درہ بولان:

یہ راستہ انتہائی خطرناک تھا دونوں جانب بلند پہاڑوں کی دیواریں کھڑی تھیں چور، ڈاکو پہاڑی کمین گاہوں سے نکل کر اچانک حملہ کر دیتے تھے۔ انگریز سیاح لکھتا ہے کہ: یہ لوگ یعنی بلوچستان والے بڑے ہی نادان تھے جنہوں نے ایسے درے کے ہوتے ہوئے ہمیں اپنے ملک میں آنے دیا غرض سید صاحب چار روز کا سامان خورد ونوش ہمراہ لے کر یہ محرم الحرام کو درے میں داخل ہو گئے یہاں سے کوئٹہ صرف آٹھ میل کے فاصلہ پر تھا نماز فجر پڑھ کر درے سے باہر نکلے اسی روز یا اگلے روز کوئٹہ پہنچ گئے۔ ۱۸ محرم کو کوئٹہ سے روانہ ہوئے۔ ۲۸ محرم کو قندھار پہنچے غزنی، کابل کے راستے نومبر ۱۸۲۶ء میں پشاور۔

پشاور:

کیوں نہ آپ کے سامنے سید صاحب اور ان کی جماعت اور تحریک پر دشمن انگریز ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر کی "تالیف" سے اقتباس پیش کر دوں جو اس نے "ہمارے ہندوستانی مسلمان" کے نام سے تصنیف کی ہے۔ پہلے آپ مولانا حسین احمد مدنیؒ کا یہ فقرہ ذہن نشین کر لیں کہ "مغربی اقوام کا یہ اصرار ہے کہ ہر محبِّ وطن اور آزادی خواہ کو پہلے لیٹرے ہی کے لقب سے یاد کرتی ہے"۔ ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر لکھتا ہے "سنیے سید احمد نے نہایت دانشمندی سے اپنے آپ کو زمانہ کے مطابق بدل دیا۔ چنانچہ انہوں نے قزاقی کا پیشہ ترک کر کے ۱۸۱۶ء میں احکام شرعیہ پڑھنے کے لیے وہاں جا کر ایک جید عالم شاہ عبدالعزیز کی شاگردی قبول کی اور پھر تین سال کی اس طالب علمانہ حیثیت کے بعد ایک مبلغ کی زندگی اختیار کی انہوں نے پرزور طریقہ پر ان بدعات کے خلاف جہاد شروع کیا جو مسلمانانِ ہند کے اسلامی عقائد میں داخل ہو چکی تھیں اور اس طرح پرجوش اور حوصلہ مند لوگوں کو اپنا مرید بنا لیا۔ ۱۸۲۰ء میں اس مجاہد نے آہستہ آہستہ اپنا سفر جنوب کی طرف شروع کیا، صاحبِ جاہ اور علما عام خدمت گاروں کی طرح ان کی پالکی کے ساتھ ننگے پاؤں دوڑنا اپنے لیے فخر سمجھتے تھے۔ پٹنہ میں طویل قیام کے بعد ان کے مریدوں کی تعداد اس قدر بڑھ گئی تھی کہ ایک باقاعدہ نظامِ حکومت کی ضرورت پیش آ گئی، کلکتہ میں ان کے اردگرد اس قدر ہجوم ہو گیا تھا کہ لوگوں کو مرید کرتے وقت اپنے ہاتھ پر بیعت کرانا ان کے لیے مشکل تھا۔ بالآخر انہیں پگڑی کھول کر یہ اعلان کرنا پڑا کہ ہر وہ شخص جو اس کے کسی حصّے کو چھولے گا ان کا مرید ہو جائے گا۔ ۱۸۲۲ء میں وہ حج کرنے کی غرض سے مکہ مکرمہ چلے گئے اگلے سال ماہ اکتوبر میں بمبئی میں وارد ہوئے یہاں پر آپ کی تبلیغی کوششوں کو وہی کامیابی حاصل ہوئی جو کلکتہ میں ہوئی تھی مگر اس ساری جدوجہد کے لیے انگریزی علاقے کے پرامن شہریوں کی بجائے ایک اور زیادہ موزوں میدان موجود تھا۔ ۱۸۲۴ء میں سرحد پشاور کے وحشی اور پہاڑی قبیلوں میں آنمودار ہوئے۔ یہاں انہوں نے سکھ سلطنت کے خلاف علم جہاد بلند کرنے کی تبلیغ شروع کر دی۔ پٹھانوں کے قبائل نے نہایت جوش وخروش کی ساتھ ان کی دعوت پر لبیک کہی انہوں نے کابل اور قندھار کا سفر اختیار کیا اور جہاں کہیں بھی گئے ملک کو جہاد پر آمادہ کرتے رہے، اس طرح مذہبی احکام کی کامیابی کے لیے راستہ صاف کرنے کے بعد انہوں نے خدا کے نام پر ایک باقاعدہ فرمان جاری کیا جس میں تمام مسلمانوں کو جہاد میں شریک ہونے کی دعوت دی گئی، اعلان ہوا کہ ۲۱ ردسمبر ۱۸۲۶ء کو سکھوں کے خلاف جہاد شروع ہو جائے گا۔ اس اثنا میں امام صاحبؒ کے قاصدوں نے اس اعلان کو شمالی ہندوستان کے ان بڑے شہروں میں پہنچا دیا، جہاں انہوں نے اپنے مرید بنائے ہوئے تھے۔ اس کے بعد سکھوں کے خلاف ایک مذہبی جنگ شروع ہو گئی اس جنگ میں کبھی ایک فریق غالب آیا اور کبھی دوسرے فریق کو فتح نصیب ہوئی۔ اس طرح انہوں نے جنگ چپاول میں فتح مندی سے اپنا نام یہاں تک پیدا کر لیا کہ سکھ حاکم ان قبائل کی حمایت خریدنے پر مجبور ہو گیا جو چھاپہ مارنے میں سب سے پیش پیش تھے۔ ۱۸۲۹ء میں تو حالت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ میدان والوں یعنی سکھوں کو پشاور شہر کے متعلّق بھی خطرہ محسوس ہونے لگا تھا، سرحدی صوبہ کا دارالحکومت تھا وہاں کے صوبہ دار نے اس جنگ کو ختم کرنے کے لیے دغابازی سے امام صاحب کو زہر دینے کی کوشش کی اور اس افواہ نے کوہستانی مسلمانوں کے جوش کو انتہائی درجہ تک پہنچا دیا، وہ نہایت ہی جوش وخروش سے میدانی علاقوں پر ٹوٹ پڑے اور کفار کی تمام افواج کو تہ تیغ اور اس کے جرنیل کو مہلک طور پر زخمی کر دیا صرف شہر پشاور اس فوج کی وجہ سے بچ گیا جو شہزادہ شیر سنگھ اور جرنیل وینطورا کی ماتحتی میں تھا۔ جون ۱۸۳۰ء میں شکست کھانے کے باوجود امام صاحب کی فوج نے بہت بڑی قوت کے ساتھ میدانی علاقہ پر قبضہ کر لیا اور اس سال کے اختتام سے پہلے خود پشاور کو بھی جو پنجاب کا مغربی دارالسلطنت تھا فتح کر لیا پشاور کے چھن جانے کا غم رنجیت سنگھ کے بےنظیر سیاسی تدبر کو بروئے کار لایا اس چالاک سکھ نے معمولی معمولی ریاستوں کو ان کے اپنے مفاد کا واسطہ دے کر اسلامی فوج سے علیحدہ کرا دیا اس صورت حال کو دیکھ کر امام صاحب پشاور کو خالی کر دینے پر مجبور ہو گئے۔ ۱۸۳۱ء میں سکھ فوج نے جو شہزادہ شیر سنگھ کے زیر کمان تھی ان پر اچانک حملہ کر دیا اور ان کو شہید کر ڈالا"۔ (ہمارے ہندوستانی مسلمان مصنف ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر انگریز ص:۱۸، ۱۹، ۲۰))

جنگ بالاکوٹ:

بالاکوٹ، مانسہرہ اور ایبٹ آباد کے آگے پہاڑی علاقہ میں واقع دریائے کنہار کے مغربی کنارے پر ہے، شیر سنگھ اور سید احمدؒ کی فوجیں دریائے کنہار کے پار ایک دوسرے سے مقابل ہوئیں، بالاکوٹ کا گاؤں دریا کے مغربی کنارے پر ایک ٹیلے پر واقع تھا، شیر سنگھ کی فوج کا پڑاؤ بالاکوٹ سے تھوڑی دور مشرقی کنارہ پر تھا، شیر سنگھ دو راستوں سے بالاکوٹ پر حملہ آور ہو سکتا تھا:

۱- بالاکوٹ کے مشرقی کنارے سے دریا پار کر کے۔

۲۔پکھلی کی طرف سے بالاکوٹ کے مغربی پہاڑ پر چڑھ کر۔

مٹی کوٹ پہاڑی کے دامن اور بالاکوٹ کے آباد حصّہ کے درمیان کھیتوں کا ایک نشیبی علاقہ تھا۔سکھوں کے اقدام کو روکنے کے لیے اس نشیبی علاقہ میں بہت پانی چھوڑ کر اسے دلدلی بنا دیا گیا۔سید احمدؒ نے پہاڑی پر جانے والی پوشیدہ پگڈنڈیوں کی نگرانی کے لیے ایک مختصر سا دستہ تعینات کر دیا تھا' مگر یہاں بھی غداری اپنا کام کر گئی' پوشیدہ پگڈنڈیوں کا پتا سکھوں کو بتا دیا گیا اور کسی کمک کے پہنچنے سے پہلے محافظ دستہ کو اچانک زیر کر لیا گیا۔مجاہدین کے نقشۂ جنگ پر یہ بہت بڑی ضرب تھی، کیونکہ اس کے فوراً بعد سکھ تمام پہاڑی پر چڑھ دوڑے جو بالاکوٹ پر سایہ فگن تھی۔

جنگ شروع ہوئی، مجاہدین کی مختصر فوج چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں تقسیم اور ایک دوسرے سے لاتعلّق ہوگئی' جنگ جم کر ہوئی اور دست بدست۔سید احمدؒ پہاڑی کے دامن میں بہادری سے لڑتے ہوئے گر گئے۔کسی نے ان کو گرتے ہوئے نہیں دیکھا، جو مجاہدین ان کے ساتھ لڑ رہے تھے وہ ان کے ساتھ شہید ہوگئے' سید صاحبؒ اور ان کے رفقا کی شہادت ۲۴ ذی القعدہ ۱۲۴۶ھ/ ۶ مئی ۱۸۳۱ء تقریباً بروز جمعہ قبل از دوپہر ہوئی۔

معرکۂ بالاکوٹ میں سکھ فوجوں کی تعداد تقریباً کم و بیش بیس ہزار تھی، جب کہ بالاکوٹ میں موجود مجاہدین کی تعداد ایک ہزار بھی نہ تھی۔خلاصہ یہ کہ ابتدا میں حضرت سید صاحبؒ کو بہت عمدہ کامیابیاں حاصل ہوئیں، مگر بعد میں اپنوں کی غداریوں' انگریزوں اور سکھوں کی مسلسل سازشوں وغیرہ سے کامیابیاں سست پڑ گئیں، اگرچہ مخلصین کا جوش وخروش بڑھتا ہی رہا، بالآخر ۱۸۳۱ء میں بمقام بالاکوٹ جنگ وجہاد کرتے ہوئے ایک سرحدی مسلمان کی سازش سے مع شاہ محمد اسماعیلؒ ودیگر رفقا شہید ہوگئے۔اناللہ وانا الیہ راجعون

اب ہم مختصر طور پر چند باتوں کی طرف توجہ دلاتے ہیں:

۱۔ یہ تحریک آزادیِ ہند ۱۸۰۶ء یا ۱۸۰۳ء سے شروع ہوئی اور ۱۹۴۷ء کی آزادیِ ہند تک باقی رہی، اس کی جنگی کارروائی صوبہ سرحد میں ۱۸۲۶ء میں شروع ہوتی ہے، چھ برس متواتر جنگ رہنے اور اکثر فتح مند ہونے اور اپنوں کی غداریوں کی بنا پر جبکہ ۱۸۳۱ء میں حضرت سید صاحبؒ اور شاہ محمد اسماعیل صاحبؒ اور بہت سے مجاہدین شہید ہوجاتے ہیں اور باقی ماندہ لوگوں میں سے بہت سے حضرات اپنے اپنے وطن کو واپس آجاتے ہیں، تب بھی ایک جماعت مسلمان مجاہدین کی وہاں باقی رہتی ہے اور اپنی تمام جدوجہد کی کارروائیوں کو سرگرمی کے ساتھ عمل میں لاتی رہتی ہے، وہ مایوس نہیں ہوتی، وہ جماعت ہزاروں سے بڑھتے بڑھتے بعض اوقات لاکھ تک پہنچ جاتی ہے۔

ڈاکٹر ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر لکھتا ہے: ''جب ہم نے پنجاب کا الحاق کیا تو تعصب کی اس رو کا رخ جو پہلے سکھوں کی طرف تھا، ان کے جانشینوں یعنی انگریزوں کی طرف پھر گیا،سکھوں کی سرحد پر جس بدامنی سے ہم نے چشم پوشی کی تھی یا جس سے بے پروائی کی تھی، وہ ایک تکلیف دہ وراثت کی صورت میں ہم تک پہنچی۔''(باب اول ص:۲۳)

''۱۸۲۱ء میں امام صاحبؒ نے اپنے خلفا کو منتخب کرتے وقت ایسے آدمیوں کا انتخاب کیا جو بے پناہ جوش وخروش کے مالک اور بہت ہی مستقل مزاج تھے، ہم دیکھ چکے ہیں کہ کس کس طرح متعدد بار جب یہ تحریک ناکام ہونے کے قریب تھی، انہوں نے بار بار جہاد کے جھنڈے کو تباہی سے بچا کر از سر نو بلند کر دیا۔پٹنہ کے خلفا جو انتھک واعظ' خود اپنے آپ سے بے پرواہ' بے داغ زندگی بسر کرنے والے' انگریز کافروں کی حکومت کو تباہ کرنے میں ہمہ تن مصروف اور روپیہ اور رنگروٹ جمع کرنے کے لیے ایک مستقل نظام قائم کرنے میں نہایت زیرک تھے۔''
(باب دوم ص:۶۳'۶۴)

''روپیہ اور آدمی ہمارے علاقہ سے تھانہ کیمپ کو متواتر جا رہے تھے، اس سلسلہ میں حکومت پنجاب نے ہماری فوج کے ساتھ سازشی خط وکتابت بھی پکڑ لی تھی، یعنی انہوں نے کمال عیاری کے ساتھ ہماری نمبر ۴ دیسی پیادہ فوج کے ساتھ سازش کی تھی جو اس وقت راولپنڈی میں مقیم تھی، ان خطوط سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی تھی کہ بنگال سے باغی کیمپ تک روپیہ اور آدمی پہنچانے کے لیے ایک باقاعدہ نظام موجود ہے۔سرحد پر مجنونوں کے کیمپ تک روپیہ اور آدمی پہنچانے کے لیے جو باغیانہ نظام قائم تھا، اس کی طرف سے انگریزی حکومت اب زیادہ دیر تک آنکھیں بند نہ کر سکتی تھی' اسی سال یعنی ۱۸۵۲ء میں انہوں نے ہمارے حلیف' ریاست امب کے نواب صاحب پر حملہ کر دیا، جس کی وجہ سے انگریزی فوج بھیجنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔۱۸۵۳ء میں ہمارے بہت سے سپاہی غداروں کے ساتھ خط وکتابت کرنے کے جرم میں سزایاب ہوئے۔ایک ہی واقعہ تمام حالات کو واضح کر دے گا۔یعنی ۱۸۵۰ء سے ۱۸۵۷ء تک ہم علیحدہ علیحدہ سولہ فوجی مہمیں بھیجنے پر مجبور ہوئے، جس سے باقاعدہ فوج کی تعداد پینتیس ہزار ہوگئی تھی اور ۱۸۵۶ء سے ۱۸۶۳ء تک ان مہمات کی گنتی بیس تک پہنچ گئی تھی اور باقاعدہ فوج کی مجموعی تعداد ساٹھ ہزار تک ہوگئی تھی۔بے قاعدہ فوج اور پولیس اس کے علاوہ تھی، اب ہم تقریباً انہی حالات سے دوچار تھے جو ۱۸۲۰ء اور ۱۸۳۰ء کے درمیان پیدا ہوگئے تھے اور جس کے نتیجہ میں اس متعصب لشکر نے پنجاب پر اپنا تصرف اور قبضہ جما لیا تھا، یہاں تک کہ سرحدی دارالخلافہ ان کے قبضہ میں ہوگیا، اب جنگ سے گریز کرنا بالکل ناممکن ہوگیا تھا۔۱۸۶۳ء کی لڑائی میں ہم نے کافی نقصان اٹھانے کے بعد یہ سبق حاصل کیا تھا کہ مجاہدین کے کیمپ کے خلاف مہم روانہ کر دینا کہ ۵۳ ہزار مجاہد اور بہادر انسانوں کی مجموعی طاقت کے ساتھ جنگ کرنا ہے، ایک ایک دن کی تاخیر دشمنوں کے جوش، ان کی طاقت اور امیدوں کو بہت بڑھا دیتی ہے۔کمک کے باوجود ہمارے جرنیل کے لیے آگے بڑھنا ناممکن تھا۔ہفتوں تک برطانوی سپاہ بظاہر ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ڈر کے مارے درے میں دبکی پڑی ہے اور وادی چومالہ میں بڑھنے کا حوصلہ نہیں رکھتی۔''(باب اول ص:۲۴'۲۵'۲۸'۳۴)

''بہت مدت تک مجاہدین سرحد کی اس حیرت انگیز قوت کا سرچشمہ ایک راز بنا رہا، اس ہندوستان حکومت نے جو ہم سے پہلے پنجاب پر حکمران تھی یعنی سکھ، اسے تین مرتبہ منتشر کیا اور تین دفعہ یہ انگریزی فوج کے ہاتھوں تباہ وبرباد ہوئے، لیکن باوجود اس کے یہ ابھی تک زندہ ہیں اور دین دار مسلمان ان کے معجزانہ طور پر زندہ رہنے کو ہی ان کے آخر کار غالب ہونے کی دلیل سمجھتے ہیں، حقیقت یہ ہے کہ جس وقت اس سرحدی نوآبادی کو ہم فوجی قوت کے بل بوتے پر تباہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو اس وقت ہماری مسلمان رعایا کے متعصب عوام ان لاتعداد آدمیوں اور روپیوں سے مدد دے کر گویا ان چنگاریوں کو ہوا دیتے رہتے ہیں۔''(باب دوم ص:۴۲)

''اب میں نے اپنی سرحد پر اس باغی کیمپ کی تمام تاریخ ۱۸۳۱ء سے جبکہ اس کی ابتدا ہوئی ۱۸۶۸ء تک جبکہ انہوں نے ہم کو جنگ میں دھکیل دیا، بیان کر دی ہے۔وہ تمام پرانی مصیبتیں

جوانہوں نے سکھ حکومت کے وقت سرحد پر نازل کی تھیں، وہ تمام ایک تلخ وراثت کی صورت میں ہم تک پہنچیں، اس نے تمام سرحد میں تعصبی جذبات کو برقرار رکھنے کے علاوہ تین مرتبہ قبائل کو یکجا اکٹھا کر دیا، جس کی وجہ سے برطانوی ہند کو ہر ایک موقعہ پر بہت ہی مہنگی لڑائیاں لڑنی پڑیں، یکے بعد دیگرے ہر گورنمنٹ نے اعلان کیا کہ یہ ہمارے لیے ایک مستقل خطرہ ہے، لیکن اس کے باوجود ان کو تباہ کرنے کی تمام کوششیں ناکام ثابت ہوئیں، ہم نہیں جانتے کہ کس وقت ہم قبائل کی خانہ جنگیوں کی لپیٹ میں آجائیں گے جو وسط ایشیا میں ہر وقت جاری رہتی ہیں، مگر اس وقت یہ عین ممکن ہے کہ اس سال کے ختم ہونے سے پہلے ایک اور افغانی جنگ لڑنی پڑے، یہ جنگ جب کبھی بھی ہوگی اور جلد یا بدیر ہو کر رہے گی تو ہماری سرحد پر غدار آبادی ہمارے دشمنوں کو ہزارہا آدمی مہیا کر سکے گی ،ہمیں ان غداروں کی اپنی ذات سے کوئی ڈر نہیں، اگر ہمیں ڈر ہے تو ان شورش پسند عوام سے جن کو یہ مجاہدین ہمارے خلاف جہاد کرنے کے لیے بار بار اکٹھا کرتے رہتے ہیں۔‘‘ (باب اول ص:۴۱)

مندرجہ بالا واقعات جو کہ ایک دشمن انگریز کے بیانات کے اقتباسات ہیں جس نے اس بارے میں بہت چھان بین کی ہے اور بہت سے امور کا خود معائنہ کیا ہے، ظاہر ہوتا ہے کہ یہ تحریک مسلمانوں کی اٹھائی ہوئی نہایت منظّم اور دیرپا اور موثر تھی اور اس نے تمام ملک میں اندر اور باہر ایسی بڑی ہلچل پیدا کر دی کہ مدبران برطانیہ لرزہ براندام ہو گئے، اس تحریک نے اس قدر جوش اور قربانی کے جذبات پیدا کر دیے کہ جس کی نظیر اس ملک میں کبھی پائی نہیں گئی، یہ تحریک اور اس کے چلانے والے اس قدر عالی ہمت، مستقل مزاج، جفاکش اور منظّم تھے کہ انگریزوں کی انتہائی بربریت اور درندگی بھی ان کو فنا نہ کر سکی، اس تحریک کی راز داری اور اخلاص و دیانت داری اعلیٰ پیمانہ پر تھی، بے شمار مقدمات چلائے گئے اور ہر قسم کی شیطانی تدبیریں کام میں لائی گئیں، مگر انگریزوں کو کامیابی نہیں ہوئی۔

ڈاکٹر ہنٹر ص:۷۲ باب دوم پر لکھتا ہیں:

’’۱۸۷۰ء میں جب ایسے دو ضلعوں کے مراکز کو توڑ دیا گیا تو ان کے رئیسوں کے خلاف غیر جانبدارانہ طور پر عدالت میں مقدمہ چلا گیا تھا، جہاں ان کو عمر قید بعبور دریائے شور یعنی کالا پانی اور ضبط املاک کی سزا ہوئی، اس وقت جو واقعات گواہیوں سے ظاہر ہوتے، وہ ہر اس غیر ملکی حکومت کو خوف دلانے کے لیے کافی ہیں جو انگریزی ہو، ہندوستان کی طرح اپنے آپ کو اتنی مستحکم خیال نہ کرتی ہو۔ ص:۷۶ پر لکھتا ہے: گذشتہ سات سال کے دوران میں ان غداروں کو یکے بعد دیگرے مجرم ثابت کر کے عمر قید بعبور دریا شور کی سزا دی گئی۔ الحاصل یہ کہ مجاہدین اور ان کے مددگار مسلمان وہ شریف النفس اور شریف اخلاق والے لوگ تھے جن کو ڈاکٹر ڈبلیو ڈبلیو ہنٹر بار بار مجبور ہو کر انتہائی تعریفی کلمات سے یاد کرتا ہے، مگر ان کو ہر طرح ستایا گیا۔ ان کو سخت سے سخت سزائیں، پھانسی، عبور دریائے شور، عمر قید، توہین و تذلیل وغیرہ کی دی گئیں، تاہم نتیجہ کیا ہوا؟ خود ڈاکٹر ہنٹر سے پوچھئے: لیکن ۱۸۶۴ء کا سیاسی مقدمہ غداروں کے جوش کو ٹھنڈا کرنے میں ویسا ہی ناکام ہوا، جیسا کہ ۱۸۶۳ء کی تادیبی مہم۔‘‘ (باب دوم ص:۸۹)

سرحد پر تباہ کن جنگیں اور اندرونی ملک میں عدالتی سزائیں اس قابل نہ ہوئیں کہ مجاہدین کے اتحاد کو توڑ سکیں۔ (ص:۹۳) مندرجہ بالا تاریخی اقتباسات جو کہ عموماً صحیح ہیں، مبالغہ کا ان میں شائبہ بھی نہیں ہے، بلکہ واقعات سے بہت کم ہیں، ناظرین غور فرمائیں اور دیکھیں کہ مسلمانوں کی جد وجہد اور تحریک آزادی ہند میں جانبازی اور سرفروشی کس قدر عظیم الشان اور کس بلندی پر پہنچی ہوئی اور کس قدر پرانی ہے، کیا کوئی دوسری جماعت اس کے مقابل تاریخی اعتبار سے اپنا یا اپنی جماعت کا نام پیش کر سکتی ہے؟۔ ہرگز نہیں

۱۔ یہ جماعت حقیقتاً ۱۸۰۳ء سے وجود میں آئی یعنی جس وقت شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے ہندوستان دارالحرب ہے کا فتویٰ دیا۔

۲۔ اس جماعت نے کھلے بندوں آزادی کی تحریک کی قیادت کی اور لوگوں کو جہاد کے لیے آمادہ کیا۔

۳۔ اس جماعت نے ملک کے اکثر حصّہ میں دورہ کر کے آزادی کا جوش وخروش پیدا کیا۔

۴۔ اس جماعت نے باقاعدہ تنظیم کی، ہر ہر ضلع، صوبہ اور قصبات وغیرہ میں مراکز بنائے اور عہدے دار مقرر کیے۔

۵۔ یہ جماعت سرحد تک کئی ہزار میل سفر کر کے جب کہ ریل، ہوائی جہاز، موٹریں نہ تھیں، ہر قسم کی تکالیف جھیلتی ہوئی ہزاروں جان فروشوں کو لیے ہوئے پہاڑوں، دشوار گذار دروں، ریگستانوں کو عبور کرتے ہوئے سندھ، قندھار، کابل، درہ خیبر صوبہ سرحد میں پہنچتی ہے، کیونکہ انگریز نے کسی دوسرے راستے سے جانے نہیں دیا تھا اور آزادی کی جدوجہد عملی طور پر شروع کرنی تھی۔

۶۔ یہ جماعت غریبوں کی ہے، اس کے پاس رسد وغیرہ کا پورا سامان نہیں ہے، فاقوں پر آدھے پیٹ کھانے پر موٹے جھوٹے پر گزارہ کرتی ہے اور پھر بھی دشمن پر یلغار کرتی ہے۔

۷۔ اس جماعت کی پارٹیاں تقریباً ڈیڑھ ہزار میل سے مالی اور جانی امداد کرتی ہیں، راستہ میں انگریز پکڑتے ہیں، سزائیں دیتے ہیں، مگر یہ نظام جاری ہے۔

۸۔ یہ جماعت انگریزوں کی طرف سے ہر قسم کی ہلاکتوں اور ایذاؤں کا نشانہ بنتی ہے اور تحمل کرتی ہے، مگر آزادی کی جدوجہد اور انگریز دشمن سے باز نہیں آتی، انگریز لالچ دیتا ہے قبول نہیں کرتی، انگریز ڈراتا ہے، مگر نہیں ڈرتی۔

۹۔ اس جماعت کو سرحدی قبائل نے انگریزی سازشوں میں آکر برباد کرنا چاہا، اس کے امام کو زہر دیا، میدان جنگ میں غدر کیا، کئی مرتبہ متفق ہو کر اس جماعت کے منتشر لوگوں کو جہاں پایا قتل اور شہید کیا، دشمنوں سے مل گئے مگر یہ سخت جان جماعت آزادی کی متوالی آج تک اپنی جگہ پر پہاڑ کی طرح جمی ہوئی ہے۔

۱۰۔ انگریزوں نے بار بار اس پر چڑھائی کی اور اس کے گھر بار کو بزعم خود جلا کر اور فنا کر کے چلے آئے پھر بھی وہ باقی ہے اور لڑائیوں میں وہ پچاس ہزار ساٹھ ہزار، حتیٰ کہ لاکھ تک مردان میدان کو انگریزوں کے خلاف افغانیوں کی مدد میں پیش کر دیتی ہے۔

۱۱۔ اس حال پر ایک صدی سے زیادہ اس پر گزر رتا ہے، ہندوستان کے آزاد ہونے تک یہ اسی طرح جمی رہتی۔ (نقش حیات ص:۶۴۴ مصنف مولانا سید حسین احمد مدنیؒ)

☆☆☆☆☆

جن سے وعدہ ہے مرکر بھی جو نہ مریں

ہمیں جنت کو جانا ہے!!!

عکرمہ شہید کی ہمشیرہ کے احساسات

"مومنوں میں سے ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے جو عہد اللہ تعالیٰ سے کیا تھا اسے سچ کر دکھایا، بعض نے تو اپنا عہد پورا کر دیا اور بعض (موقع کے) منتظر ہیں اور انہوں نے کوئی تبدیلی نہیں کی"۔ (الاحزاب: ۲۳)

میرا بھائی انہیں افراد میں سے تھا جنہوں نے اپنے ذمہ عائد فرض کو پورا کیا اور اپنے علم پر پوری طرح عمل کیا۔ وہ کوئی "عالم" یا "شیخ" نہیں تھا بلکہ ایک عام شخص تھا لیکن وہ ان میں سے تھا جو حقائق کی جستجو میں لگے، حقیقت کو سمجھا اور پھر عمل کا نازک فیصلہ کر لیا۔ یہ تو اللہ کی تقدیر تھی کہ وہ ۲۶ برس کی عمر ہی میں اس دنیا سے رخصت ہو گیا جب شیطانی ہتھیار (امریکی جاسوس طیارے) نے مارچ ۲۰۱۰ء میں اس پر اور اس کے چند ساتھیوں پر حملہ کر دیا۔ ان شاء اللہ اس کی موت ایک شہید کی موت ہے، ہم اس کے بارے میں ایسا ہی گمان کرتے ہیں، ان شاء اللہ آج وہ انبیا، صحابہ اور شہدا کے ساتھ ایک ابدی زندگی جی رہا ہے۔ اور یہ تو بہت ہی بلند مقام ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ فرض کی ادائیگی کے لیے جانے سے پہلے، اس نے اپنے ماضی اور اپنی ڈگریوں کی طرف مڑ کر بھی نہ دیکھا۔ اس نے امریکہ کی ایک نامور یونیورسٹی سے سند حاصل کی تھی۔ وہ وکیل بننا چاہ رہا تھا۔ یہاں تک کہ اللہ نے اسے ہدایت سے نوازا، وہ ۲۰۰۶ء میں وکالت کا امتحان (LSAT) دینے جا رہا تھا لیکن اس سے پہلے ویزہ کی مدّت میں توسیع کے لیے اسے امریکہ سے گھر واپس آنا پڑا۔ جب وہ واپس پہنچا تو اس نے امت کی حالت کے بارے میں سوالات کرنا شروع کر دیئے۔ بعد میں وہ مجھ سے کہتا تھا 'ہم سب نے مسئلہ فلسطین کو مغربی ذہن سے سمجھا ہے، کہ یہ فقط زمین کا جھگڑا ہے۔ ہمارے ذہنوں میں اس مسئلے کا یہی نقش پختہ کیا گیا۔ ہمارے سامنے کبھی بھی ہماری بہنوں اور بھائیوں کے قتل عام کی تصاویر یا محمد الدرہ اور اس کے بیٹے کا اس کے سامنے قتل، نہیں لائے گئے۔ ہمیں تو صرف یہ دکھایا گیا کہ فلسطینی اسرائیلیوں سے لڑ رہے ہیں لہٰذا یہ دہشت گرد ہیں'۔ وہ مجھ سے یہ بھی کہتا "مغرب کی مجھے اور مجھ جیسے دوسرے لوگوں کو پسند کرنے کی وجہ صرف یہ ہے کہ میں ان جیسا ہی تھا۔ میں انہی کی طرح بولتا تھا، انہی کی طرح کھاتا تھا۔ ان جیسا ہی پہنتا تھا اور انہی کے ساتھ گھومتا پھرتا تھا۔ درحقیقت میں تو انہی کے معاشرے کا ایک فرد تھا۔ اور جب میں انہی میں سے تھا تو میں مسلمان تو نہ رہا۔ تاہم جب آپ ان سے اختلاف کریں تو وہ آپ سے ویسی محبت نہیں کرتے۔ اس چیز نے مجھے سوچنے پر مجبور کر دیا کہ ان کی ہمارے بارے میں رائے کیوں بدل گئی۔ بلاشبہ ان کا یہ بدلا ہوا رخ اسلام کی وجہ سے تھا"۔

یہ دنیا اسے سونے میں تول دیتی لیکن اس نے یہ سب کچھ چھوڑ دیا۔ اس نے اپنا سارا مال و متاع قربان کر دیا۔ جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت اور اپنے بھائیوں کے ساتھ پہاڑوں میں رہنے سے زیادہ اسے کوئی چیز محبوب نہ رہی۔

دسمبر ۲۰۰۷ء میں اس نے مجھ سے کہا 'گھر والوں کا خیال رکھنا، شاید موسم گرما میں مَیں یہاں نہ رہوں، میں پہاڑوں کی طرف جا رہا ہوں۔ اس وقت تک میں جہاد کے بارے میں پڑھ چکی تھی، "السحاب" کی ویڈیوز میں اسے عملاً ہوتا بھی دیکھ چکی تھی اور بلاشبہ پہاڑوں میں موجود اپنے بھائیوں سے ہم محبت کرتے تھے۔ تاہم جب میرے اپنے بھائی نے یہ قدم اٹھانے کا فیصلہ کیا تو میں نے اپنے آپ سے کہا 'کیا واقعی ایسا ہونے جا رہا ہے'۔ یہ میرے ایمان کے لیے ایک سخت امتحان تھا اور مجھے پتہ ہے کہ اس وقت میں اس سب کے لیے تیار نہ تھی۔ ویڈیو میں مجاہد بھائیوں کو افغانستان، عراق، اور شیشان میں لڑتے دیکھ کر ان کی تعریف کرنا اور دوسروں کو یہ بتانا کہ جہاد فرض عین ہو چکا ہے، نہایت ہی آسان تھا۔ لیکن اب جبکہ میرا اپنا بھائی جا رہا تھا؟ الفاظ حقیقت بن کر سامنے آ رہے تھے..... تم کو مزید پڑھنا ہے اور ماسٹرز کی ڈگری لینی ہے۔ تم نے لوگوں کو بتایا ہے کہ تم یہاں علوم اسلامیہ میں سند لینے آئے ہو اور اب تم ایسا نہیں کر رہے' میں اس وقت ایسا ہی سوچ رہی تھی۔ مغربی طرز فکر میرے ذہن میں اس قدر راسخ تھی کہ میرے بھائی کے ذریعے مجھے جہاد کا علم ہو جانے کے باوجود میں پڑھائی کے متعلّق فکرمند تھی۔ لیکن پڑھائی کس کام کے لیے؟ وہ اس لیے پڑھے تاکہ وہ یہیں بیٹھا رہے اور فرض کی ادائیگی کے لیے نہ نکل پائے۔ اس چیز کے لیے نہ نکلے جس کی طرف وہ اوروں کو بلاتا رہا ہے۔ جنوری ۲۰۰۹ میں اس کا بلاوا آ گیا۔ گھر میں میرے علاوہ کوئی بھی اس کے جانے کے بارے میں آگاہ نہ تھا۔

تین ماہ مکمل ہوتے ہی ہمیں اس کا خط ملا۔ خط میں اس کے الفاظ تقریباً یہ تھے "میں جا نتا ہوں میں نے کہا تھا کہ میں تین ماہ بعد آ جاؤں گا۔ لیکن اس وقت میں آپ کو سچ نہ بتا سکا۔ میں یہاں عزت اور آزادی کی زندگی جینے اور اپنے بھائیوں کے ساتھ شہید ہونے کو وہاں کی پُرآسائش زندگی پر ترجیح دیتا ہوں۔ مجھے ضعیف العمر اور لاغر ہو کر بنیادی ضروریات حتیٰ کہ بیت الخلا تک کے لیے دوسروں کا سہارا ڈھونڈنے سے شہادت کی موت زیادہ پسند ہے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مجھے کافی پہلے یہاں چلا آنا چاہیے تھا لیکن شاید میرے دل کی کمزوری اور بزدلی نے مجھے روکے رکھا"۔

میرے امی، ابو نے وہ خط پڑھا۔ وہ دونوں حیران رہ گئے۔ وقتی طور پر غمگین اور مرجھائے ہوئے۔ وہ اس چیز پر حیران تھے کہ بھائی نے اتنا بڑا قدم اٹھالیا اور غمگین اس بات پر کہ انہیں لگا جیسے ان کا بیٹا گم ہو گیا اور مرجھائے ہوئے اس لیے کہ وہ تو اپنے بیٹے کے انتظار میں بیٹھے تھے (میرے والد اس کے خیالات کو والدہ سے زیادہ جانتے تھے) وہ تو اس سوچ میں تھے کہ وہ گھر

تم کس قدر خوش نصیب ہو کہ خون کا قطرہ گرتے ہی تمہارے سارے گناہ دھل گئے۔ پس الوداع، اے میرے بھائی الوداع، لیکن زیادہ دیر تک کے لیے نہیں کیوں کہ میں اس دن کی دلی آرزو رکھتی ہوں جس دن ہم پھر سے اکٹھے ہوں، ان شاء اللہ۔ اور اللہ تو دعاؤں کو قبول کرنے والے ہیں، مجھے اس کے وعدوں پر یقین ہے۔

میں کب داخل ہوتا ہے۔ ہم میں سے کسی کو بھی اس سے ملنے کی امید نہ رہی۔ میں نے اپنے آپ سے کہا 'ایک مرتبہ آپ جہاد میں چلیں جائیں، تو کبھی نہ آنے کا ارادہ ہی کر کے جاتے ہیں شاید اب میں اسے کبھی نہیں دیکھ پاؤں گی۔ لیکن دل کے کسی گوشے میں اس سے ملنے کی امید بھی باقی تھی، چاہے وہ ہمیں ملنے کے لیے آئے یا مجھے ساتھ لے جانے کے لیے۔ بہرحال میرے دل میں اس سے کم از کم ایک مرتبہ ملنے کا یقین موجود تھا۔

الحمدللہ، اللہ نے ہم پر اپنی رحمت نازل فرمائی اور وہ اچانک ہمیں ملنے آ پہنچا۔ کسی کے لیے بھی یہ عید کا بہترین تحفہ تھا۔ آٹھ ماہ تک بھائی کو نہ ملنے اور اس کی طرف سے کسی بھی قسم کی خبر نہ آنے کے بعد اچانک ملاقات، میں خوشی سے بھر آئی۔ یہ عید کا بہترین تحفہ تھا۔ گذشتہ عید (ستمبر 2009ء)، میں اور میرے گھر والے عید کے تیسرے روز خاندان کے ایک اجتماع میں موجود تھے، میرے ذہن میں یہی وہ آخری لمحات ہیں جب مجھے بھائی کا فون آیا۔

ہم نے حال ہی میں گھر تبدیل کیے تھے۔ اس لئے وہ سیدھا گھر نہ آیا وہ خالہ کے گھر گیا جن کا پتا اسے معلوم تھا اور وہاں سے بات کی۔ جوں ہی میں نے السلام علیکم کہا، خالہ نے کہا 'لیجیے کوئی آپ سے بات کرنا چاہتا ہے'۔ میں نے ایک بار پھر السلام علیکم کہا۔ یہ کسی مرد کی آواز تھی۔ میں پہچان نہ پائی کیوں کہ وہ اردو میں بات کر رہا تھا (سیکورٹی کی وجہ سے) جب میں آواز کو پہچان نہ پائی تو اس نے کہا 'آپ نے اس کتاب کا نام سنا ہے: An Incomplete History؟' میرا دل زور سے دھڑکا اور میری آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔ اس سے پہلے کہ میں ہاں کہتی، میں اسے پہچان گئی (جانے سے پہلے اس نے اپنے پسندیدہ عنوان پر ایک کتاب لکھی تھی، 1492ء کے سقوطِ غرناطہ کے بعد اندلس کے مسلمان اور ان کی حالت کا موجودہ دور میں مغربی مسلمانوں سے موازنہ)۔ میں اسے کب سے ملنا چاہ رہی تھی۔ گزشتہ رمضان میں مسلسل یہ دعا کرتی رہی 'اے اللہ، مجھے بس ایک مرتبہ اس سے ملوا دے! اس لیے نہیں کہ وہ جہاد چھوڑ کر واپس چلا آئے اور ہمارے ساتھ رہے۔ جبکہ جہاد تو ہر مسلمان پر فرضِ عین ہے۔ بلکہ صرف اس لیے کہ وہ مجھے بہت یاد آ رہا ہے اور اس لئے بھی تاکہ میں اس سے جہاد اور وہاں موجود بھائیوں کی حالت کے متعلق جان سکوں'۔ جب بھائی کو اندازہ ہو گیا کہ میں نے اسے پہچان لیا ہے تو ہم دونوں نے فون بند کر دیا۔

جب میں اور گھر والے وہاں سے فارغ ہو کر کار میں بیٹھے تو میں نے ان سے کہا 'جلدی کریں، ہمیں گھر پہنچنا ہے'۔ میری بات پر وہ تھوڑا حیران ہوئے کہ جلدی کیا ہے۔ تب میں نے بتایا 'گھر پر ایک حیرانی ہمارا انتظار کر رہی ہے'۔ ابو نے جو سب سے پہلی بات پوچھی 'تمہیں کب پتا چلا؟'۔ وہ جانتے تھے کہ میں نے کس طرف اشارہ کیا ہے۔ اپنے چھوٹے بھائی سے، جو میری بات نہیں سمجھ پایا تھا، میں نے کہا 'یہ ہر اس تحفے سے زیادہ بہتر ہے جو تم سوچ سکتے ہو، وڈیو گیم یا اپنی پسند کے کھانے سے بھی زیادہ بہتر'۔ رات کے ساڑھے دس بجے تھے جب ہم گھر داخل ہوئے۔

گیارہ بجے کے قریب رکشے کی آواز سنائی دی۔ اس کے رکتے ہی ایک داڑھی والا شخص برآمد ہوا۔ یہ وہی ہے، میری ماں نے اندازہ لگایا۔ والدین نے فوری اسے کار میں بٹھایا اور گھر لے آئے۔ یہ ایک ناقابلِ یقین منظر تھا۔ ایک مجاہد فی سبیل اللہ ہمارے سامنے بیٹھا ہم سے باتیں کر رہا تھا۔ اور ایک مجاہد کی عملی تصویر ہمیں پیش کر رہا تھا۔ ہمارے یہاں بہت سے بہن بھائی حقیقت جاننے کے لئے یا میدانِ جہاد تک پہنچنے کے لئے کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے اور اللہ نے ہمیں اپنے گھر ہی میں ایسے فرد سے نوازا۔ وہ ساری رات ہم نے باتوں میں گزار دی۔ ایسا محسوس ہوا جیسے گھنٹے منٹوں میں گزر گئے۔ فجر کے بعد نہ چاہتے ہوئے بھی ہمیں سونے کے لیے جانا پڑا۔ ورنہ تو ابھی بہت سی باتیں رہتی تھیں۔ بہت سے نا ختم ہونے والے واقعات، بہت سی چیزوں پر بات چیت، بہت سا وقت جو ہم اکٹھے نہ گزار سکے۔ سبحان اللہ!!!

یہ دنیا اسے سونے میں تول دیتی لیکن اس نے یہ سب کچھ چھوڑ دیا۔ اس نے اپنا سارا مال و متاع قربان کر دیا۔ جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت اور اپنے بھائیوں کے ساتھ پہاڑوں میں رہنے سے زیادہ اسے کوئی چیز محبوب نہ رہی۔

میں اس وقت سوچ رہی تھی۔ اللہ اس کی شہادت کو قبول فرمائے، اللہ اس کی شہادت کو قبول فرمائے۔ اللہ میرے بھائی کو جنّت کے اعلیٰ ترین درجات عطا فرمائے۔ اے اللہ جنّت میں مجھے اور میرے بھائی کو اکٹھا فرما دے۔ دنیا میں گزرے جدائی کے لمحات کو جنّت کے ساتھ سے بدل دے۔ اے اللہ بےشک آپ کا وعدہ سچّا ہے اور آپ کا دین برحق ہے۔ اس دنیا کے چند سال قربان کر کے ان شاء اللہ آخرت کی ابدی زندگی ملے گی۔ اے اللہ اس کی شہادت کو قبول فرما! آمین

میں نے بہت مرتبہ سوچا کہ یا اللہ اسے ابھی کیوں بلا لیا؟ وہ امت کے لیے کافی کچھ کر سکتا تھا۔ وہ ایک زبردست لکھاری، مقرر، سیاسی اور تاریخی علوم کا ماہر تھا۔ اس نے حالیہ واقعات کو تاریخی پس منظر میں دیکھنے اور بالخصوص مجاہدین کے شعبہ نشر و اشاعت کے لیے کافی کام کیا تھا۔ بہت سے علما موجود ہیں جن سے ہم علمی رہنمائی حاصل کر سکتے ہیں لیکن صفِ جہاد میں موجود وہ نوجوان بھائی جو نا صرف دشمن کے ظاہر و باطن سے آگاہ ہیں بلکہ عالمی صورتِ حال اور واقعات پر اس کی تطبیق کا علم بھی رکھتے ہیں، یقیناً ایک سرمایہ ہیں۔ میں سوچتی 'کہ کیا یہ امت کے لیے بڑا نقصان نہیں ہے؟' اس سے بہت کام لیا جا سکتا تھا۔

تاہم جب بھی میں ایسی باتیں سوچتی مجھے مولانا سعید اللہ رحمہ اللہ کا استاذ احمد حفظہ اللہ کے ساتھ ہونے والا مکالمہ یاد آ جاتا۔ جب مولانا نے کہا 'ایسا کیوں ہے کہ میرے ساتھی تو بمباری میں شہید ہو گئے لیکن میں بچ گیا' تو استاذ احمد نے جواب دیا 'شاید اللہ آپ سے مزید کام لینا چاہتے ہیں'۔ تو مولانا نے فرمایا 'نہیں ایسا نہیں ہے'۔ کچھ دیر خاموشی کے بعد انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث جواباً سنائی: انّ اللہ طیّبٌ لا یقبلُ الّا طیّباً'' بے شک اللہ پاک ہے اور وہ کچھ بھی قبول نہیں کرتا مگر وہ جو پاک ہو'۔ (صحیح مسلم)

لہٰذا اللہ کی قسم، اللہ کی قسم ہر کسی کو شہادت سے نہیں نوازا جاتا۔ صرف ان کو جن سے اللہ محبت کرے اور ان کو جو مخلص ہوں۔ میرے بھائی یقیناً آپ اللہ کے محبوب بندوں میں سے تھے۔ ورنہ آپ کو شہادت نہ ملتی۔ اللہ آپ پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

تمہارا اس دنیا سے چلے جانا امّت کے لیے ایک بھاری نقصان ہے۔ لیکن تم تو بڑے ہی خوش نصیب ہو۔ تمہاری خوش قسمتی تو اس قدر ہے کہ تم ایمان کی حالت میں اس دنیا سے گئے ہو، تقویٰ اور اخلاص ساتھ لیے ہوئے۔ تو پھر اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ اللہ نے ابھی تمہیں اپنے پاس بلا لیا، مہینے یا

چند سال بعد نہیں؟ جانا تو وہیں ہے۔ کسی بھی طور ہم سب کی کاوشوں کا مرکز تو فردوس اعلیٰ ہی ہے۔ کتنا بہتر ہوا کہ تم ایک مختصر راستے سے اس تک جا پہنچے۔ اگر تم لمبا عرصہ اس دنیا میں رہتے تو نہ جانے کن تکلیفوں سے گزرتے۔ شاید تمہارا ایمان کمزور پڑ جاتا کیا معلوم تم راہِ جہاد سے ہزیمت اختیار کر لیتے، اپنے بھائیوں سے جفا کر جاتے۔ لیکن اللہ نے تمہیں ایمان کی بہترین حالت میں اپنے پاس بلا لیا۔ تم کس قدر خوش نصیب ہو کہ خون کا قطرہ گرتے ہی تمہارے سارے گناہ دھل گئے۔ پس الوداع، اے میرے بھائی الوداع لیکن زیادہ دیر تک کے لیے نہیں کیوں کہ میں اس دن کی دلی آرزو رکھتی ہوں جس دن ہم پھر سے اکٹھے ہوں، ان شاء اللہ۔ اور اللہ تو دعاؤں کو قبول کرنے والے ہیں، مجھے اس کے وعدوں پر یقین ہے۔

آخر میں اپنی مسلمان بہنوں کو نصیحت کرنا چاہتی ہوں:

۱۔ اکثر خواتین اپنے خاوند، بھائی یا بیٹے کی وجہ سے جہاد میں شرکت کرتی ہیں۔ اپنے عزیز کی شہادت کے بعد کبھی بھی دینِ متین کی نصرت سے پیچھے بیٹھ رہنے کا نہ سوچیں۔ اللہ کی قسم یہ دین جس کی خاطر ہم لڑ رہے ہیں افراد پر منحصر نہیں ہے۔ نہ ہی کسی مجاہد کی شہادت سے یہ عمل رک جائے گا۔ نہیں! ہمیں تو جہاد کو جاری رکھنا ہے۔ ہمیں تو ثابت قدمی کا مظاہرہ کرنا ہے۔ دعا کریں کہ اللہ آپ کو ہمیشہ حق پر استقامت عطا فرمائے۔ اپنی نگاہ مقصد سے ہرگز نہ ہٹنے دیں۔ وہ الفاظ یاد کریں جو صدیق اکبرؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت پر مسلمانوں سے کہے:

فمن كان منكم يعبد مُحمّداً فانّ مُحمّداً قد مات،و من كان يعبدالله فانّ الله حيّ لا يموت

تم میں سے جو کوئی بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کرتا تھا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے، لیکن جو اللہ کی بندگی کرتا تھا تو اللہ زندہ ہیں انہیں کبھی موت نہ آئے گی۔ (صحیح بخاری)

لہٰذا قطعاً اپنے عزیز کی شہادت پر ایسا نہ سوچیں جیسا میں نے بھائی کی خبر سنتے ہی سوچا تھا۔ میں نے کہا 'اب بس کرو۔ اس راز دارانہ زندگی سے باہر نکل آؤ جس کو برقرار رکھنے کے لیے کوششیں کرتی ہو اور ایک عمومی زندگی جینا شروع کر دو'۔

۲۔ مسلسل اپنے عقیدے پر محنت کرتی رہیں۔ خود سے اپنا اور اپنے توحید کے عقیدے کا احتساب کریں۔ اپنے اعمال کو جانچیں اور نصرت دین کے معاملہ میں مخلص رہیں۔ اپنی ذات سے سوال کریں، کیا میں یہ سب کچھ اللہ کی رضا اور اس کے دین کے لیے کر رہی ہوں یا اس لیے کہ لوگ میری تعریف کریں اور کہیں 'بہن، جزاک اللہ خیر، یہ تو بہت ہی اچھا ہے'۔ اگر آپ شادی شدہ ہیں تو اپنے بچوں کو مجاہدین سے محبت کی ترغیب دیں اور انہیں اسلام کی تعلیم دیں۔ ان کی جسمانی تربیت پر توجہ دیں ان میں یہ احساس اجاگر کریں کہ اللہ ہمیں ہر وقت دیکھ رہا ہے اور وہ ہم سے ہمارے اعمال کے بارے میں سوال کرے گا۔ انہیں آخرت اور مومنین کے لیے اس میں موجود نعمتوں کا درس دیں۔ امتِ مسلمہ کے مسائل میں سے ایک مسئلہ بری مائیں ہیں۔ کیوں کہ کمزور عقیدے کی حامل مائیں، بچوں میں غلط عقیدے اور ان کی اسلام سے دوری کا باعث بنتی ہیں۔

۳۔ اپنی ان بہنوں کے لیے جو مجاہدین سے شادی کرنا چاہتی ہیں: آپ کے لیے اتنا کافی نہیں ہے کہ آپ ان کے لیے تعریف کے کلمات کہہ دیں 'سبحان اللہ! یہ بھائی تو حیران کن ہیں'۔ ایسا کرنا اور اپنے والدین کو ان سے شادی کا نہ کہنا تو قطعاً کافی نہیں۔ یہ نہ سوچیں کہ آپ کبھی بھی کسی مجاہد سے نکاح نہیں کر سکتیں، کیوں کہ وہ تو بہت دور ہیں۔ میں ایک ایسی بہن کو جانتی ہوں جو مغرب میں رہتی تھیں۔ وہاں سے وہ ایک ایسے ملک میں آئیں جہاں جہاد ہو رہا تھا۔ وہ وہاں کے ایک شہر کی یونیورسٹی میں اسلام کی تعلیم حاصل کرنے آئی تھیں، وہاں ان کا رابطہ ایک ایسی بہن سے ہوا جس کا عزیز مجاہد تھا۔ وہ ایسا چاہتی تو تھیں لیکن انہوں نے کبھی خواب میں بھی نہ دیکھا تھا کہ ایک مجاہد کی طرف سے اسے نکاح کا پیغام آئے گا تاہم، انہوں نے کبھی اپنے والدین سے جہاد کے متعلّق بات نہیں کی تھی۔ انہوں نے اپنے والدین سے رابطہ کیا لیکن وہ اُن سے جہاد کے بارے میں بات نہ کر پائی کیونکہ یہ کافی مشکل کام تھا۔

اگر آپ مخلص ہیں اور اپنے قول کی سچّی ہیں تو آپ اپنے والدین سے اسلام، توحید، جہاد، اس کے مسائل اور امّت کی حالتِ زار کے بارے میں گفتگو کریں۔ دین کو اپنی ذات تک محدود کرنا ہی کافی نہیں ہے۔ آپ کے والدین کو آپ کے نظریات سے آگاہ ہونا چاہیے۔ ان سے حالیہ واقعات اور ان کے متعلّق اسلام کی رائے کے بارے میں بات کریں۔ کسی مجاہد سے نکاح کرنا اتنا مشکل نہیں ہے۔ یقین کریں، ہمیں دعا اور اخلاص کی ضرورت ہے۔ اللہ پر توکل کریں اور معاملات کو اسی پر چھوڑ دیں۔ اگر کچھ ہونا ہے تو اسے کوئی روک نہیں سکتا۔ راستے خود بخود کھل جاتے ہیں۔

ان دنوں مجاہد بھائیوں کے لیے شادی کرنا بہت مشکل بن گیا ہے کیوں کہ لڑکیوں کے والدین اس طرح اپنی بیٹیاں دینا ہی نہیں چاہتے۔ اور ایسا کیوں نا ہو؟ انہیں اسلام کے ان امور کے متعلّق آگہی ہی نہیں ہے۔ انہیں اسلام کی طرف مائل کریں۔ اس سے نہ تو اُنہیں کوئی صدمہ پہنچے گا (اگر ایسا ہو بھی تو یہ اس صدمے سے کمتر ہے جو نا جاننے کی صورت میں پیش آنے والا ہے) اور نہ ہی ان کے لیے آپ کا نکاح کسی مجاہد فی سبیل اللہ سے کرنا اتنا مشکل ہو گا۔

ہمیشہ ذہناً کسی مجاہد ساتھی سے شادی اور اس کے ساتھ ارضِ جہاد کی طرف ہجرت کے لیے تیار رہیں۔ اپنی دعاؤں میں اخلاص پیدا کریں اور پورے یقین کے ساتھ اللہ سے مانگیں کہ اللہ آپ کی شادی راست رو اور اعلیٰ اخلاق کے حامل مجاہد سے کروائے۔ میں اپنی بہنوں کو ہدایت کرتی ہوں کہ وہ تیسری نصیحت کی ترغیب دوسری بہنوں کو بھی دیں۔ یہ نہایت اہم معاملہ ہے۔

۴۔ ایسا نہ سوچیں کہ ایک عورت ہونے کے ناطے آپ پر جہاد فرض عین نہیں ہے۔ اس کے لیے نکلنا تو مردوں کے ذمہ ہے۔ کیا آپ ایسا متبادل پسند کریں گی؟ کہ آپ ایسے شخص سے شادی کریں جو پانچ وقت نماز اور رمضان کے روزے تو رکھتا ہو اور صحیح عقیدے کا حامل بھی ہو لیکن اس کے دنیاوی امور مغرب کے ساتھ منسلک ہوں؟ کیا آپ اپنے بچوں کو ان لوگوں کے منہج پر پروان چڑھانا پسند کریں گی جو مجاہدین سے نفرت کرتے ہوں اور جہاد کے فرض ہونے کے بارے میں سوچتے بھی نہ ہوں؟ یہ ایک حقیقت ہے کہ بچوں کی تربیت میں مردوں کا اثر عورتوں کی نسبت زیادہ ہوتا ہے۔ مزید یہ کہ ایسا سوچ کر اپنے آپ کو دھوکا نہ دیں کہ میں ابھی شادی کر لیتی ہوں۔ پھر اپنے شوہر پر محنت کروں گی۔ یقین کریں جب آپ شادی کر لیں گی اور ایک خاندان کی ابتدا کر دیں گی تو بہت سی ذمہ داریاں آپ کو آ گھیریں گی، آپ کے بل، کرایہ، قرضے، آپ کے بچے۔ اس وقت ان سب چیزوں کو چھوڑنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

اس لیے اے میری بہنو! احتیاط سے سوچو کہ آپ کی زندگی کا کیا مقصد ہے۔ میں یہ ہرگز نہیں چاہتی کہ جذبات کے تحت آپ عقل کا ساتھ چھوڑ دیں لیکن اگر آپ کا مقصد واقعی مجاہدین کی نصرت ہے تو کسی مجاہد سے شادی کے امکانات ڈھونڈیں، اور اس کے مختلف پہلوؤں کو سمجھیں اگر آپ واقعی کسی مجاہد سے شادی کرنا چاہتی ہیں تو میری تیسری نصیحت پر توجہ دیں۔ اگر اللہ کے ہاں کوئی کام مقدّر ہو تو کوئی اسے ٹال نہیں سکتا۔ آپ کو صرف اپنے حصّے کا کام کرنا ہے۔ مجاہدین کے لیے کچھ کیے بغیر ان کے تذکروں پر خوش ہونا کافی نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆

افسانہ (قسط چہارم)

مسافرانِ نیم شب

ابوعندلیب

'جھاد المسلح ھوالحل؟؟؟' بات کو سمجھنے کی کوشش میں مَیں نے زبیر کا جملہ دہرایا۔ جملہ اگرچہ عربی کا تھا لیکن الفاظ پر غور کرنے سے مفہوم واضح ہو گیا۔ مجھے اپنے خدشات درست ثابت ہوتے نظر آرہے تھے، زبیر یقیناً کسی انتہا پسند تنظیم یا گروہ کے زیر اثر تھا۔لیکن میرا خیال تھا کہ اس کے جذباتی ذہن سے ان اثرات کو دلائل اور مکالمے کے ذریعے زائل کیا جا سکتا ہے۔لہٰذا میں نے اپنے محسوسات کا اظہار کیے بغیر بات آگے بڑھائی

'یعنی تمہارے خیال میں 'مسلح جہاد' سے یہ سب مسائل ہو جائیں گے؟؟؟'

'میرا خیال نہیں معاذ بھائی! زبیر نے 'میرا' پر زور دیتے ہوئے میری بات کاٹی 'جہاں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم آجائے وہاں میرے، آپ کے خیال کی گنجائش کہاں بچتی ہے۔قرآن کی آیات اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات ہمیں بتاتے ہیں کہ جب کفار مسلمانوں پر مسلط ہو جائیں تو ان پر جہاد فرض ہو جاتا ہے۔'

'بھائی میرے! جہاد کی فرضیت سے کون انکار کرتا ہے لیکن آخر جہاد کی کچھ شرائط بھی تو ہیں کہ نہیں......پہلی بات تو یہ کہ جہاد جن دشمنوں کے خلاف کرنا ہے ان کے وسائل دیکھو اور مسلمانوں کا حال دیکھو، دوسری بات یہ کہ اگر مقابلے کے وسائل مہیا ہو بھی جائیں تو جہاد کرنا تو بنیادی طور پر اسلامی حکومت کی ذمہ داری ہے جبکہ یہاں تو خود حکومت ہی کفار کے ساتھ ملی ہوئی ہے، اور تیسری بات یہ کہ جہاد کے بھی تو کئی درجات اور قسمیں ہیں مثلاً جہاد بالنفس، جہاد بالمال، جہاد باللسان، جہاد بالقلم، وغیرہ۔۔۔تو حالات کے مطابق جہاد کی جو بھی صورت ہو وہ اختیار کرنی چاہیے، یہ نہیں کہ بس بندوق اٹھائی اور جہاد شروع کر دیا'' میں نے اس کو قائل کرنے کے لیے جو دلائل سوچ رکھے تھے موقع ملتے ہی ان کی بوچھاڑ کر دی۔

'ماشاءاللہ! آپ تو اچھے خاصے عالم ہو گئے ہیں اور جہاد کے موضوع پر تو لگتا ہے آپ نے خاصی تحقیق کی ہے' زبیر مسکرا کر بولا

'تم طنز کر رہے ہو؟ '

'ارے نہیں۔۔۔میرا کہنے کا مقصد یہ تھا کہ آپ نے تو اچھی خاصی علمی بحث چھیڑ دی ہے اور میں کوئی عالم تو ہوں نہیں لیکن علما کا کہا اور لکھا جو کچھ سنا اور پڑھا ہے اس کی روشنی میں آپ کے دلائل پر بھی بات کر لیتے ہیں۔پہلی بات وسائل کی کمی کی......تو میرے بھائی آپ کو کس نے کہہ دیا کہ وسائل ہی حتمی فتح وشکست کا معیار ہیں جبکہ قرآن کی آیت کہ ''کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله'' (کتنی ہی بار ایسا ہوا کہ چھوٹے لشکروں نے بڑے بڑے لشکروں کو اللہ کے اذن سے شکست دی) فتح وشکست کو اللہ کی مدد سے منسلک کر رہی ہے۔اگر فتح وشکست کے پیمانے محض وسائل کی دستیابی اور عدم دستیابی پر ہی قائم ہوتے تو پھر میدانِ بدر کا منظر وہ ہرگز نہیں ہونا چاہیے تھا جسے تاریخ کے صفحات نے محفوظ کیا اور جس پر قرآن مجید کی گواہی اتری۔اور دور کیوں جائیں، یہ افغانستان کی سرزمین میں ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری 'سپر پاور' کی درگت، اور وہ بھی بوریا نشین افغانوں کے ہاتھوں کس حقیقت کو آشکار کر رہی ہے یہی نا کہ آج بھی جس قوم نے اُس ذاتِ واحد پر توکل کر کے میدان سجائے ہیں اور اپنے کردار و عمل سے اُسی ایک ذات پر بھروسہ کی گواہی دی ہے تو پھر اُس رب نے آج بھی اُنہیں رسوا نہیں کیا اور وہی 'سپر پاور' جس کے آگے ساری دنیا پانی بھرتی نظر آتی ہے' وہ اُن کے ہاں ناک سے لکیریں نکال رہی ہے اور ذلت و درماندگی کا بوجھ کندھوں پر اٹھائے پسپا ہونے کو ہے۔

اور آپ کے دوسرے سوال کا جواب تو آپ نے خود سوال ہی میں دے دیا ہے کہ جہاد تو 'اسلامی حکومت' کی ذمہ داری ہے۔البتہ سوال یہ ہے کہ اسلامی حکومت کہاں سے آئے گی؟ اسے کس طرح قائم کرنا ہو گا؟ تو حضرت جی! یہی تو جہاد کا اساسی مقصد ہے کہ بندوں کو بندوں کے بنائے ہوئے نظاموں کی غلامی سے نکال کر شریعت الٰہیہ کی حکمرانی میں لانا۔'خلافت علیٰ منہاج النبوۃ' کے قیام کے لیے ہی تو جہاد کرنا ہے۔اس کی مثال یوں سمجھیں کہ کسی بستی میں مسجد تو ہو لیکن اس میں کوئی مقرر امام نہ ہو تو کیا اس بستی کے لوگ محض اس عذر کی بنا نماز باجماعت ترک کیے گھروں میں بیٹھے رہیں گے یا ان کو گھروں سے نکل کر مسجد میں آ کر اذان، اقامت اور نماز باجماعت کا اہتمام کرنا چاہیے۔

رہی آپ کی تیسری بات جہاد کی مختلف قسموں کی تو جناب یہ جہاد کی قسمیں نہیں بلکہ دراصل مسلح جہاد ہی کے مختلف شعبہ جات ہیں اور زبان، مال اور قلم کے صرف وہی مصارف جہاد شمار ہوں گے جو قتال سے متعلق ہوں۔یہ غربت، آمریت، بیماری، تعلیمی پسماندگی وغیرہ کے خلاف جو طرح طرح کے نئے جہاد متعارف ہو گئے ہیں' ان کا جہاد سے دراصل دور دور کا کوئی واسطہ نہیں'

'سبحان اللہ! صاحبزادے مجھے 'عالم بنا رہے تھے، تم تو خود اچھے خاصے عالم فاضل بلکہ خطیب بے مثل، مقرر شعلہ نوا اور پتہ نہیں کیا کیا بن گئے ہو......کسی مدرسے میں رہے ہو چھ مہینے؟؟'

'مدرسے میں تو نہیں لیکن اہل علم لوگوں کے ساتھ ضرور رہا ہوں اور الحمدللہ جو تھوڑا بہت جانتا ہوں، یہ انہی کی صحبت کا ثمر ہے'

'کون سے اہل علم ہیں یہ؟ کچھ ہمیں بھی تو پتہ چلے...... جب سے آئے ہو تم پہیلیاں ہی بجھوا رہے ہو۔سیدھی طرح کیوں نہیں بتاتے کہ یہ چھ ماہ کہاں رہے ہو'

'معاذ بھائی میں نے خود کو جہاد سے وابستہ کر لیا ہے اور یہ وقت بھی میں نے مجاہدین کے ساتھ ہی گزارا ہے اور ان شاءاللہ شہادت کی سعادت نصیب ہونے تک زندگی

اسی راہ میں ہی گزاروں گا' زبیر نے تو نہایت اطمینان سے میرے سوال کا جواب دے دیا لیکن اس کا جواب سن کر میرے ذہن میں سوالات کی آندھیاں چل پڑیں......میرے خدا! کون سا جہاد اور کون سے مجاہدین؟...... یہ لڑکا کس راستے پر چل نکلا ہے؟، اس کی تعلیم ادھوری رہ جائے گی، اس کی بیوہ ماں کا کیا بنے گا،؟؟ لیکن مجھے ضبط کرنا تھا سو میں نے کیا اور اپنے ذہن میں اٹھتے ان سوالوں کو ترتیب دینے لگا۔

'کونسی جہادی تنظیم ہے تمہاری؟ اور کس محاذ پر جہاد کر رہے ہو تم؟'

معاذ بھائی اب یہ وہ تنظیموں والا سرکاری جہاد نہیں ہے جس میں طاغوتی نظام اور اس کی ایجنسیوں کے تابع ہو کر ان کے سہارے پر اور انہی کے مفادات کی خاطر معصوم اور مخلص پاک باز جوانوں کی بھینٹ چڑھائی جاتی ہے۔ یہ جہاد کی ایسی تحریک ہے جو ہر قسم کی تنظیمی دھڑے بندیوں، ریاستی حدود اور قومی وملکی تعصّبات سے بالاتر ہو کر فقط اعلائے کلمۃ اللہ لیے صلیبی صیہونی کفر اور اس کے آلہ کاروں کے ساتھ برسرِ پیکار ہے۔ رہی محاذ کی بات تو معروف جہادی قائد اور عالم دین عبداللہ عزام شہید کے بقول 'ہم لڑ تو افغانستان میں رہے ہیں لیکن ہماری نظریں فلسطین پر ہیں' یعنی موجودہ محاذ تو افغانستان ہی ہے لیکن منزل قبلہ اول کی بازیابی اور خلافت کا قیام ہے۔' وہ بڑی روانی سے مجھ پر حیرتوں کے در وا کیے چلا جا رہا تھا۔ جس قسم کی باتیں وہ کر رہا تھا وہ تقریروں میں تو بہت سنی تھیں لیکن یہ آج زندگی میں پہلی دفعہ ایسے شخص سے واسطہ پڑا تھا جو ان نعروں میں حقیقت کا رنگ بھرنے چلا تھا۔

'یعنی تم افغانستان گئے ہوئے تھے؟ میں اپنی حیرت کا اظہار کیے بغیر رہ نہ سکا۔

'بات سنیں! نہ آپ کی تفتیش رک رہی ہے نہ آپ گاڑی کو بریک لگا رہے ہیں۔ کچھ رحم کریں مجھ غریب آدمی پر......آدھی رات ہوگئی ہے، صبح سے ایک تربوز اور دوپہر کے کھانے کے علاوہ کچھ نہیں کھایا کچھ کھلا پلا ہی دیں اور عشاء کی نماز بھی رہتی ہے۔' بات بدلنا تو کوئی زبیر سے سیکھتا، ایک دفعہ پھر سوال گندم جواب چنا کا عملی مظاہرہ کر کے وہ مجھے جل دینے میں کامیاب ہو گیا جس کا احساس مجھے کافی دیر بعد ہوا جب ہم نے کھانا کھانے اور نماز پڑھنے کے بعد دوبارہ سفر کا آغاز کیا۔

'جی تو جناب سلسلہ کلام وہیں سے جوڑتے ہیں جہاں سے ٹوٹا تھا، یعنی آپ ہمیں یہ بتانے لگے تھے کہ کیا آپ افغانستان گئے تھے؟' میں نے پھر سے پوزیشن سنبھال لی۔

'حضور والا کیوں آپ اس بندہ ناچیز کے پیچھے پڑ گئے ہیں ہاتھ دھو کر؟ یعنی کہ آپ تو باقاعدہ تفتیش پر اتر آئے ہیں، لیکن ہم معذرت خواہ ہیں کہ ہمارے ریکارڈ میں آپ کی مطلوبہ معلومات دستیاب نہیں ہیں' میکانکی انداز میں آخری جملہ بول کر اس نے بات کو پھر گول کرنے کی کوشش کی۔

'تم ڈرامے بند کرو اور سیدھی طرح میری بات کا جواب دو۔۔' سیدھی انگلیوں کی ناکامی کے بعد میں نے ٹیڑھی انگلیاں آزمانے کی کوشش کی۔۔

'بھائی! جتنی تفصیل میں آپ کو بتا چکا ہوں اس سے زیادہ معلومات آپ کے لیے مفید نہیں ہیں، آپ کا ہاضمہ بھی خراب ہو سکتا ہے۔' اس نے گویا موضوع ہی لپیٹ دیا۔ مجھے اندازہ ہوا کہ میں دیوار سے سر ٹکرا رہا ہوں لہٰذا میں نے بھی موضوع بدل دیا

'لیکن تمہاری پڑھائی کا کیا بنے گا؟ تمہارے ابھی آخری دو سمسٹر رہتے ہیں۔۔'

جتنی ضرورت تھی اتنا پڑھ لیا ہے، اس سے زیادہ ضرورت نہیں ہے'

'کیا مطلب ہے تمہارا؟ اگر بی ایس سی مکمل نہیں کرو گے تو یہ ادھوری پڑھائی کس کام کی ہے؟ اس کی بنیاد پر تو تمہیں کہیں ٹیکنیشن کی نوکری بھی نہیں ملے گی'

'تو نوکری کس نے کرنی ہے؟ میں نے آپ کو بتایا تو ہے کہ جتنی زندگی باقی ہے ان شاء اللہ جہاد فی سبیل اللہ ہی میں گزرے گی اور دعا کریں کہ زیادہ لمبی آزمائش نہ ہو جلدی شہادت نصیب ہو جائے' اس پر اک عجب جذب کی کیفیت طاری ہو چکی تھی اور وہ گرد و پیش سے بے نیاز اپنی ہی دھن میں گویا خود کلامی کر رہا تھا۔

'اپنی بیوہ ماں اور چھوٹے بھائی بہنوں کے بارے میں بھی کچھ سوچا ہے کہ ان کا کیا بنے گا؟' میں نے اسے عالم بے خودی سے واپس لانے کی کوشش کی

'بننا کیا ہے، اگر ان کا بیٹا اور بھائی اللہ کے راستے میں قبول ہو گیا تو روزِ آخر رب کے حضور اس کی اجازت سے ان کی شفاعت کرے گا۔ اور کیا چاہیے ان کو؟'

'اور اس دنیا میں کیا بنے گا ان کا؟ یہاں کون ان کا سہارا ہے؟'

'وہی جس نے انہیں پیدا کیا ہے اور ابا جان کی زندگی میں بھی اور ان کے بعد بھی جو ان کا حقیقی سہارا ہے......وہی ذات ان کو سنبھالے گی جو پوری کائنات کا خالق و پروردگار ہے'

'مجھے توکل علی اللہ کا درس دینے کی ضرورت نہیں ہے، میں جانتا ہوں یہ سب لیکن اسباب بھی آخر کوئی چیز ہیں کہ نہیں۔۔ اتنی صبر آزما زندگی گزارنے کے بعد اب خالہ جان کو پھر نئی آزمائش میں مبتلا کرنا چاہتے ہو تم؟ کس لیے تمہیں پڑھایا ہے انہوں نے کہ جب ذمہ داریاں سنبھالنے کا وقت آئے تو تم بوڑھی ماں کو چھوڑ کر جہاد کرنے نکل پڑو...... وہ حدیث نہیں پڑھی تم نے جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کو جہاد پر جانے کی بجائے اپنے ماں باپ کی خدمت کا حکم دیا تھا۔۔ میرے خیال میں تو تم صرف اپنی ذمہ داریوں سے فرار اختیار کر رہے ہو اور کچھ نہیں ورنہ کرنے کو کیا دین کا کام یہاں نہیں ہو سکتا؟ یہ جو انجینئرنگ کی تعلیم تم نے حاصل کی ہے یہ اسلام اور مسلمانوں کے کسی کام نہیں آ سکتی؟ تم دراصل جنت کا شارٹ کٹ راستہ اختیار کرنا چاہتے ہو کہ بس دنیاوی زندگی کی آزمائشوں سے بھی جان بچ جائے اور آخرت بھی سنور جائے...... یہ محاذوں پر جا کر گولی کھا کر شہید ہونا بھی بے شک بڑی سعادت اور ہمت و حوصلے کا کام ہے لیکن یہاں شہروں میں بیٹھ کر دنیا کے فتنوں کے ہاتھوں روز مرنا اور روز جینا زیادہ مشکل ہے......

(جاری ہے)

☆☆☆☆☆

امیر المومنین کے فیصلے

محمد ابوبکر صدیق

طالبان نے اپنا نظام حکومت اسلامی طرز پر قائم کیا، اس حوالے سے طالبان کے ایک ترجمان کا وہ بیان اہم ہے جو انہوں نے عربی رسالے المجلہ کو دیا تھا۔

''ہمارے تمام فیصلے امیر المومنین کی ہدایت کے مطابق ہوتے ہیں۔ ہمارا خیال ہے کہ یہ سنت نبوی کے عین مطابق ہے۔ ہم امیر کے فیصلے کے پابند ہیں خواہ یہ فیصلہ اُنہوں نے تنہا کیا ہو۔ ہمارے یہاں کوئی سربراہ مملکت نہیں ہے، صرف امیر المومنین ہوتے ہیں۔ ملا محمد عمر امیر المومنین ہیں، اگر وہ کسی فیصلے پر راضی نہیں ہیں تو پھر حکومت اس کو نافذ نہیں کرسکتی۔ عام انتخابات شریعت سے مطابقت نہیں رکھتے اس لیے ہم اس کو مسترد کرتے ہیں۔ اس کے بجائے ہم ممتاز علمائے کرام سے، جو چند شرائط پر پورے اترتے ہوں، صلاح و مشورہ کرتے ہیں''۔

طالبان نے افغانستان میں ایک خالص اسلامی حکومت کی داغ بیل ڈالتے ہوئے صرف قرآن وحدیث کو پیش نظر رکھا، انہوں نے اس موقع پر کسی بھی دوسرے ''اسلامی'' ملک یا اس کے رائج کردہ نظام کو آئیڈیل بنانے کی کوشش نہیں کی۔ ایک موقع پر امیر المومنین ملا محمد عمر مجاہد نے پوچھا گیا کہ آپ افغانستان اور ایران وسوڈان وغیرہ کے نظاموں میں کیا فرق پاتے ہیں تو انہوں نے بڑے نپے تلے الفاظ میں جواب دیا کہ ''ہم دوسری حکومتوں کی طرف نہیں دیکھتے اور نہ ہمیں ان کے بارے میں زیادہ علم ہے''۔

تحریک طالبان کے اہداف ومقاصد بھی اس تحریک کی اسلام پسندی اور شریعت اسلامیہ سے وابستگی کی بھرپور نشان دہی کرتے ہیں۔ طالبان کے یہ اہداف ومقاصد افغان مورخ عبدالحمید مبارز نے مندرجہ ذیل بیان کیے ہیں:

۱۔ ایک خالص اسلامی حکومت کا قیام

۲۔ اسلام کو حکومتی ومملکتی مذہب کے طور پر رائج کرنا۔

۳۔ نفاذ شریعت

۴۔ مساجد کو اس طرح آباد کرنا کہ ملت اسلامیہ ان میں اطمینان وسکون کے ساتھ عبادت ادا کرسکے۔

۵۔ سرکاری محکموں میں مخلص مسلمان ملازمین کی تعیناتی۔

۶۔ لسانی، قومی اور علاقائی تعصب کا خاتمہ کرکے تمام مسلمانوں میں اخوت وبرادری قائم کرنا۔

۷۔ اسلامی تنظیموں اور خارجی ممالک سے دوستانہ مراسم قائم کرنا۔

۸۔ افغانستان میں رہنے والے غیر مسلموں کی حفاظت کا بندوبست۔

۹۔ اسلامی شریعت کی حدود میں رہتے ہوئے غیر مسلم ممالک کے ساتھ روابط قائم کرنا۔

۱۰۔ خواتین کو سرتاپا حجاب پہنا کر مستور کرنا۔

۱۱۔ امارت اسلامیہ افغانستان کے تمام علاقوں میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا احیاء۔

۱۲۔ اسلامی عدالتوں کے توسط سے شرعی احکام وقوانین کا اجرا

۱۳۔ اسلامی امارت افغانستان کو بیرونی جارحیت سے بچانے کے لیے اور اس کے دفاع وحفاظت کے لیے اسلامی فوج کا قیام۔

۱۴۔ دینی مدارس قائم کرنا، تاکہ وہاں تعلیم حاصل کرنے والے طلبہ بیرونی تہذیب وثقافت کے اثرات سے محفوظ رہیں، ان کے دل قرآن وسنت کے عشق سے لبریز ہوجائیں اور وہ اللہ کے راستے کے مجاہد بن جائیں۔

۱۵۔ اسلامی محصولات زکوۃ خراج اور جزیہ کا نظام قائم کرنا۔

۱۶۔ بین الاقوامی سیاست کے پیش آمدہ تمام مسائل کو قرآن وسنت کے مطابق حل کرنا۔

۱۷۔ عالم وفاضل، قابل وباصلاحیت افراد میں سے قاضیوں کا تقرر۔

۱۸۔ حکومت کے اقتصادی نظام کو اسلامی سانچے میں ڈھالنا اور زراعت وصنعت اور معدنیات کے خزانے حاصل کرنے کے لیے کوشش کرنا۔

۱۹۔ افغانستان کی خوش حالی کے لیے کارخانے اور فیکٹریں قائم کرنا اور اسلامی مملکت میں اقتصادی بحران کے خاتمے کے لیے زراعت کو فروغ دینا۔

۲۰۔ بت پرستی کی ممانعت ہوگی، موٹر گاڑیوں، دکانوں، ہوٹلوں، کمروں اور دیگر مقامات سے تمام تصاویر اور پورٹریٹ ختم کرنا۔

۲۱۔ قمار خانے بند کروانا، جوا کھیلنے والوں کو ایک ماہ کے لیے قید کیا جائے گا۔

۲۲۔ نشہ بازوں کو قید کردیا جائے گا۔ منشیات فروخت کرنے والی دکانیں بند کردی جائیں گی اور دکان داروں کو قید کردیا جائے گا۔

۲۳۔ موسیقی کی ممانعت ہوگی۔ دکانوں، ہوٹلوں، موٹر گاڑیوں، رکشوں، میں کیسٹ بجانا ممنوع ہوگا۔

۲۴۔ جادو کی ممانعت ہوگی۔ جادوگری کی کتابیں جلا دی جائیں گے اور جادوگروں کو توبہ کرنے تک قید کردیا جائے گا۔

(جاری ہے)

خراسان کے گرم محاذوں سے

ترتیب وتدوین: عمر فاروق

افغانستان میں محض اللہ کی نصرت کے سہارے مجاہدین صلیبی کفار کو عبرت ناک شکست سے دوچار کر رہے ہیں۔اس ماہ ہونے والی اہم اور بڑی کارروائیوں کی تفصیل اور آخر میں صلیبیوں اور اُن کے حواریوں کے جانی و مالی نقصانات کے میزان کا خاکہ پیش خدمت ہے، یہ تمام اعداد وشمار امارت اسلامیہ ہی کے پیش کردہ ہیں جبکہ تمام کارروائیوں کی مفصل روداد امارت اسلامیہ افغانستان کی ویب سائٹ http://islaam.megabyet.net/urdu پر ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

16 جون

☆ پکتیکا ضلع سروضہ کے کوتتی اور پڑاؤ کو ملانے والی سڑک پر پرائیویٹ سیکورٹی کمپنی کے اہلکاروں پر حملے میں دشمن کی چار سرف گاڑیاں تباہ اور ان میں سوار 16 سیکورٹی اہلکار موقع پر ہلاک ہوئے۔

☆ صوبہ قندوز میں کٹھ پتلی ادارے کے مقامی کمانڈر عبداللہ معروف کمانڈر نظام الدین کا بھائی باشندہ صوبہ قندوز ضلع امام صاحب کے علاقہ گولدامن میں اپنے پندرہ مسلح افراد کے ہمراہ امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین سے آملا۔

☆ صوبہ کنڑ ضلع شیگل میں ۱۹ صلیبی اور کٹھ پتلی ادارے کے فوجی ہلاک وزخمی ہوئے اور ساتھ ہی دشمن کے تین فوجی ٹینک بھی تباہ ہوئے۔

17 جون

☆ صوبہ ہرات ضلع شین ڈنڈ کے علاقے زیرکوہ میں امریکی ڈرون طیارے کو اینٹی ایئر کرافٹ سے نشانہ بنا گیا، جس کے نتیجے میں جاسوسی طیارہ تباہ ہوگیا۔

☆ صوبہ غزنی ضلع اندڑ کے ابوقلعہ نامی مقام میں کابل قومی شاہراہ پر بارودی سرنگ کے دھماکے میں گاڑیوں میں سوار دس سیکورٹی اہلکار ہلاک ہوئے۔

18 جون

☆ مزار گاؤں میں مجاہدین کی ایک کمین میں کٹھ پتلی ادارے کے 15 فوجی ہلاک ہوئے۔

19 جون

☆ صوبہ پکتیا کے ضلع لجی منگل کے لجگئی کے علاقے میں امریکی فوجی ہیلی کاپٹر کو اینٹی ایئر کرافٹ سے نشانہ بنایا گیا۔ جس کے نتیجے میں اس میں سوار تمام فوجی ہلاک ہوئے۔

☆ صوبہ روزگان ضلع دہراود کے مقامی بازارگاری کے مقام پر بارودی سرنگ کے دھماکے میں 13 فوجی کمانڈر عبدالقادر سمیت ہلاک ہوئے۔

20 جون

☆ صوبہ اروزگان میں صلیبی ضلع دہراوت سے نکل رہے تھے کہ مزار کے مقام پر مجاہدین نے ان پر اچانک حملہ کردیا۔ ۹ فوجی ہلاک جبکہ ۳ زخمی ہوگئے۔

21 جون

☆ امریکی اور کٹھ پتلی ادارے کی فوجیں ضلع شیگل کے علاقے شلتن میں بنیاری صحت مرکز کے سامنے آرام کررہی تھیں کہ فدائی مجاہدہ حلیمہ بی بی نے اپنی بارودی جیکٹ دشمن فوجوں کے درمیان میں جاکر پھاڑ دی۔ جس کے نتیجے میں ۱۰ امریکی وافغان نیشنل آرمی کے اہلکار ہلاک جبکہ سات زخمی ہوئے۔

☆ الفتح آپریشن کے سلسلے میں صوبہ روزگان سے قندھار کی جانب محوِ پرواز ہیلی کاپٹر کو نشانہ بنایا گیا۔ جس میں سوار 10 فوجی ہلاک ہوگئے۔

22 جون

☆ صوبہ قندھار کے ضلع شاہ ولی کوٹ میں ایک اور صلیبی ہیلی کاپٹر کو اینٹی ایئر کرافٹ سے نشانہ بنایا گیا۔ایسے وقت میں جبکہ ہیلی کاپٹر مذکورہ ضلع کے پوری علاقے میں مجاہدین کے خلاف سرچ آپریشن میں مصروف تھا۔

یکم جولائی

☆ صوبہ پکتیا میں گردیز شہر کے قریب مجاہدین نے کٹھ پتلی ادارے کی فوجوں اور پرائیویٹ سیکورٹی فورسز پر حملہ کیا۔ تین گھنٹے تک جاری رہنے والی اس لڑائی میں سترہ فوجی ہلاک جبکہ نو زخمی ہوئے۔

☆ امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین نے صوبہ پکتیا کے وزی خولہ ضلع میں کٹھ پتلی فوجوں پر حملہ کردیا، جس میں پانچ گاڑیاں تباہ اور ان میں سوار گیارہ فوجی ہلاک جبکہ آٹھ زخمی ہوئے۔

2 جولائی

☆ ضلع ہلمند میں برامچہ بازار کے ایک گاؤں میں امریکی فوجی ہیلی کاپٹروں سے اتر رہے تھے کہ مجاہدین نے حملہ کردیا۔ گھمسان کی لڑائی میں پچیس امریکی فوجی ہلاک وزخمی ہوئے۔

☆ صوبہ قندھار ضلع ارغنداب میں امریکی فوجی مرکز پر فدائی حملے کے نتیجے میں 60 امریکی فوجیوں کو جانی نقصان کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ فدائی کارروائی دو ہزار کلوگرام بارود سے بھرے ٹرک سے کی گئی۔ جس سے فوجی مرکز منہدم ہوگیا اور بیسیوں فوجی زخمی بھی ہوئے۔

☆ نیٹو سپلائی کا قافلہ قندھار سے ہرات کی جانب جارہا تھا کہ امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین کے حملے کے نتیجے میں پانچ گاڑیاں تباہ ہوگئیں۔

3 جولائی

☆ امریکی فوجی کاروان صوبہ زابل، ضلع نوبہار کے علاقے لوڑگئی سے گزر رہا تھا کہ مجاہدین نے بارودی سرنگ کے دھماکے میں ایک ٹینک کو نشانہ بنایا، جس سے پانچ فوجی خون میں نہاگئے۔

4 جولائی

☆صوبہ قندھار کے ضلع ارغداب میں کٹھ پتلی فوج کی چوکی پر حملہ کیا گیا اور وہاں تعینات آٹھ فوجیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا۔ مالِ غنیمت میں پانچ کلاشنکوف، ایک راکٹ لانچر اور ایک ہیوی مشین گن شامل ہے۔

5 جولائی

☆صوبہ قندھار میں امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین کے بم دھماکوں میں تیرہ صلیبی فوجی ہلاک جبکہ درجنوں زخمی ہوئے۔

☆صوبہ پکتیا، ضلع نکہ سے متصل کوہستانی علاقے میں صلیبی فوجی ہیلی کاپٹر کو اینٹی ائیر کرافٹ سے نشانہ بنایا گیا، جس میں سوار تمام فوجی جہنّم روانہ ہوگئے۔

☆پیر کے روز مجاہدین نے امریکی فوجی قافلے پر ضلع سید آباد کے سالار اور اوتر یو علاقوں جبکہ ضلع جغتو کے مختلف مقامات پر کمین گاہوں کی صورت میں تابڑتوڑ حملے کیے، جس میں دشمن کی متعدد گاڑیاں جل کر خاکستر ہوگئیں اور چودہ امریکی ہلاک اور درجنوں زخمی ہوئے۔

☆صوبہ پکتیکا کے ضلع سروضہ میں صلیبی سپلائی کانوائے پر حملہ کے نتیجے میں ایک فوجی ٹینک اور آئل بھرے ٹینکر کو آگ لگ گئی۔ اس کے علاوہ تین امریکی فوجی بھی ہلاک ہوئے۔

6 جولائی

☆صوبائی دارالحکومت جلال آباد کے قریب امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین نے آئل ٹینکر کو نذرِ آتش کر دیا۔

☆صوبہ خوست میں دو واقعات کے دوران کٹھ پتلی ادارے کی دو فوجی گاڑیوں کو تباہ کرنے کے علاوہ آٹھ پولیس اہلکاروں کو بھی اپنے جان سے ہاتھ دھونا پڑے۔

☆صوبہ ہرات کے خوش رباط علاقے میں کٹھ پتلی ادارے کے 9 فوجیوں کو مسلح کارروائی کے نتیجے میں مار دیا گیا۔

7 جولائی

☆منگل اور بدھ کی درمیانی شب صوبہ غزنی کے علاقے رحیم خیل میں امریکی طیاروں نے کٹھ پتلی ادارے کی فوجی چوکی پر بمباری کی۔ جس سے وہاں تعینات تمام فوجی ہلاک ہوگئے۔ جن میں سے چھ کی تصدیق صوبائی انتظامیہ نے بھی کی ہے۔

8 جولائی

☆صوبہ زابل کے صوبائی دارالحکومت میں مجاہدین نے امریکی فوجی ہیلی کاپٹر کو نشانہ بنایا، جس سے اس کے سوار ہلاک ہوگئے۔

☆صوبہ غزنی میں امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین نے ضلع گیلان میں قندھار، کابل قومی شاہراہ پر نیٹو سپلائی پر گھات لگا کر حملہ کیا۔ حملے کے نتیجے میں چھ فوجی موقع پر ہلاک جبکہ پانچ زخمی ہوئے۔

9 جولائی

☆صوبہ کنڑ ضلع نازئی کے مرکز میں جارح صلیبی فوجوں کے مرکز میں مجاہدین کے حملے کی نتیجے میں تین چوکیوں پر قبضہ ہوگیا۔ مجاہدین نے وہاں کھڑے فوجی ٹینک کو نذرِ آتش کر دیا، جبکہ سات سرحدی پولیس اہلکاروں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا۔

☆ضلع پغمان میں حلقہ نمبر پانچ کے خفیہ ادارے (امنیت ملی) کے سربراہ محمد گل کو تین ساتھیوں سمیت عام شاہراہ پر ٹارگٹ کلنگ کا نشانہ بنا کر قتل کر دیا گیا۔

☆صوبہ ننگرہار کے صدر مقام جلال آباد شہر میں بہسود پل کے مقام پر امارتِ اسلامیہ کے فدائی مجاہد نے پانچ سو کلوگرام بارود بھری کرولا گاڑی کو امریکی فوجی کارواں سے ٹکرا دیا۔ فدائی حملہ میں دو ٹینکوں کو تباہ اور دس فوجیوں کو موت کی وادی میں دھکیل دیا گیا۔

10 جولائی

☆سنیچر کی صبح مجاہدین نے صوبہ قندوز کے ضلع چاردرہ میں صلیبی و کٹھ پتلی ادارے کی مشترکہ فوجوں پر حملہ کر دیا، جس میں جارح افواج کے پندرہ افراد جہنّم واصل ہوئے۔

☆صوبہ زابل کے ضلع شاہ جوئی کے مرکز میں صلیبی و کٹھ پتلی ادارے کے فوجی مرکز میں صبح آٹھ بجے دو فدائی مجاہدین نے حملہ کیا، جس میں دونوں فدائی مجاہدین نے باقاعدہ منصوبہ بندی کے تحت فوجوں پے اندھا دھند فائرنگ شروع کر دی۔ ایک گھنٹے تک جاری رہنے والے اس معرکے میں دونوں مجاہدین جامِ شہادت نوش کر گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ الحمدللہ اس معرکے میں سترہ صلیبی و کٹھ پتلی فوجی بھی خاک و خون میں نہا گئے۔ جبکہ درجنوں زخمی ہوئے۔ آخری اطاعات تک دشمن کے مرکز کو آگ نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا۔

☆صوبہ فاریاب میں مجاہدین نے صلیبی و افغان فوجیوں پر ایسے وقت میں حملہ کر دیا کہ جب وہ مجاہدین کے خلاف سرچ آپریشن میں مصروف تھے۔ اس مبارک کارروائی میں جہاں دشمن کو اپنی گاڑیوں سے ہاتھ دھونا پڑے وہیں چار صلیبی اور بارہ کرائے کے فوجی بھی فنا کے گھاٹ اُتر گئے۔

11 جولائی

☆امریکی فوجی کارروان پر امارتِ اسلامیہ کے مجاہدین نے حملہ کر کے غاصبوں کے چار ٹینکوں کو تباہ کر دیا جس کے ساتھ ساتھ گیارہ فوجی بھی خون میں نہا گئے۔

☆صوبہ میدان وردک میں متعدد کارروائیوں میں مجاہدین نے کٹھ پتلی فوجیوں کی تین گاڑیوں، نیٹو سپلائی کی متعدد گاڑیوں کو تباہ کر دیا گیا، ساتھ میں دس سے زائد مرتد فوجی بھی پار لگ گئے۔

☆صوبہ غزنی میں مجاہدین نے عبداللہ قلعہ کے مقام پر پولش فوجوں کی گشتی پارٹی پر حملہ کیا، جس میں سات فوجی ہلاک ہوئے۔

12 جولائی

☆مجاہدین نے صوبہ قندوز ضلع خان آباد میں خواجہ قند کے گھر سامنے بارودی سرنگ کو نصب کر رکھا تھا۔ قومی لشکر کے جنگجو مذکورہ جگہ پر جمع ہوئے تو زوردار دھماکے کے نتیجے میں بارہ جنگجو خاک و خون میں نہا گئے۔

☆صوبہ خوست میں مجاہدین نے دومندو اور صبری اضلاع میں شادل کے مقام پر قومی شاہراہ پر پولیس اہلکاروں پر حملہ کر دیا۔ گھمسان کی لڑائی میں دشمن کی دو سرف گاڑیاں بارودی سرنگوں

اور بیاسی ایم ایم توپوں کی نذر ہوگئیں۔

13 جولائی

☆صوبہ پکتیا کے ضلع شواک میں سٹوکنڈو نامی علاقے میں سیکیورٹی اہلکاروں کے کاروان پر حملہ کیا گیا۔جس میں تیرہ گاڑیاں تباہ، گیارہ اہلکار ہلاک اور تیرہ زخمی ہوئے۔

☆صوبہ ہلمند میں ضلع گریشک کے پائے کیلی کے علاقے میں افغان فوجی اور صلیبی فوجی مرکز پر مجاہدین نے اچانک حملہ کر دیا، جس کے نتیجے میں آٹھ جارح درندے موقع پر جہنّم واصل ہوئے، جبکہ تین شدید زخمی ہوئے۔اس کامیاب کارروائی کے بعد مجاہدین بخیر و عافیت اپنے مراکز تک پہنچ گئے۔

☆صوبہ بغلان میں الفتح آپریشن کے سلسلے میں مجاہدین نے ضلع دوشی کے کرو علاقے میں ٹینکوں پر مشتمل امریکی گشتی پارٹی پر حملہ کیا، جس کے نتیجے میں آٹھ فوجی موقع پر ہلاک جبکہ گیارہ زخمی ہوگئے۔

☆صوبہ ہرات میں مجاہدینِ امارتِ اسلامیہ نے جارح افواج کے مرکز پر دو میزائیل داغے، جو اپنے ہدف پر لگے، اطلاعات کے مطابق اس سے دشمن کو بھاری جانی نقصان کا سامنا کرنا پڑا، اس کے ساتھ ساتھ دس صلیبی فوجی بھی ہلاک و زخمی ہوئے۔

14 جولائی

☆ضلع سیورئی کے قریب بدین گاؤں سے فوجی کاروان گزر رہا تھا کہ بارودی سرنگوں کی زد میں آ گیا۔ گیاوہ فوجی جہنّم کی طرف روانہ ہوگئے۔

☆صوبہ قندھار میں الفتح آپریشن کے سلسلے میں مجاہدین نے شاندار حکمتِ عملی کا مظاہرہ کرتے ہوئے 43 صلیبی و کٹھ پتلی ادارے کے فوجیوں کو فنا کے گھاٹ اُتار دیا۔تفصیلات کے مطابق پانچ سرفروش فدائی مجاہدین جو ہلکے، بھاری ہتھیاروں سے لیس اور بارودی جیکٹیں زیبِ تن کیے ہوئے، شہر کے مغربی حصّے میرویس مینہ کے علاقے قندھار، ہرات قومی شاہراہ پر واقع جندرما ہاؤس میں داخل ہوئے۔ پہلے فدائی نے مرکزی دروازے پر حملہ کر کے تمام رکاوٹوں کو دور کیا۔جبکہ باقی چار فدائی مجاہدین نے عمارت میں داخل ہوکر وہاں موجود صلیبی و ملکی فوجوں، اکیڈمی کے ٹرینروں اور ساتھ ہی غیر ملکی مشاورین پر گولیوں کی باچھاڑ کر دی۔کارروائی کے اختتام میں چار مجاہدین بخیر و عافیت نکل آئے۔جبکہ ایک فدائی مجاہد بھائی نے جامِ شہادت نوش کیا۔

☆صوبہ پکتیا میں ضلع شواک کے سٹوکنڈو نامی علاقے میں سیکورٹی فورسز کی گاڑیوں پر مشتمل کاروان پر حملہ کیا گیا۔جس میں تعمیراتی کمپنی کی سرف گاڑیوں راکٹوں کی خوارک بنیں۔ساتھ میں گیارہ سیکورٹی اہلکار بھی ہلاک، جبکہ تیرہ زخمی ہوئے۔

15 جولائی

☆ضلع اسمار میں رات قریباً ۹ بجے امریکی فوجی گشت پر تھے جب مجاہدین کے ساتھ ایک جھڑپ میں چھ امریکی فوجی خون میں نہا گئے۔دو ٹینک تباہ اور اتنے ہی فوجی زخمی ہوئے۔ایک اور کارروائی کے نتیجے میں مزید تین امریکی فوجی خاک و خون میں نہا گئے۔

☆پنجوائی ضلع میں مجاہدین نے راکٹ حملوں میں آٹھ مرتد فوجی مارے گئے۔

☆☆☆☆☆

16 جون 2010ء تا 15 جولائی 2010ء

فدائی حملے:	5 عملیات میں 6 فدائین نے شہادت پیش کی	گاڑیاں تباہ:	115
مراکز، چیک پوسٹوں پر حملے:	47	ریموٹ کنٹرول، بارودی سرنگ:	169
ٹینک، بکتر بند تباہ:	110	میزائل، راکٹ، مارٹر حملے:	32
کمین:	74	جاسوس طیارے تباہ:	1
آئل ٹینکر، ٹرک تباہ:	36	ہیلی کاپٹر و طیارے تباہ:	4
مرتد افغان فوجی ہلاک:	584	صلیبی فوجی مردار:	714
سپلائی لائن پر حملے:	36		

نوائے افغان جہاد کو انٹرنیٹ پر درج ذیل ویب سائٹس پر ملاحظہ کیجیے۔

www.nawaiafghan.blogspot.com

www.jamiahafsaforum.com. www.muwahhideen.tk

www.ribatmedia.tk, www.ansar1.info

غیرت مند قبائل کی سرزمین سے

عبدالرب ظہیر

تحریک طالبان کا داتا دربار حملوں سے اظہار لاتعلقی

تحریک طالبان پاکستان نے داتا دربار حملوں سے لاتعلقی ظاہر کرتے ہوئے ان واقعات کو غیر ملکی ایجنسیوں کی سازش قرار دیا ہے۔تحریک طالبان پاکستان کے ترجمان محترم اعظم طارق صاحب نے کہا کہ طالبان داتا دربار پر ہونے والے حملوں کے ذمہ دار نہیں، ہم اس ظالمانہ کارروائی کی مذمت کرتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ ہمارا ہدف بالکل واضح ہے، ہم عوامی مقامات پر حملے نہیں کرتے بلکہ ہمارا نشانہ صرف پولیس، فوج اور دیگر سیکورٹی اداروں کا عملہ ہوتا ہے۔انہوں نے کہا کہ ان حملوں میں امریکی خفیہ ایجنسی بلیک واٹر ملوث ہے۔

طالبان کا صحافیوں کی مانیٹرنگ کے لیے اتھارتی قائم کرنے کا اعلان

طالبان نے صحافیوں کی مانیٹرنگ کے لیے میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی قائم کرنے کا اعلان کر دیا۔جس کا مقصد میڈیا پر اسلام سے متعلّق غلط بیانات کا اجرا روکنا ہے۔طالبان کے ترجمان محمد عمر کی جانب سے صحافیوں کو بھیجی گئی ایک ای میل میں کہا گیا ہے کہ طالبان کا میڈیا ریگولیٹری اتھارٹی کے قیام پر کام جاری ہے جو آئندہ چند دنوں میں کام شروع کر دے گی۔اتھارٹی کے قیام کا فیصلہ میڈیا کی جانب سے طالبان کے اس بیان کو اجاگر کرنے میں ناکامی کے ردعمل کے طور پر کیا گیا جس میں انہوں نے لاہور میں داتا دربار پر حملوں سے لاتعلقی کا اظہار کیا تھا۔انہوں نے کہا کہ اس اتھارٹی کے قیام کا اہم مقصد میڈیا کی نگرانی کرنا ہے تاکہ اسلام اور اسلامی نظریات سے متعلّق غلط بیان جاری نہ ہوں۔انہوں نے کہا کہ اگر کسی نے طالبان کی جانب سے دی جانے والی میڈیا گائیڈ لائنز کی خلاف ورزی کی تو پہلی دفعہ اسے جرمانہ کیا جائے گا جبکہ دوسری بار خلاف ورزی کی صورت میں ازخود نوٹس لیتے ہوئے اسے قتل کر دیا جائے گا۔انہوں نے مزید کہا کہ اس سلسلے میں صحافیوں سے تجاویز بھی مانگی ہیں اور یہ یقین دہانی کرائی گئی ہے کہ طالبان کی جانب سے ان کے سوالات کے جواب دیے جائیں گے۔انہوں نے کہا کہ صحافی حکومت اور انٹیلی جنس ایجنسیوں کے اتحادی کے طور پر کام کر رہے ہیں۔

حکومتی بیان جھوٹے ہیں، فوج قبائلی علاقوں میں پھنس چکی ہے: حفیظ اللہ

وانا پریس کلب کے سابق صدر اور سینئر صحافی حفیظ اللہ وزیر نے کہا ہے کہ قبائلی علاقوں میں سیکورٹی فورسز کو طالبان کی طرف سے شدید مشکلات کا سامنا ہے۔کئی سیکورٹی اہل کار روزانہ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔کراچی پریس کلب میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ امریکہ افغانستان اور پاکستانی فوج وزیرستان میں پھنس چکی ہے۔حکومتی بیانات جھوٹ پر مبنی ہیں، قبائلی علاقوں میں گوریلا جنگ کا آغاز ہو چکا ہے۔انہوں نے کہا کہ آپریشن راہ نجات ناکام ہو چکا ہے، حکومتی بیانات جھوٹ کا پلندہ ہیں۔انہوں نے شمالی وزیرستان میں طالبان کی جانب سے ۴۵ روزہ فوجی نقل و حرکت پر کرفیو کی خبر کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ یہ بات بالکل درست ہے۔

۱۸ جون: مہمند ایجنسی کے علاقوں نسکوشاہ، رجب چائنا گدر اور سرکو میں فوج کے ساتھ مجاہدین کی جھڑپیں۔سرکاری ذرائع کے مطابق ۱۰ فوجی ہلاک اور ۱۳ زخمی ہو گئے

نوشہرہ کے علاقے بدرشی میں پولیس اہل کار ظاہر شاہ کے گھر کو بارود سے اڑا دیا گیا۔

۱۹ جون: مہمند ایجنسی میں شونگڑی پوسٹ پر طالبان کا حملہ، ۱۶ اہل کار ہلاک

مہمند سے ۴۰ سے زاید فوجی اہل کار مجاہدین نے گرفتار کر لیے تھے جن میں سے ۴ واپس کر دیے گئے اور ۴۳۱ ابھی تک لاپتہ ہیں۔ان میں سے کچھ صوبہ کنڑ میں چلے گئے تھے۔

۲۰ جون: مہمند کی تحصیل بازئی اور اتم کلی میں بارودی سرنگ سرنگ دھماکوں سے ۳ فوجی زخمی ہو گئے جبکہ ایک جاسوس کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔

۲۱ جون: لوئر دیر میں لیوی کی چیک پوسٹ پر مجاہدین نے حملہ کیا۔۲ اہل کار ہلاک اور ۳ زخمی ہو گئے جبکہ چارسدہ میں شب قدر کے علاقے میں پولیس پوسٹ پر حملہ، سرکاری ذرائع کے مطابق ۲ اہل کار زخمی ہو گئے۔

۲۲ جون: لوئر اورکزئی میں مجاہدین کے ساتھ جھڑپوں میں ۴ فوجی حوالدار زمان، خیر محمد اور کیپٹن ہلاک ہو گئے۔

۲۴ جون: اپر اورکزئی کے علاقے ڈبوری میں ۴ فوجی اہل کار ہلاک اور متعدد زخمی۔

۲۵ جون: خیبر ایجنسی کی تحصیل باڑہ میں فوجی کانوائے پر ریموٹ کنٹرول حملہ، سات اہل کار زخمی جبکہ اورکزئی کے علاقے ڈبوری میں ایک اہل کار ہلاک ہو گیا۔س

پشاور میں منڈی مویشیاں میں دو آئل ٹینکر روز جونیٹو کے لیے جا رہے تھے کو تباہ کر دیا گیا۔

میر علی میں بنوں کے جرگہ کے سربراہ ملک رسول زمان کو ہلاک کر دیا گیا۔

۲۶ جون: اورکزئی کے علاقے انجانی میں ۲ سیکورٹی اہل کار زخمی۔

جنوبی وزیرستان میں بدر کے علاقے میں بارودی سرنگ دھماکے میں کیپٹن قدیر ور سپاہی علی شیر ہلاک ہو گئے۔

۲۷ جون: مہمند ایجنسی کے علاقے کوڈا خیل میں سیکورٹی چیک پوسٹ پر مارٹروں سے حملے۔ایک اہلکار ہلاک، متعدد زخمی۔

۲۸ جون: اورکزئی کے علاقوں سنپا کہ، باکر گھڑی میں متعدد سیکورٹی اہل کار زخمی

باجوڑ کی تحصیل ماموند میں ۴ فوجی ہلاک اور متعدد زخمی۔ہلاک ہونے والوں میں

نائب صوبیدار بشیر احمد، نائیک مدثر، سپاہی احسان اور سپاہی اشرف شامل ہیں۔

پاک افغان شاہراہ پر خیبر ذخہ خیل کے مقام پر نیٹو کے تیل سپلائی کرنے والے آئل ٹینکر K 2168 کو تباہ کر دیا گیا۔

ڈبوری کے علاقے میں کیپٹن سمیت ۱۳ اہلکاروں کو زخمی کر دیا گیا۔

یکم جولائی: اورکزئی کے علاقے سمانا میں سیکورٹی فورسز پر ریموٹ کنٹرول بم حملہ، متعدد زخمی

سرحد کے آئی جی ملک نوید نے کہا کہ ۲۰۰۹ میں ۵۸ جبکہ ۲۰۱۰ میں ۲۰۱ پولیس اہل کاروں نے ’’جام شہادت‘‘ نوش کیا۔

۳ جولائی: متنی میں ۲ سو سے زاید مجاہدین نے ایف سی کے مورچوں پر حملے کر دیے جس میں ۱۳ اہل کار ہلاک، متعدد زخمی اور دو اغوا کر لیے گئے۔

۴ جولائی: باڑہ کے علاقے سپاہ میں سیکورٹی قافلے پر ریموٹ کنٹرول حملے میں ۱۴ اہل کار ہلاک اور ۹ زخمی ہو گئے۔ یہ اہل کار گھر گھر تلاشی کے لیے جارہے تھے۔

اورکزئی کے علاقے اسپین کئی کنڈو میں جھڑپوں میں کئی فوجی زخمی۔

۵ جولائی: میران شاہ بازار میں فوجی قافلے پر حملہ۔

اورکزئی میں مشتی میلہ جانے والے فوجی قافلے پر ریموٹ کنٹرول بم حملہ، ۲ اہل کار نور زادہ اور جمال زخمی

۶ جولائی: لوئر دیر کے علاقے تیمر گرہ میں بلامبٹ سکاؤٹس چھاؤنی پر فدائی حملہ، متعدد ہلاک و زخمی۔

پشاور کے نواحی علاقے متنی میں حسن خیل کے ملک حسن خان کو ہلاک اور صوبیدار دولت، یعقوب کو زخمی کر دیا گیا۔

۹ جولائی: مہمند کی تحصیل صافی کے علاقے چنیاری میں بارودی سرنگ پھٹنے سے اہل کار زخمی

۱۱ جولائی: جنوبی وزیرستان میں پش زیارت کے مقام پر چیک پوسٹ پر حملہ، ۱۳ اہل کار ہلاک جبکہ ۸ زخمی ہو گئے۔

خیبر کے علاقے سورگر کے مقام پر ریموٹ کنٹرول دھماکے میں اہل کار ناصر ہلاک اور متعدد زخمی۔

پشاور میں فقیر آباد کے علاقے میں مہمند کے امبار امن لشکر کے رکن جنرل جان کا گھر بارود سے تباہ کر دیا گیا۔

۱۲ جولائی: میران شاہ میں فوجی قافلے پر ریموٹ کنٹرول بم حملہ۔

۱۳ جولائی: اورکزئی میں سانگھڑا کے علاقے میں بارودی سرنگ سے حوالدار زیاد ہلاک، ۱۴ اہل کار زخمی۔

کوہاٹ کے علاقے خواسی باندہ میں ملک ثواب کے حجرے میں دھماکہ

۱۵ جولائی: مہمند کی تحصیل صافی عسکر آباد میں گشت کے دوران بارودی سرنگ دھماکہ سے متعدد اہل کار زخمی۔

۱۶ جولائی: چارسدہ کے علاقے شب قدر، انگور کورونہ میں پولیس موبائل پر ریموٹ کنٹرول حملے سے ۷ اہل کار زخمی۔

۱۷ جولائی: ضلع ہنگو کے علاقے بگٹو چوک کے قریب پولیس وبائل پر ریموٹ کنٹرول حملے میں ۱۸ اہل کار زخمی۔

گومل ڈیم کو جانے والی فوجی گاڑی الٹ گئی، ۲ فوجی ہلاک اور ۵ زخمی۔

۱۸ جولائی: پارا چنار سے پشاور آنے والی رافضیوں کی ویگن پر حملہ، ۱۸ ہلاک۔ یہ ویگن سیکورٹی قافلے کی حفاظت میں جارہی تھی۔

باجوڑ کی تحصیل خار میں سیکورٹی فورسز کی پوسٹوں پر حملے، لیویز اہل کار زخمی۔

۱۹ جولائی: خیبر کی تحصیل باڑہ میں جانزئی چوکی کے قریب نصب بم سے ۴ سیکورٹی اہل کار زخمی۔

میران شاہ میں دو جاسوسوں کو گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔

۲۰ جولائی: محسود کے علاقے رزمک کے گاؤں قلندر میں فوجی کانوائے پر مجاہدین کا حملہ متعدد ہلاک و زخمی۔

۲۱ جولائی: مردان میں پنجاب رجمنٹ سنٹر پر فدائی حملہ، متعدد اہل کار ہلاک و زخمی۔

باجوڑ میں فائرنگ سے لیویز اہل کار ہلاک۔

۲۲ جولائی: اورکزئی کے علاقے ڈبوری میں فائرنگ سے ۳ فوجی ہلاک اور ۶ زخمی۔

مہمند کے علاقے بائیزئی میں غنم شاہ کے مقام پر ایف سی پوسٹ پر حملہ، متعدد زخمی۔

ہنگو کے علاقے مشنہ وڑی زرئی اور سرملو کنڈ میں دو گاڑیاں تباہ، ۱۹ اہل کار زخمی۔

۲۴ جولائی: اورکزئی میں ڈبوری میں مجاہدین کی فوج کے ساتھ شدید جنگ، متعدد اہل کار ہلاک، ۱۳ زخمی۔

باجوڑ میں مامون امن کمیٹی کے سربراہ ملک علی سردار خان کو ۲ ساتھیوں سمیت قتل کر دیا گیا۔

۲۰ جون: میران شاہ سے ۲۰ کلومیٹر دور عیسو خیل میں ایک مقامی کمانڈر کے مکان پر دو

پاکستانی فوج کی مدد سے امریکی میزائل حملے

میزائل داغے گئے، جس میں ۱۳ مجاہدین کی شہادت کی اطلاع ہے۔

۲۷ جون: تحصیل میر علی کے گاؤں مکینہ میں ۲ میزائل حملے، حافظ گل بہادر صاحب کے ۴ ساتھی شہید ہو گئے۔

۲۹ جون: میران شاہ کے قریب ٹول خیل میں مقامی طالبان کے مرکز پر حملہ ۶ مجاہد شہید ہونے کی اطلاع ہے۔

۳۰ جون: وانا کے قریب غواخوا کے مقام پر مولانا حلیم اللہ کے گھر پر ۲ میزائل حملے، شیخ ابوحمزہ فوجی سمیت ۱۰ ساتھیوں کی شہادت کی اطلاع۔

۱۶ جولائی: میران شاہ سے ۴۱ کلومیٹر جنوب میں عمر خیل کے علاقے میں میزائل حملے۔ ۱۴ افراد شہید۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۵۶ پر)

صلیبی جنگ اور ائمۃ الکفر

نوید صدیقی

القاعدہ یمن اور خطے کے لیے بدستور خطرہ ہے: اوباما

امریکی صدر اوباما نے دہشت گردی کے خلاف یمن کی حکومت کے اقدامات کو سراہتے ہوئے کہا ہے کہ القاعدہ یمن اور خطے کے لیے بدستور خطرہ ہے۔ یمنی صدر علی عبداللہ سے فون پر گفتگو کرتے ہوئے اوباما نے کہا کہ دہشت گردی کے خلاف یمن کی قربانیاں قابل ستائش ہیں۔

القاعدہ اور الشباب براعظم افریقہ کو خون میں نہلانا چاہتی ہیں: اوباما

اوباما نے کہا ہے کہ القاعدہ نے افریقہ کو ہدف بنالیا ہے اور وہ افریقہ کو ایسی جگہ بنانا چاہتے ہیں جہاں معصوموں کو چھوٹے چھوٹے سیاسی مفادات کی بھینٹ چڑھایا جاتا ہو۔ القاعدہ افریقہ کو اپنی نظریاتی جنگ کا میدان بنانے پر تُلی ہوئی ہے۔

یمن اور صومالیہ ہی نہیں دنیا بھر میں ہر خطے میں صلیبیوں کا چل چلاؤ ہے اور وہ گھبرائے ہوئے ہیں۔ اب اوباما یمن اور صومالیہ کی جہادی تحریکوں سے اپنے خوف کا اظہار کر رہا ہے لیکن افغانستان اور عراق سمیت سبھی مقامات پر وہ مجاہدین سے مات کھائے بیٹھا ہے۔ اب تو خود اُس کے گھر میں آئے روز فیصل شہزاد، عمر فاروق اور حسن نضال ملک اُس کے موت کے پروانے بن کر نمودار ہو رہے ہیں۔

پاکستان اہم اتحادی ہے، دونوں ممالک کے تعلقات کو مزید مستحکم کیا جائے گا: ہیلری

امریکی وزیر خارجہ ہیلری کلنٹن نے پاکستان کے دورے کے دوران میں اپنے وفادار ملازم اشفاق پرویز کیانی سے ملاقات میں کہا کہ ہم دہشت گردی کی جنگ میں پاکستان کی قربانیوں کو سراہتے ہیں اور پاکستان ہمارا بہترین اتحادی ہے۔ دونوں ممالک کے تعلقات کو مزید مستحکم کیا جائے گا۔

کیانی کے ساتھ مل کر علاقائی سلامتی کے لیے بہتر کام کرنے کا متمنی ہوں: پیٹریاس

افغانستان میں ایساف کے کمانڈر پیٹریاس نے کیانی سے ملاقات کے دوران کہا کہ میں کیانی کے ساتھ مل کر علاقائی سلامتی کے لیے بہتر کام کرنے کا متمنی ہوں۔ حالیہ واقعات پاکستان اور افغانستان کو شورش پسندوں سے درپیش خطرات کی نشان دہی کرتے ہیں۔

اب امریکی افغانستان کے دہکتے ہوئے میدان میں پاکستانی فوج کو دھکیلنے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں کہ عراق کی طرز پر افغانستان میں بھی افغانی اور پاکستانی فوج کے لاشے گریں اور گورے بچ جائیں۔ اس لیے وہ کیانی کو بوتل میں اتارنے کے لیے اس کی تعریفیں بھی کرتے ہیں اور انھوں نے ہی اب تین سالوں کے لیے اپنی 'ملازمت' کے لیے مزید نوازا ہے۔

افغانستان کے قبل از وقت فوج نکالنے سے مغرب غیر محفوظ ہوسکتا ہے: سیکرٹری نیٹو

نیٹو کے سیکرٹری جنرل راسموسن نے کہا ہے کہ افغانستان سے قبل از وقت فوج نکالنے سے مغرب غیر محفوظ ہوسکتا ہے اور پاکستان عدم استحکام کا شکار ہوسکتا ہے۔ افغانستان سے اتحادی فوج کے انخلا کا ٹائم فریم دینے سے اتحادی فوجوں پر طالبان کے حملے بڑھ سکتے ہیں۔ اگر طالبان کو معلوم ہوجائے کہ ان کے حملوں سے ہماری افغانستان میں حمایت کم ہوسکتی ہے تو وہ حملوں میں اضافہ کردیں گے۔

طالبان کے خلاف جنگ مزید پیچیدہ ہوتی جارہی ہے: جرمن وزیر دفاع

جرمنی کے وزیر دفاع کارل تھیوڈور نے کہا ہے کہ طالبان کے خلاف جنگ مزید پیچیدہ ہوتی جارہی ہے۔ صوبہ قندوز میں جرمنی فوجیوں سے خطاب کرتے ہوئے وزیر دفاع نے کہا کہ طالبان نے پیشہ وارانہ حکمتِ عملی اختیار کرلی ہے۔ افغانستان میں ۴۵۲۴ جرمن فوجی نیٹو افواج کے زیر سایہ افغان جنگ میں مصروف ہیں جن کا حوصلہ بڑھانے کے لیے ہر دو ماہ بعد جرمن وزیر خارجہ دورہ کیا کرے گا۔

امریکی نکتہ نظر سے پاکستان دہشت گردی کا مرکز ہے: ہالبروک

پاکستان اور افغانستان کے لیے امریکی ایلچی ہالبروک نے کہا ہے کہ پاکستان میں القاعدہ سمیت ۵ دہشت گرد تنظیمیں کام کررہی ہیں اور امریکی نکتہ نظر سے پاکستان دہشت گردی کا مرکز بن گیا ہے۔ ہالبروک نے کہا کہ امریکہ کے پاکستان افغان جنگ کے حوالے سے ایک واضح حکمت عملی موجود نہیں ہے اور امریکہ جنگ جیتنے کے حوالے سے واضح اہداف متعین کرنے میں ناکام رہا ہے۔

افغانستان میں طالبان دوبارہ سر اٹھا رہے ہیں: ایساف کمانڈر

جنوبی افغانستان کے ایساف کمانڈر میجر جنرل نک کارٹر نے انٹرویو میں کہا کہ افغانستان میں طالبان منظّم ہوگئے ہیں اور مقامی افغان ہی طالبان کا خاتمہ کرسکیں گے۔ نیٹو فوج کے حالیہ نقصانات کے بعد لڑائی میں اضافہ ہوا ہے اور ہم نے طالبان کو کافی "ٹف ٹائم" دیا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ افغانستان سمیت دنیا بھر میں 'صلیبی جنگ' لڑنے والے صلیبی یہ جان گئے ہیں کہ اب دنیا میں ذلت ہی ہمارا مقدر ہے اور اگر ہم اپنے تمام اتحادیوں سمیت کسی بھی خطے میں فوجی قوت سمیت باقی نہ رہے تو پھر اُس خطے کو مجاہدین کے غلبے اور شریعت کے قیام سے ہمارے وہاں کے اتحادی نہیں بچا سکتے۔ اے کاش! کہ انہیں یہ معلوم ہوجائے کہ ان کا مقابلہ کسی مخلوق سے نہیں بلکہ اس کائنات کے خالق سے ہے!

برطانیہ کو عراق اور افغانستان میں جنگ کی حمایت مہنگی پڑی: ایلیز ابگر

برطانوی خفیہ ایجنسی ایم آئی فائیو کی سابق سربراہ نے اعتراف کرلیا کہ برطانیہ کو عراق اور افغانستان میں جنگ کی حمایت مہنگی پڑی ہے اور اس کی وجہ سے خود اس کی سرزمین پر دہشت گرد پیدا ہونا شروع ہوگئے ہیں۔

(بقیہ صفحہ نمبر ۵۶ پر)

اک نظر ادھر بھی!!!

صبغۃ الحق

نیویارک: ٹائم اسکوائر کیس کے ہیرو فیصل شہزاد کی وصیّت جاری

العربیہ ٹی وی نے عمر سٹوڈیو کی جانب سے جاری کردہ فیصل شہزاد کی وصیّت نشر کردی جس میں فیصل شہزاد عمامہ میں ملبوس ہیں اور انگریزی بیان میں کہہ رہے ہیں کہ ''میں ٹائم سکوائر کا حملہ مظلوم مسلمانوں کے دلوں کو خوش کرنے کے لیے کر رہا ہوں، جہاد اسلام کا نمایاں رکن ہے اور جہاد ہی کے ذریعے مسلمانوں کو عزت مل سکتی ہے اور اسلام سربلند ہوسکتا ہے۔ جہاد کے بغیر مسلمانوں کو اپنے حقوق اور سرزمینوں کا حصول ناممکن ہے۔ چالیس منٹ پر محیط اس فلم میں کہا گیا کہ افغانستان کے جہاد نے مسلمانوں کو عزت کا راستہ دکھایا ہے۔

سپریم کورٹ میں شاہد اورکزئی نے آئین کو زمین پر پٹخ دیا

۲۰ جولائی کو ۱۸ ویں ترمیم کے خلاف درخواستوں پر دلائل کے دوران فری لانس صحافی شاہد اورکزئی نے ایک موقع پر ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں آئین پکڑا اور کہا کہ اگر مجھے ان دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا پڑا تو میں قرآن کا انتخاب کروں گا اور یہ کہتے ہوئے انہوں نے آئین کو زمین پر پھینک دیا۔ اس پر ججوں نے بے حد برہمی کا اظہار کیا کہ آئین کی توہین پر ہم آپ کو گرفتار کروادیں گے بعد ازاں شاہد اورکزئی نے ان سے معذرت کر لی۔

اللہ کا شکر ہے کہ مجاہدین کی دعوت اور قربانیوں کے باعث اب یہ شعور عام ہو رہا ہے کہ آئین اور قرآن آپس میں متصادم ہیں اور دارالاسلام میں جو قرآن کی حیثیت ہے وہی جدید دستوری ریاست میں آئین کی حیثیت ہے۔ اس لیے آئین کو زمین پر پٹخ دینا اور قرآن کو سینے سے لگالینا ہی دنیا اور آخرت میں کامیابی کی ضمانت ہے۔

گیلانی نے کیانی کو ۳ سال کے لیے ملازمت میں توسیع دے دی۔

گیلانی نے اپنے ۳ منٹ کے مختصر خطاب میں کیانی کو مزید ۳ سال چیف آف آرمی سٹاف کے عہدے پر توسیع دینے کے فیصلہ کا اعلان کیا۔ کیانی نومبر ۲۰۱۰ میں ساٹھ سال کی عمر کو پہنچنے کے بعد ریٹائر ہو رہا تھا۔

ہیلری کلنٹن کے حالیہ دورہ پاکستان سے پہلے ہی چہ میگوئیاں شروع ہوگئی تھیں کہ صلیبیوں کے وفادار کیانی کو اُس کے عہدے پر مزید ۳ سال برقرار رکھا جائے گا۔ ہیلری نے آکر امریکی ذہن میں موجود منصوبے کے تحت کیانی کی ملازمت میں توسیع کے امریکی احکامات کو گیلانی کی زبان سے نشر کروایا۔ یاد رہے کہ کیانی کا تعلق اُس قبیلے سے ہے جو نظریاتی طور پر دین بے زار قبیلہ ہے اور کیانی خود منکر حدیث ہے۔ اُسے ملازمت میں توسیع دے کر صلیبیوں نے اس بات کا عملی طور اقرار کیا ہے کہ اس جنگ کی بھٹی کو سلگانے کے لیے کیانی سے بہتر کوئی انتخاب اُن کے پاس نہیں ہے اور فوج میں موجود دیگر تمام جرنیل بھی کیانی کی صلیبیوں سے وفاداری کے آگے پانی بھرتے نظر آتے ہیں۔ یہ سب جرنیلوں، فوجی افسران اور ساری فوج کے لیے سوچنے کا مقام ہے کہ وہ دن رات ڈالروں کے لیے اپنی جان کو قربان کر رہے ہیں لیکن اُن کے آقاؤں کے ہاں اُن کی سرے سے کوئی وقعت نہیں۔

نیٹو کو سپلائی کرنے والے واجب القتل ہیں: تحریک طالبان

تحریک طالبان پاکستان نے نیٹو افواج کے لیے سامان لے جانے والوں اور ان کے ٹرمیلنز کی حفاظت کرنے والوں کو واجب القتل قرار دیتے ہوئے ان کے گھروں کو نشانہ بنانے کی دھمکی دی ہے۔ تحریک طالبان پاکستان نے لنڈی کوتل بازار میں مختلف جگہوں پر پمفلٹ چسپاں کیے ہیں جن پر لکھا ہے کہ جو لوگ یہود اور انگریزوں کی مزدوری کرتے ہیں، ان کے ٹرمیلنز اور سامان کی حفاظت کرتے ہیں اور جو ڈرائیوران کا جنگی سامان اور دیگر سامان پہنچاتے ہیں وہ واجب القتل ہیں۔ ان کے گھروں کو بھی ٹارگٹ کیا جائے گا کیونکہ یہ اللہ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور تمام مسلمانوں کے دشمن ہیں اور یہ ان کے لیے آخری وارننگ ہے۔ پمفلٹ تحریک طالبان کے پیڈ پر لکھا گیا ہے اور اس پر امیر تحریک طالبان پاکستان حکیم اللہ محسود کا نام، مہر اور دستخط ثبت ہیں۔

نیٹو کے نام پر اسمگلنگ میں ملوث کسٹم حکام کو شامل تفتیش کرلیا: سہیل احمد

فیڈرل بورڈ آف ریونیو (ایف بی آر) کے چیئرمین سہیل احمد نے کہا ہے کہ افغانستان میں اتحادی افواج 'ایساف' کے لیے پاکستان کے راستے جانے والے سامان کے نام پر ہونے والے فراڈ کی تحقیقات جاری ہیں، جعل ساز کمپنی کے زیر حراست ملازمین کے انکشاف پر ملوث کسٹم حکام کو بھی شامل تفتیش کرلیا گیا ہے۔ اُس نے کہا کہ ۲۰۰۸ء سے اب تک ایساف کے لیے پاکستان کے راستے ۱۱ ہزار کے لگ بھگ کنٹینرز مختلف سامان لے کر افغانستان گئے تاہم یہ تمام کنٹینرز جعلی نہیں تھے۔ جعلی کنٹینرز کی اصل تعداد کا درست اندازہ لگانے کے لیے ایساف حکام سے رابطے میں ہیں۔

نیٹو کو سپلائی کے لیے کنٹینرز کی رات کے وقت نقل و حرکت پر پابندی لگادی گئی۔

ضلع نوشہرہ اور ضلع پشاور میں حکومت نے افغانستان میں نیٹو کو آئل اور دیگر ساز و سامان رسد فراہم کرنے والے ٹینکرز کی رات کے وقت نقل و حرکت پر دفعہ ۱۴۴ کے تحت پابندی عائد کردی ہے۔ پولیس نے نوشہرہ کینٹ میں پابندی کی خلاف ورزی کرنے پر خیبر ایجنسی کے تین قبائلی ڈرائیوروں کو گرفتار کر کے مقدمہ درج کرلیا۔

حکومت اگر پاکستان بھر میں ہی نیٹو سپلائی کو گزرنے سے روک دے تو یہ ہی اُس کے ملازمین کے لیے بہتر ہے وگرنہ اس ٹینشن میں حکومت اب مستقل مبتلا رہے گی۔ اس سے بچنے کا واحد راستہ اسے بند کرنا ہی ہے۔

پابندی والے ممالک میں خواتین نقاب ہٹا سکتی ہیں: سعودی مفتی

سعودی عرب کے نامور مفتی عوض القرن نے کہا ہے کہ جن ممالک میں خواتین کے حجاب پر پابندی ہے وہاں سعوی خواتین نقاب ہٹا سکتی ہیں۔ یہ فتویٰ فرانس میں مقیم ایک سعودی خاتون کے پوچھے گئے سوال پر دیا گیا۔

''خود بدلتے نہیں قرآن کو بدل دیتے ہیں'' کے مصداق یہ مفتیان بطن شرعی احکامات

سے اس طرح کھیلتے ہیں جیسے یہود و نصاریٰ کے احبار و رھبان کھیلا کرتے تھے۔ اگر کفار ان کو مادر زاد برہنہ کر کے رہنے کی اجازت دیں تو یہ اس کام لیے بھی تاویلات گھڑ لیں گے۔

فیصل آباد میں مسیحی بھائیوں کی ہلاکت کا واقعہ قابل مذمت ہے: الطاف حسین

ایم کیو ایم (مسیحی قادیانی مومنٹ) کے قائد الطاف حسین نے کہا ہے کہ مسیحی برادری کو غیر محبِّ وطن نہ سمجھا جائے۔ اگر عیسائی برادری کے ساتھ اس طرح کے واقعات کے ردعمل میں غیر مسلم ممالک میں مسلمانوں کے ساتھ بھی ایسے واقعات شروع ہو گئے تو کیا نتائج نکلیں گے؟

توہین رسالت کے مرتکب دو رذیلوں کی موت پر الطاف کو اس قدر دکھ ہوا ہے کہ جیسے اس کے سگے بھائی کھو گئے ہوں لیکن کیا کریں وہ تو مجبور ہے کہ جس کا کھاتا ہے اُس کا ہی گاتا ہے۔ وہ لندن میں صلیبیوں کی پناہ میں بیٹھا ایسی ہی باتیں کرے گا اور ہر نازک وقت میں امت کے پیٹ میں خنجر گھونپنے کی کوشش ہی میں رہے گا۔ شاید اسے مغرب میں مروۃ الشربینی کی شہادت اور فیس بک کے حالیہ " گستاخانہ مقابلے" کے علاوہ فرانس میں حجاب پر پابندی کا سرے سے کوئی علم ہی نہیں!!!

دہشت گردی کے خلاف جنگ پر پاکستان کے سالانہ اخراجات ایک کھرب ڈالر ہیں: شیریں رحمان

سابق وزیر اطلاعات شیریں رحمان نے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف لڑی جانے والی صلیبی جنگ کے حوالے سے حیرت انگیز انکشافات کیے ہیں۔ آئی ایم ایف کی جون ۲۰۱۰ء کو آنے والی رپورٹ کے حوالے سے شیریں نے کہا کہ اس جنگ میں مجموعی اخراجات ۸۰ ارب ڈالرز ہیں جو کہ دفتر خارجہ کے بیان کردہ ۴۳ ارب ڈالرز سے کہیں زیادہ ہیں۔ آئی ایم ایف کے پیپر کا حوالی دیتے ہوئے اُس نے کہا کہ یہ براہ راست اور بالواسطہ اخراجات پاکستان ہی برداشت کر رہا ہے۔ اُس نے مزید کہا کہ آئی ایم ایف کی رپورٹ میں بہت محتاط تخمینہ بیان کیا گیا ہے۔

ہیلری نے دورے میں پاکستان کے لیے ۶۹ کروڑ ڈالر کے ۳۷ امریکی منصوبوں کا اعلان کیا۔

ہیلری نے اپنے دورہ پاکستان کے دوران پاکستان کے لیے صحت، تعلیم، توانائی سمیت ۳۷ منصوبوں کے لیے ۶۹ کروڑ ڈالرز کی خطیر رقم کا اعلان کیا۔ اسٹریٹیجک مذاکرات کے بعد وزیر خارجہ شاہ محمود کے ساتھ پریس کانفرنس میں خطاب کرتے ہوئے ہیلری نے یہ اعلان کیا جبکہ شاہ محمود نے کہا کہ امریکہ نے پاکستان کے لیے اپنی امداد ساڑھے سات ارب ڈالر تک تین گنا کی ہے جو کہ کیری لوگر بل کے تحت پانچ سالوں میں دی جائے گی۔

پاکستان کو برطانیہ ۴ سالوں میں ۶۰ ڈالرز کی امداد دے گا۔

برطانوی ہائی کمشنر ایڈمن تھامسن نے کہا ہے کہ برطانیہ پاکستان کی مدد سے کبھی بھی منہ نہیں موڑے گا۔ برطانیہ نے آئندہ ۴ سالوں میں پاکستان کو ۶۰ ارب ڈالرز کی امداد کا فیصلہ کیا ہے جبکہ پنجاب میں تعلیم کے فروغ کے لیے ۸۰ ملین پاؤنڈ فراہم کیے جائیں گے۔

تمام صلیبی، پاکستان کو امداد کی دلدل میں پھنسا کر گذشتہ نو سالوں سے صلیبی دیوی کی بھینٹ چڑھا رہے ہیں اور پاکستانی نظام کے ہر کارے بھی ڈالرز اور پاؤنڈز کی چمک دمک میں آ کر بے دریغ 'کمی سپاہیوں' کو قربان کیے جا رہے ہیں۔ اصل میں تو یہ نظام گذشتہ ڈیڑھ صدی کا تسلسل ہی ہے اور انہی کے آبا نے یہاں جاگیریں وصول کر کے مسلمانوں کی مخبریاں کیں اور انہیں گرفتار کروایا۔ گویا کہ یہ وہی نسلی سانپ ہیں جو مسلمانوں کا خون پی پی کر نسل در نسل سے کفار کی غلامی کر رہے ہیں۔

پاکستانی فوج سوات میں ۲۳۸ افراد کے ماورائے عدالت قتل میں ملوث ہے: ہیومن رائٹس واچ

ہیومن رائٹس واچ نے اپنی ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ پاکستانی فوج سوات میں ۲۳۸ افراد کے ماورائے عدالت قتل میں ملوث ہے۔ جب فوج نے سوات کا دوبارہ کنٹرول حاصل کرنے کی کوشش کی تو کئی سو افراد کو ماورائے عدالت قتل کیا گیا۔

ہیومن رائٹس واچ اگر اپنا نام " بلائنڈ واچ" رکھ لے تو زیادہ بہتر ہے۔ سوات میں کئی سو افراد کو فوج نے آپریشن کے دوران بم باری کر کے شہید کیا۔ گرفتار شدگان کو دورانِ حراست شہید کیا اور سیکڑوں خواتین اور بچوں کو بھی شہید کیا۔ یہ سب کچھ صرف سوات ہی میں نہیں، خطۂ خراسان میں ہر مقام کی یہی داستان ہے۔ لیکن حیرت ہے کہ ہیومن رائٹس واچ کو صرف ۲۳۸ افراد ہی کا معلوم ہو سکا۔ باقیوں کو وہ افراد نہیں سمجھتے یا انہیں نظر نہیں آ سکے؟؟؟

☆☆☆☆☆

بقیہ: غیرت مند قبائل کی سرزمین سے

۲۵ جولائی: وانا سے ۳۵ کلومیٹر دور افغان سرحد کے علاقے برمل میں نیزنرائے میں کمانڈر حلیم اللہ کے مرکز پر میزائل حملے، ۱۸ افراد شہید۔

۲۶ جولائی: میران شاہ سے ۴ کلومیٹر دور تپی کے علاقے میں میزائل حملے میں ۴ مجاہدین شہید۔

۲۶ جولائی: محسود کے علاقے شکتوئی میں امیر بیت اللہ محسود شہید کے مکان اور ایک گاڑی پر میزائل حملے میں ۱۴ افراد شہید۔

☆☆☆☆☆

بقیہ: صلیبی جنگ اور ائمۃ الکفر

لندن میں عراق جنگ کی انکوائری کے سلسلے میں سماعت کے موقع پر ۲۰۰۲ء سے ۲۰۰۷ء تک ایم آئی فائیو کی سربراہ رہنے والی ایلیز اُبلر نے کہا ہے کہ حکومت نے ان کی وارننگز پر کان نہیں دھرا کہ عراق جنگ برطانیہ کے اندر انتہا پسندی کے فروغ کا سبب بنے گی کیونکہ افغانستان اور عراق جنگ میں برطانیہ کے ملوث ہونے کو مسلمان نوجوان نسل نے اسلام کے خلاف جنگ تصور کیا۔

چمڑی بچانے والے سیانے صلیبی اب اس حقیقت کو پا گئے ہیں کہ امتِ مسلمہ کے خلاف چھیڑی جانے والی جنگ اصل میں ہماری بربادی کی نوید بن کر سامنے آنے لگی ہے اور اس سے چھٹکارا ہی ہمیں چین دے سکتا ہے۔

☆☆☆☆☆

قومیتِ اسلام

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے ، وہ مذہب کا کفن ہے

یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیب نوی ہے
غارت گر کاشانۂ دین نبوی ہے

بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے ، تو مصطفوی ہے

نظارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفوی خاک میں اس بت کو ملا دے !

ہو قید مقامی تو نتیجہ ہے تباہی
رہ بحر میں آزاد وطن صورت ماہی

ہے ترک وطن سنت محبُوب الٰہی
دے تو بھی نبوت کی صداقت پہ گواہی

گفتار سیاست میں وطن اور ہی کچھ ہے
ارشاد نبوت میں وطن اور ہی کچھ ہے

اقوام میں مخلوق خدا بٹتی ہے اس سے
قومیت اسلام کی جڑ کٹتی ہے اس سے

(علامہ محمد اقبال)

جو شخص فقط اس لیے لڑے کہ اللہ ہی کا بول بالا رہے بس وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے

اللہ تعالیٰ کے وفاداروں کا اللہ تعالیٰ کے باغیوں سے محض اللہ کا باغی ہونے کی وجہ سے لڑنا اور اس کی راہ میں انتہائی جاں بازی اور سرفروشی کا نام جہاد ہے۔ بشرطیکہ وہ جاں بازی اور سرفروشی محض اس لیے ہو کہ اللہ کا بول بالا ہو اور اس کے احکام بے حرمتی سے محفوظ ہو جائیں اور دنیا میں کسی قسم کا نفع مقصود نہ ہو۔ ایسی جاں بازی اور سرفروشی کو شریعت اسلام میں جہاد کہتے ہیں

نشود نصیب دشمن کہ شود ہلاک تیغت

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اگر مال مقصود ہو یا نام مطلوب ہو یا بلا لحاظ اسلام، قوم و وطن مقصود ہو تو شریعت میں وہ جہاد نہیں بلکہ ایک قسم کی جنگ ہے۔ چنانچہ ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا کہ انسان کبھی اظہار شجاعت کے لیے جنگ کرتا ہے اور کبھی قومی غیرت وحمیت کی بنا پر اور کبھی دنیاوی نمود اور شہرت کے لیے، ان میں سے کون سی جنگ جہاد فی سبیل اللہ کا مصداق ہے تو ارشاد فرمایا:

من قاتل لتكون كلمة الله هي العليا فهو في سبيل الله ''جو شخص فقط اس لیے لڑے کہ اللہ ہی کا بول بالا رہے بس وہ جہاد فی سبیل اللہ ہے''۔

امام بخاریؒ نے صحیح بخاری میں ایک باب منعقد فرمایا، باب لا يقال فلان شهيد یعنی کسی کے متعلق قطعی طور پر یہ نہ کہا جائے کہ فلاں شخص شہید مرا۔ اس لیے کہ نیت اور خاتمہ کا حال کسی کو معلوم نہیں اور اس باب میں ایک واقعہ روایت کیا کہ کسی غزوہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکین سے مقابلہ ہوا تو قزمان نامی ایک شخص صحابہ کرامؓ کے لشکر میں تھا جو در پردہ منافق تھا، اس نے لڑائی میں مشرکین کا خوب مقابلہ کیا اور کارنمایاں دکھلائے۔ سہل بن سعد ساعدیؓ نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

ما اجزامنا اليوم احد كما اجزا فلان ''آج ہم میں سے کسی نے اتنا کام نہیں کیا جتنا فلاں نے کیا''۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سن کر فرمایا:

اما انه من اهل النار ''آگاہ ہو جائے وہ دوزخی ہے''۔

بالآخر کافروں سے لڑتے لڑتے یہ شخص شدید زخمی ہوا اور زخموں کی تکلیف سے گھبرا کر خودکشی کر لی۔ حافظ عسقلانی اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو ترجمۃ الباب سے مناسبت یہ ہے کہ اس شخص نے اللہ کے لیے قتال نہیں کیا تھا بلکہ قوم کے لیے قومی حمیت کے جوش میں قتال کیا تھا، اس لیے ایسا شخص شہید نہیں کہلایا جا سکتا۔

معلوم ہوا کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں کافروں سے جنگ بھی کرے مگر خدا کے لیے نہیں بلکہ قوم اور وطن کے لیے جنگ کرے تو ایسا شخص مجاہد اور شہید نہیں کہلایا جا سکتا۔ چہ جائیکہ قومی اور وطنی بھائیوں کے ساتھ ہو کر اسلامی بھائیوں سے لڑنے کے لیے تیار ہو۔ حافظ بدر الدین عینیؒ لکھتے ہیں کہ میدان قتال میں سب سے پہلے یہ شخص یعنی قزمان نکلا اور سب سے پہلے اس نے کافروں پر تیر چلایا اور للکار کر یہ کہا ''اے آل اوس! اپنے حسب نسب یعنی قبیلہ اور قوم کی حفاظت کے لیے قتال کرو''۔ قتادہ بن النعمان صحابی کا جب اس شخص پر گزر ہوا تو اس کی نازک حالت دیکھ کر یہ کہا کہ هنيالك الشهادة ''اے قزمان تجھے شہادت مبارک ہو''۔

قزمان نے یہ کلمہ سن کر جواب دیا:

انی والله ماقاتلت على دين ماقاتلت الا على الحفاظ ''اللہ کی قسم میں نے دین اسلام کے لیے قتال نہیں کیا، میں نے تو فقط قوم اور قبیلہ کی حفاظت کے لیے قتل کیا''۔

صاف مطلب یہ تھا کہ قوم اور وطن کے لیے جنگ کرنے اور اس راہ میں مارے جانے سے آدمی مجاہد اور شہید نہیں بنتا محض اللہ کے لیے جو قتال اللہ کے دشمنوں سے ہو، اس میں مارے جانے سے شہید بنتا ہے۔

اس کے بعد اس شخص نے خودکشی کر لی۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ان الله ليؤيد هذا الدين بالرجل الفاجر ''تحقیق اللہ تعالیٰ کبھی کبھی مرد فاجر اور کافر کے ذریعے سے بھی دین کو قوت پہنچا دیتے ہیں''۔

(مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ: سیرت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم)